پھول کی ہر پنکھڑی پر نام کندہ کس کا ہے
کس کے اُجلے نام نے رنگ اُس کا اُجلا کر دیا

اُجلے اُجلے لوگ

علامہ عبدالحق ظفر چشتی

Marfat.com

Marfat.com

اُجلے اُجلے لوگ

علامہ
عبدالحق ظفر چشتی

المدینہ دار الاشاعت
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ 38 اُردو بازار لاہور 042-7312801-7320682-7313106

Marfat.com

11273

اہتمام

محمد ابرار حنیف مغل

مدیر ماہنامہ کاروانِ نعت

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب ---------------- اُجلے اُجلے لوگ

مصنف ---------------- علامہ عبدالحق ظفر چشتی

اشاعت ---------------- ستمبر 2007ء

تعداد ---------------- 500

قیمت ---------------- [redacted] روپے

ناشر ---------------- المدینہ دارالاشاعت

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ 38 اُردو بازار لاہور 042-7312801-7320682

Marfat.com

فہرست

اُجلے اُجلے لوگ

- قصیدہ بردہ شریف 7
- انتساب 8
- حرفِ تشکر 9
- عرض مصنف 10
- حرفِ دعا 15
- حضرت ظفر شجر پُر ثمر 19
- نوائے شوق صاحبزادہ سید احمد بدر 24
- حسان کی آنکھ کا ورثہ 30
- خلاق عالم کی انوکھی تخلیق حضور سید عالم حضرت محمد رسول ﷺ 36
- پیکر تسلیم ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام 44
- حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کی آگ 50
- صبر حضرت ایوب علیہ السلام 59

Marfat.com

صدیق اور صدیقیت	68
حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کا خریدار	74
حضرت سیدنا عمر فاروق اور روم کا قاصد	78
ہر غیث جس کا پیاسا حضرت سید عبدالقادر جیلانی	83
خلیفہ وقت	89
قدرت کا شاہکار، احسن تقویم، انسان	93
خریدار اور غلام	103
عشق نبی کے باب کا عنوان ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ	108
حضرت شیخ القرآن حضرت مولانا پیر محمد عبدالغفور ہزاروی	114
کریم ابن کریم حضرت محمد الدین ثانی لاثانی	124
دینِ مصطفیٰ کا قمر حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی	134
قُرب اور بُعد	151
شجرِ محبت کا گلاب حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب جھنگ	159
اہلِ عرفاں کی باتیں	181
چنگیاں دی آشنائی پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری کرمانوالہ	185
حسن صورت و سیرت حضرت شاہ فقیر محمد چوراہی	190
حضرت امیر ملت اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم	196
نقوشِ دل پہ نقش...... نقش لاثانی حضرت سید علی حسین شاہ	203
قبیلۂ اہل نظر کا ایک فرد حضرت سید اسماعیل شاہ	211
مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی	217

Marfat.com

ہو النعیم حضرت مفتی محمد حسین نعیمی	223
دل کی دنیا کے راجے حضرت مفتی محمد حسین نعیمی	227
نورانی نور ہے علامہ شاہ احمد نورانی	239
نورانی ...... ایک مردِ حق آگاہ علامہ شاہ احمد نورانی	248
اُٹھ فریدا ستیا!	256
چشتی تے صابری مفتی ضیاء الحبیب صابری	261
عظمتِ انسانیت	264
مفتی محمد رحیم سکندری	269
میرے محسن ...... میرے مربی مولوی محمد علی چشتی امیری	283
رفیق جہاں مولانا محمد رفیق چشتی	291
مولانا محمد رفیق کے تعزیتی اجلاس سے خطاب	296
میرا رفیق ...... رفیقِ جہاں	298
منقبت رفیقِ ملت	303
تحریک آزادی اور علماء و مشائخ	305
نیکوں کی بستی کے مکیں مولانا پیر محمد اسلم قادری گجرات	310
حضرت مولانا عبد المجید چشتی	316
استاد صاحب کی چائے دانی کا ٹوٹا ہوا ڈھکنا	326
سید احمد علی شاہ قصور	331
میرے حکیم صاحب حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ	334
حسن بیاں کی لطافتوں کا امین علامہ اقبال احمد فاروقی	340

Marfat.com

سرفراز و سربلند ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی	346
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام مولانا احمد حسن نوری رحمتہ اللہ علیہ	351
مولانا ابوداؤد محمد صادق	355
میرا دوست ...... میرا بشیر مولانا بشیر احمد سیالوی	359
نوری قافلے کا نوری خطیب مولانا محمد عارف نوری	363
میرے ابا جی حضور میاں محمد عبدالغنی	366
میری اماں جی حضور کرم بی بی صاحبہ	385
میری پیشانی کا جھومر ڈاکٹر قدیر احمد خاں	398
صوفی اقبال احمد دیوانہ	404
ایک زندہ جاوید شخص مولوی محمد جاوید	410
بابا جی محمد اسماعیل	421
کوزے میں سمندر معروف شاعر عزیز کامل	426
ایک تھا بہروپیہ	429
کالی عینکیں	435

Marfat.com

قصیدہ بُردہ شریف

مَــوْلَایَ صَــلِّ وَسَــلِّــمْ دَائِــمًــا اَبَــدًا
عَلٰــی حَبِیْبِکَ خَیْــرِ الْــخَلْــقِ کُلِّهِمِ
مُــحَــمَّــدٌ سَیِّــدُ الْــکَــوْنَیْــنِ وَالثَّــقَــلَیْــنِ
وَالْــفَــرِیْــقَیْــنِ مِــنْ عُــرْبٍ وَمِــنْ عَجَمِ
یَــا رَبِّ بِــالْــمُــصْــطَفٰــے بَــلِّغْ مَقَاصِدَنَا
وَاغْــفِــرْلَــنَــا مَــا مَــضٰــی یَا وَاسِعَ الْکَرَمِ

Marfat.com

انتساب!

شکستہ خیالات و ریختہ و پراگندہ تصورات کا مجموعہ اُن کے نام

جنہوں نے آغوش مادر و پدر میں لے کر میرے رگ و پےتے میں نیک و صالح لوگوں کی بستیوں سے آگاہ کیا۔ میاں محمد عبدالغنی اور محترمہ کرم بی بی صاحبہ

جنہوں نے ایک ایک حرف، ایک ایک جملہ، ایک ایک سطر، میرے فکر و خیال کی تختی پر پُورنے ڈال ڈال کر یادوں، خیالوں اور فکروں کو روشن کرنے کے لیے استاد و معلم ہونے کا حق ادا کر دیا۔

جنہوں نے میری ویران روح کو اپنے وجدان کے نور سے منور کرنے کے لیے اپنی دعاؤں سے کبھی فراموش نہ کیا۔ حضرت پیر طریقت پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ

جنہوں نے میرے قلم کی نوک سے نکلے ہر حرف کو سراہا، حوصلہ دیا اور مزید سے مزید لکھتے رہنے کی ترغیب دی۔

میرے اٹھتے ہاتھ میری بھیگی پلکیں جن کے لیے سراپا سپاس ہیں۔

عبدالحق ظفر چشتی

مصطفیٰ آباد لاہور

۲۰۰۷-۰۷-۲۹

Marfat.com

حرفِ تشکّر

کاروانِ نعت کے روحِ رواں جناب ابرار حنیف مغل کے نام جو ہر ناعتِ مصطفوی کو حوصلوں کی بیساکھیاں دیتے ہیں اور موصوف ومحمود ومطلوب و مقصود ومنعوتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں سنت حسان رضی اللہ عنہ ادا کرنے کے لیے لاکھڑا کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

اور فقیر کے لیے اپنے جذبات محبت کا ایک لبالب بھرا ہوا حوض جمع کئے رکھتے ہیں اور مجھے اس حوض میں غوطے دیتے رہتے ہیں۔"اجلے اجلے لوگ" آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنا ان کی محبت کے جذبات کی حسین دلیل ہے۔

مفتی ضیاء الحبیب صابری اور پیرزادہ سعید بدر کا جنہوں نے اپنے رشحاتِ قلم سے نوازا اور خوب نوازا۔

میرے بچے محمد عبدالرحمن عامر چشتی، فیضان محمد چشتی، محمد عرفان چشتی، محمد فیضان چشتی جنہوں نے ہر لمحہ تفکراتِ دنیا اور فکرِ معاش سے بے نیاز رکھنے اور تحریر وتصنیف کی راہیں ہموار کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔

عبدالحق ظفر چشتی

مصطفیٰ آباد لاہور

Marfat.com

عرضِ مصنف

بے پھل ٹہنیوں کی بات نہ کر، ان کو اپنی اصل اپنی جڑھ کی طرف جھکنا کہاں نصیب ہوتا ہے۔ وہ تو صرف جلنے کے کام ہی آسکتی ہے۔

میں آج کل اُن کے ذکرِ شیریں کے، تذکرے میں مصروف ہوں جو پھل دار ٹہنیوں کے ساتھ اپنے شیریں پھلوں کے ساتھ اپنی اصل کی طرف جھک گئی ہیں یا جھک رہی ہیں کہ کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ کہ ہر چیز اپنی اصل ہی کی طرف جھکتی ہے۔

ہاں! میں نے ان حسین و عظیم درختوں کے پھل چکھے ہیں۔ میں ذہنی، فکری اور تصوراتی لذتوں سے سرشار رہتا ہوں۔ میرے مالک نے میرے قلم کو یہ لذت، صفحاتِ قرطاس پر بکھیرنے کا یارا بخشا ہے۔ میں اپنی آنکھوں پر ہزار بار قربان ہونا چاہتا ہوں کہ اگرچہ یہ خود سیاہ ہیں لیکن جب میں اپنے دل میں بسنے والوں کے ذکر میں ڈوبتا ہوں تو یہ اپنی سیاہ دلی کے باوجود ہزار ہا قطرے برسانے شروع کر دیتی ہیں۔

کبھی ان حسین و جمیل ہستیوں کے ذکر سے میری تنہائیاں مسکراتی ہیں، متبسم ہوتی ہیں۔ یہ مسکراہٹیں، یہ تبسم فرمائیاں، رات کے تاریک سناٹوں کے

Marfat.com

چمکتے دمکتے ستاروں کی صورت ہنسنے پر، خوش ہونے پر، تبسم کناں ہونے پر، مجبور کردیتی ہیں۔ آپ ان کے حسین تذکروں میں کہیں کہیں یہ مہک ضرور محسوس فرمائیں گے۔

معجزہ جس نے نہ دیکھا ہو وہ دیکھے مجھ کو
کس طرح ڈوب کے ابھرا ہے سفینہ مرا

کئی لوگ تو تہہ بہ تہہ پیاز کی طرح بدبودار ہوتے ہیں۔ جوں جوں وہ کھلتے جاتے ہیں، بُو پھیلتی جاتی ہیں اور کچھ لوگ کھلیں یا نہ کھلیں، اُن کا قرب خوشبوئیں بکھیرتا جاتا ہے۔ میرے نصیب جاگے کہ اُن میں سے کچھ ہستیوں کی خوشبوئیں میرے حصہ میں آئی۔ جی چاہا! یہ خوشبوئیں آپؑ کے مشامِ جان تک پہنچاؤں۔ ہاں یہ وہی لوگ ہیں جن کی زندگی شبنم کی طرح پاکیزہ، پھلوں اور پھولوں کی طرح شگفتہ اور آفتاب و ماہتاب کی کرنوں کی مانند بے داغ اور فیض رساں ہے۔

دونوں طرف تھی لُوٹ برابر مچی ہوئی
جو کچھ کسی کے ہاتھ لگا لوٹتا رہا
زیدی وہ لوٹتے رہے میرے قرار کو
میں بے قراریوں کے مزے لوٹتا رہا

بدکار لوگ، اچھا لباس پہن بھی لیں تو سکون قلب اُن کو نصیب نہیں ہوتا

Marfat.com

جبکہ نیک لوگوں کو گدڑیوں میں بھی باغ باغ دیکھا ہے۔ آ! ان باغ باغ ہستیوں کے باغ یں آ، طبیعت باغ باغ ہوجائے گی۔ مکر اور فریب کرنے والوں کو، اُن کے مکر کی بو رُسوا کردیتی ہے۔ وہ پاکیزہ صفت ذات جو یمن کی دور دراز بستی سے ایک بسنے والے کی خوشبو شہر طیبہ وطابا میں بیٹھے بیٹھے سونگھ لیتی ہے۔ ﷺ یہ اُس قبیلہ اویسی کی پارٹی کے لوگوں کا تذکرہ ہے۔ یقیناً ان کی خوشبوؤں کے حُلے بھی شہر طیبہ وطابہ تک معطر کرتے جائیں گے۔

یہ فیصلہ میرے وجدان کا ہے کہ وہ پاکیزہ صفت ہستی جس کا سوتے میں بھی وضو نہ ٹوٹتا ہو، ﷺ اُس کی بات کو جس نے غور سے سُنا، اُس کے کان پاک ہوگئے۔ آنکھوں میں بسایا، آنکھیں پاک ہوگئیں۔ دل میں بٹھایا، دل پاک ہوگئے۔ زندگیوں پر اُنڈیلا، اُن کی زندگیاں پاک ہوگئیں۔ میری حد نگاہ میں اُن پاکیزہ ہستیوں کا غازہ چمک اٹھا ہے میں وہ غازہ اُٹھا لایا ہوں یہ تیری سوچ اور فکر کی مانگ میں سجانے کے لیے، لے! اپنی مانگ میں سجا، سج جا اور پاک ہوجا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ﴿وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ﴾ میں نے اپنی محبت کا پرتو آپ کے اوپر ڈال دیا تاکہ جو دیکھے، فریفتہ ہوجائے۔ اگر اُن کے مالک کی راہ چلنے والوں کو دیکھ کر لوگ فریفتہ ہوجاتے ہیں یا وہ میری نگاہوں کو خیرہ کر گئے ہیں تو یقیناً اُسی کی محبت کا پرتو ہے جو اُس نے اپنے حضور حاضر رہنے والوں کی زندگیوں پر ڈال دیا ہے۔ آ! تو بھی ان پر نثار ہوجا کہ منشاء

Marfat.com

خداوندی بھی یہی ہے:

میں اک عاشق تو پچھا جے رب پوچھے تے کی منگاں
تے اُس عاشق نے فرمایا: زیارت مصطفیٰ ﷺ دی اے

میں نے سوچا:

میں باز نہیں ہوں کہ شاہ کی کلائی پہ جا بیٹھوں۔
طوطی بھی نہیں کہ چُوری کھاؤں اور میٹھی میٹھی باتیں کروں۔
بلبل بھی نہیں ہوں کہ عاشق کی طرح چمن میں ہجر کا نوحہ کروں۔
ہُد ہُد بھی نہیں کہ پیام بری کروں۔
پرندوں کی طرح بھی نہیں کہ کوئی مجھے خرید کر لے جائے۔
یعنی مجھ میں کوئی کمال نہیں کہ کوئی مجھے خرید کر لے جائے۔

جب کوئی کمال نہیں تو شاہ کے کارندوں کے چرنوں میں بیٹھ جا، سنا ہے ان کے ہاں کمال کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُن کے حضور رجوع ہونا ہی مقبولیت کے لیے کافی ہے۔

اگر مطلوب و مقصود کے جسم سے لگی قمیص آنکھوں کی بصارت لوٹا لاتی ہے تو یوسف مدینہ ﷺ کے حسن سے مزین لبادہ اوڑھنے والوں کی بصارت اور بصیرت کا فیضان کیا ہوگا۔ اگر اس فیضانَ سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور یقیناً ہوتی ہیں تو میری نظر سے بہر اعتبار نکھرے نکھرے اور ''اُجلے اُجلے لوگ'' کی کہانی پڑھ اور آنکھیں ٹھنڈی کر۔

یہ میری نظر کا انتخاب ہیں۔ اگر تیری آنکھ اختلاف کرتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں، لاٹھی تو ایک ہی تھی، موسیٰ علیہ السلام کے لیے وہ انتہائی مفید

Marfat.com

تھی لیکن فرعون اور الِ فرعون کے لیے سانپ تھی۔ ال فرعون بھی اگر موسیٰ علیہ السلام کی عظمت کو تسلیم کرلیتی تو اسی کے لیے بھی دریا سے پار لگانے کے لیے معاون بن سکتی تھی۔

میری نظر میں یہ لوگ حسنِ یوسف مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سرشار لوگ تھے۔ ہاں یہ اسی قبیل کے لوگ ہیں جن کی راہ راہِ مستقیم ہے۔ انہی کی راہ پر چلتے رہنے کی دعا مانگنا ہماری عبادت کا جز ہے۔

میرے مالک!

جن لوگوں پہ ہے انعام تیرا
اُن لوگوں میں لکھ دے نام میرا

اللھمَ صل علیٰ محمد النبی الامی وعلیٰ آلہٖ وسلم تسلیماً

الملتجی
عبدالحق ظفر چشتی

ادارہ آغوش محمد ﷺ مرکزی دفتر مدرسہ سیدہ
خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ آباد لاہور

۱۳ رجب المرجب ۱۴۲۸ بمطابق
۲۰۰۷-۰۷-۲۹ بروز اتوار

Marfat.com

حرفِ دعا

بزرگ بیٹھے ہیں، مسند بچھی ہے، اہل محبت اردگرد چاند کا ہالہ بن کر بیٹھے ہیں۔ ایک بڑھیا، لجاتی ہوئی، جھجکتی ہوئی اور کچھ کرب کی ٹیسوں میں ڈوبی ہوئے آگے بڑھتی ہے، سلام کرتی ہے اور ایک چھوٹا سا برتن آگے بڑھاتی ہے۔ حضور! میرا ننھا آفتاب بیمار ہے، تھوڑا سا شہد دے دیں۔ شہد میں شفاء ہے، بیٹے کو دوں گی، شاید شفایاب ہو جائے۔

باباجی نے ایک خادم کو بلایا اور فرمایا: نور دین صاحب! وہ بڑا کنستر جو شہد سے بھرا ہوا ہے، وہ اٹھائیں اور مائی صاحبہ کے گھر چھوڑ آئیں۔

نور دین صاحب نے عرض کیا: حضور! وہ تو ایک چھوٹا سا برتن لے کر آئی ہے اور آپ اس کو پورا کنستر دے رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا: وہ اپنے ظرف کے مطابق مانگ رہی ہے اور ہم اسے اپنے ظرف کے مطابق دے رہے ہیں، آخر بڑے آستانے والے ہیں، اس کا کچھ تو لحاظ ہونا چاہیے۔

میرے کریم! تیرا آستانہ سب سے بڑا ہے، سارے سخی، سارے داتا، تیرے در کے بھکاری، ہر چڑیا کی چونچ اور ہر بڑے پیٹ والے کی توند صرف اور صرف تیرے دریا سے بھرتی ہے۔

ایک دریا، نہر کے خالی دامن کو لبالب بھرتا ہے تو اس کے خزانے میں کیا کمی

Marfat.com

آجاتی ہے۔ اے ساری دنیا کے سخیوں اور حاطموں کو سخاوت کی فطرت بخشنے والے، اپنی سخاوت کی رحمت سے ہماری بے صبری کی نہر کے دامن کو بھی لبالب بھردے۔

ہم نے دیکھا ہے، نہیں بلکہ روز دیکھتے ہیں۔ سورج کا فیض عام ہوتا ہے۔ اگر اس کی دھوپ، گندگی کی ڈھیر پر بھی پڑے تو سورج کا کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ سورج کی دھوپ سے نجاست بذات خود کارآمد ہوجاتی ہے۔ وہ گوبر تھی، گوبر، پہلے آلائش ہی آلائش تھی، اب سورج کی دھوپ نے اس آلائش کو دھو کر آرائش بنا دیا۔

ڈھل گئی عصیاں کی ساری ہی سیاہی ڈھل گئی
خاک در نے میری پیشانی کو چمکایا بہت

اب وہ مٹی میں مل کر، پھل پھول، خوبصورت نباتات، لہلہاتے باغات کو حسن بخشتی ہے، جلا بخشتی ہے، نئی زندگی عطا کرتی ہے اور زمین کے دامن کو ہیروں اور جواہر سے زیادہ قیمتی دانوں سے بھرنے لگتی ہے۔

اے میرے مالک! جس طرح سورج نجاست کی مدد کرتا ہے تو ہماری مدد اس سے بھی زیادہ فرما۔ کہ تو سورج کو پیدا فرمانے والا ہے۔

ہم برائیوں کی انتہا پر ہیں اور تو مہربانیوں اور عنائتوں کی انتہا پر ہے۔ ہم جیسے انتہاء درجے کے گنہگاروں کو تیری انتہا درجے کی مہربانی درکار ہے۔

اے بہاروں کی برکھا برسانے والے، ہم کانٹوں کو پھولوں کا حسن عطا فرما۔

اے کریم! ہم نے کئی بار پڑھا ہے۔ تیری شان ہے۔ ان اللّٰہ یحب المحسنین ○ کہ یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اس لیے التجا ہے تو خود بھی ہم پر مزید احسان فرما۔

Marfat.com

میرے کریم! میرے گناہ میری زاری میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ تو مجھ پر رحم فرما، میرے رؤف الرحیم آقا! میرے خزاں کے پتے کی طرح مرجھایا ہوا ہونے کی وجہ بھی یہی ہے کہ میں گناہوں کی خزاں رُت میں تیرے قرب کی بہار سے دور رہا۔

میں نے جب سے سنا ہے کہ تو توبہ قبول فرمالیتا ہے جو تیری پُر لطف نظر کرم ہے، تو کئی بار توبہ پر مائل ہوا لیکن کیا کروں، میری توبہ کو بھی ہر بار شیطان کی بدنظری نے چاٹ لیا۔

ہاں تیری نظر کرم میں یہ تاثیر بھی تو ہے کہ بدنظری کو نیک نظری میں بدل دیتا ہے۔ اس لیے بدنظری سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اے میرے اچھے مددگار! ہماری فریاد سن، تیرا آستانہ بہت بڑا ہے۔ ہزاروں جال اور لاکھوں دانے تیری راہ میں بچھے ہوئے ہیں اور ہم لالچی اور بھوکے پرندوں کی صورت ہر لحہ ایک نئے جال میں پھنس جاتے ہیں تو ہماری مدد فرما۔

قیمتی ہیرے، موتی، جوہر، لؤلؤ اور مرجان، ایسی چیزیں ہیں جن کو کوئی عقلمند بھی گندگی اور پاخانہ میں نہیں پھینکتا تو علیم وخبیر ہوکر نیکوں کو کب جہنم میں پھینکے گا۔ اسی لیے ہم تجھ سے اور تیرے بڑے آستانے سے نیکیوں ہی کی توفیق طلب کرتے ہیں۔

اے میرے کریم! تو کتنا سخی ہے آسمانوں پر سجائے ہوئے چاند، سورج اور ستارے ہم سے کروڑوں سالوں کی مسافت پر ہیں۔ وہ ہم سے کتنی دور ہیں اور ہم اُن سے کتنی دور ہیں۔ اگر یہ دوری ہمارے درمیان حائل رہتی تو نہ جانے ہمارا کیا حال ہوتا تو اپنے قانون قدرت اور فطرت کے مطابق جب چاہتا ہے ان کی روشنی، ان کی ضیاء اور ان کا فیض ہم تک پہنچا کر ہمیں فیض یاب کردیتا

Marfat.com

ہے۔ رات کو چاند ستارے اور دن کو سورج۔

یہ ہماری بدقسمتی، یہ ہماری کورچشمی کہ اتنی روشنیوں، ضیاپاشیوں کے باوجود ہمیں تیرا راستہ، سیدھا راستہ نہیں ملتا۔

اے بڑی شان والے! تو ہم پر اور کرم فرما، اپنی راہ دکھا دے، آگہی کی بھیک جس سے یہ دوریاں دور ہو جائیں، تیرا جتنا بڑا آستانہ ہے، ہمیں اتنی بڑی بھیک عطا فرما، اگر تو غیر جاندار کو نور عطا فرما سکتا ہے تو اشرف المخلوقات کو کیوں نہ عطا فرمائے گا۔

میری للچائی ہوئی نظریں جو صرف تیرے ہی در پر پڑی رہ گئی ہیں تو اس کی ایک وجہ ہے کہ جب لالچی پرندہ کو اس کی لالچی نظر اس کو دانے کی طرف کھینچتی ہے تو اسے خبر ہونی چاہئے کہ شکاری اُس سے غافل نہیں، میری للچائی ہوئی نظر اگرچہ لالچ نے اندھی کر رکھی ہے، دیکھ نہیں سکتی، پھر بھی یقین کامل ہے کہ تو ہم سے غافل نہیں ہے۔

پیاسا شخص، گھڑے کا، پانی کے برتن کا طواف نہیں کرتا، وہ پانی کا طواف کرتا ہے، اُسے پانی کی طلب ہوتی ہے اور حاجی کعبے کا، کالے کوٹھے کا طواف نہیں کرتا۔ اُس کا مطلوب اور مقصود صرف اُس بڑے گھر والا، بڑا ہے جو سب سے بڑا ہے۔

ایک پیاسا کتنا بھی پیاسا ہو، اس کی پیاس کتنی ہوگی، تیرے سمندر سے، وسیع سمندر سے، اُس کے لیے ایک قطرہ بھی بہت ہے۔

تشنہ لب چڑیا کے منہ میں گر نمی آ جائے گی
تیرے دریائے کرم میں کیا کمی آ جائے گی

Marfat.com

حضرتِ ظفر، شجر پُر ثمر

خوبصورت، گھنے سایہ دار درخت کا ایک ماضی بھی ہوتا ہے جب بظاہر وہ ایک ننھے سے ''بیج'' سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہوتا، مگر جب کسی کی نگاہِ انتخاب اُسے پروان چڑھانے کا فیصلہ کرتی ہے تو وہ اس ''صاحبِ نظر'' کی کرم گستری سے اپنے اس ننھے سے وجود کو خاک میں خاک کردینے پر تُل جاتا ہے۔ چند دن بعد وہ ننھا سا بیج ایک نرم و نازک کونپل کی صورت زمین کا سینہ چیر کر ''سرفرازی'' کا پہلا زینہ چڑھتا ہے۔ وہ اپنے گردوپیش کا جائزہ لیتا ہے، اور اپنی کمزور، نحیف اور لاچار حیثیت کو دیکھتا ہے جس کے ماحول میں اس جیسے اَنْ گِنت شگوفے مختلف حادثات کا شکار ہوکر صفحۂ ہستی سے مٹ کر ''بے نام'' ہوگئے۔

لیکن اس شگوفے کی خوش بختی کہ یہ کسی کی نگاہ میں تھا جو اُس کی جہد مسلسل سے نگرانی و نگہداشت سے غفلت کا شکار نہیں تھا بلکہ شب و روز موسمی شدائد کے اثرات سے بچاؤ سے لے کر ڈھورڈنگر کے پاؤں تلے آکر کسی حادثے سے بچائے رکھنے کی سعی جمیل پر بھی مستعد و تاک تھا۔ یوں ماحول کی کج ادائی و سنگینی کے باوجود یہ نرم و نازک شگوفہ چرخِ نیلی فام کے ماہ و سال گنتے گنتے پودا اور پھر پودے سے تناور درخت بن گیا۔

کل تک یہ شگوفہ، یہ کونپل ایک ''بے سُود اور بے ضرر'' وجود تھا مگر موسمی شدائد، جاڑے کی جاں گسل زندگی، گرم لُو کے بے رحم تھپیڑے، طوفانی بارشیں، آندھیوں کے

Marfat.com

قیامت خیز جھکڑ...... یہ سب کچھ سہتے سہتے ایک دن یہ ''بے سُود و بے ضرر'' شگوفہ ایک نفع بخش پیڑ کی شکل اختیار کر چکا تھا، جس کی زندگی کی ابتداء بے ضرر ہونا اور انتہا، نفع بخش ہونا قرار پائی ...... جو بھی زمانے کی دھوپ کا جھلسایا، ستایا ہوا اس کے قرب میں آیا اس نے بے لوث، بے غرض اپنے بازو وا کر دیے، آنے والا کوئی عامی راہگیر بھی ہوسکتا ہے اور کوئی دشمنِ جاں بھی ہوسکتا ہے ......مگر اسے کسی کی دوستی سے کیا غرض، یا دشمنی کی کیا پرواہ! لوگ باگ پتھر مارتے ہیں اور یہ جواب میں پھلوں سے جھولی بھر دیتا ہے کہ لے میاں خود بھی کھا اور بال بچوں کے لیے بھی لے جا......

''درخت کی ابتداء بے سُود و بے ضرر ہونا اور اس کی انتہا، نفع بخش ہونا ہے'' اگر یہ بات دل کو لگتی ہے تو یقین مانیے ''رجال اللہ'' کی زندگیاں بھی اس مثال کی حقیقی اور سچی تصویر ہوتی ہیں۔

جس ہستی کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کی ادھوری سی کوشش کر رہا ہوں یہ ہستی جو ''خود پرستی'' کے ہر شائبے سے پاک، عجز و انکساری میں ڈھلی ہوئی ''بے ضرر اور مکمل نفع بخشی'' کے منشور پر گامزن ...... جو لوگ آپ کے ''کل'' سے آشنا ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ شخصیت جو آج بلاشبہ ایک گھنے سایہ دار ثمر بخش درخت کی صورت نظر آرہی ہے اِس کا ''کل'' کتنے گھمبیر تاؤں سے گزرا، مسلسل ہجرت، مخالفتوں کی آندھیاں، عداوتوں کے طوفان، کون سا جاں گسل حادثہ تھا جو اس ''بے ضرر'' جان پہ نہ گزرا! لیکن صدقے اس کرم گستر ماں کرم بی بی کے جس نے اس کونپل کو ہر حادثے، ہر سانحہ اور خطرے سے دعاؤں کی باڑ کے ساتھ محفوظ رکھ کر یوں پروان چڑھایا کہ آج بڑے بڑے ''قدآور'' اس کے زیر سایہ آکر اپنا ''قد بڑھاتے'' ہیں۔ اس شجر سایہ دار کا اس عالمِ ہست و بود میں ورود مسعود 1939ء میں ہوا۔

Marfat.com

عشق رسول ﷺ سے لبریز سینے والے حافظ و قاری میاں مستقیم رحمتہ اللہ علیہ کے وارث و جانشین کی ولادت بھی تعجب انگیز ہے کہ والد میاں عبدالغنیؒ کی پشت میں ہیں مگر کسی ''کرم'' کے منتظر، اور جب ''آغوشِ کرم وا'' ہوئی تو فدا کارانہ اداؤں سے رونق افروز آغوشِ مادر ہوئے ...... مادرِ گرامی! سبحان اللہ، کیا شانِ توکل رکھتی ہیں کہ بچہ کے پیدا ہونے کے بعد اپنی سوتن (بے اولادی کے باعث جسے لوگ منحوس سمجھتے تھے اور اپنے بچوں کو اس کے سائے سے بھی بچاتے تھے) کی گود میں یہ کہہ کر ڈال دیا کہ یہ بچہ آپ ہی کا ہے، گاؤں بھر کے لوگوں نے ایسا کرنے کو بچے کی زندگی کے لیے خطرہ قرار دیا مگر اس کرمانوالی بھاگاں بھری ماں کے جذبۂ صادقہ کو کوئی خوف زدہ نہ کرسکا ...... بچے کو رضاعی ماں نے جب دودھ دینا چاہا ہوگا اس وقت مثالی کردار کی حامل خاتون نے اپنے رب سے اپنی سوتن کے لیے ضرور دعا کی ہوگی کہ یا اللہ! تو مُردے زندہ کرنے والا مہربان مالک ہے، سائیاں! میری اس بہن کی امید کی کھیتی بھی ہری بھری کردے، اور شاید یہ شیر خوار بھی اپنی ماں کا دودھ منہ میں لینے سے پہلے بارگاہِ الٰہی میں التجائیہ نظروں سے مالک سے کچھ مانگ رہا ہوگا اور اپنی والدہ محترمہ کی دل کی دھڑکنوں سے اس کے دل کی دھڑکنیں بھی ہم آہنگ ہوگئی ہوں گی۔ اور پھر اس سڑے نصیباں والی، منحوس سمجھی جانے والی، ناامیدی کی کسی گہری کھائی میں گری پڑی ماں پر اللہ الباری الخالق کے کرم کی برکھا کچھ ایسی برسی کہ اس کی سوکھی کوکھ بھی ہری ہوگئی ...... یہ دو ماؤں کا دودھ پینے والا ...... جس نے شیر خوارگی کا حق ادا کردیا، جسمانی طور پر تو پہلوان نہیں مگر یہ منحنی سا، پیارا سا، سانول سجیلا، سلطنتِ وفا کا تاجور ضرور بن گیا۔

شیرِ مادر تھا یا شرابِ کُہن
جس کا ہے یہ خمار آنکھوں میں

Marfat.com

جس کو یقین نہ آئے ایک بار مِل کے دیکھ لے، دانشوروں میں ایک ذہین مشیر و رہبر، بزرگوں اور ہم رتبہ احباب میں مضبوط و قابلِ بھروسہ دوست، جوانوں کو زندگی کے گُر سکھانے سمجھانے والے راہنما اور بچوں میں ایک معصوم اور بھولا سا ٹافیاں بانٹتا ہمجولی ......

ماجھے کے علاقے کے جاٹ (جنہیں راجپوتوں نے اپنے خاندان سے خارج کر دیا تھا) غیور، بہادر اور سورما مشہور ہیں۔ طبیعت میں خاص قسم کی شوخی، اور احساسِ تفاخر، کہ اپنی بات پہ اڑ جانا ...... یہ ماجھے کے جاٹوں کی خصوصیات میں سے ہیں مگر حیرت اس وقت ہوئی جب پتا چلا کہ آپ بھی خیر سے جاٹ نسل سے تعلق رکھتے ہیں ...... سچی بات یہ ہے کہ دیر تک یقین نہیں آیا مگر یہ کوئی بھارتی مہاجر تو نہیں ہیں کہ ان کے اگلوں پچھلوں کا پتہ نہ چل سکے۔ شرقپور شریف کے علاقے میں ان کا آبائی ہی نہیں بلکہ جدّی پشتی گاؤں فتووالا اور ملتان روڈ پہ واقع گاؤں جلیانہ نزد چوہنگ ان کی جنم بھومی ہے۔ اور امامیہ کالونی سے مسن کالر کے درمیان رنگیاں جنگیاں ان کا مسکن رہا ہے ......
اب سوائے یقین کر لینے کے چارہ نہیں مگر حسین لمحوں کے تراشے اس ہیرے کی شرافت، نجابت، درویشی، فقر، استغنا، للّٰہیت، اخلاص، ہمدردی، خیر خواہی...... اس کے باوجود کہ آپ مستند عالم ہی نہیں بدرجہ سند دینی شخصیت کے مالک، قابلِ رشک مدرس، ہر دلعزیز ہمسایہ، شاگردوں میں بحیثیت مرشد و مربّی، پُر درد خطیب، دوستوں کے لیے بہترین مشیر و معاون ...... یہ ساری باتیں ان کے نام سے منسلک ناقابلِ ترمیم و تنسیخ حوالہ و نسبت ''چشتی'' سے روزِ روشن سے زیادہ عیاں ہوگئیں کہ یہ چشتی گھاٹ سے پانی پلائے ہوئے ہیں۔

11273

Marfat.com

بندۂ عشق شُدی ترکِ نسب کُن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

تو پھر کہاں کا جاٹ اور کہاں کا راجپوت، جب حضرتِ عشق بسیرا کرتا ہے تو سب جھوٹے بانے اتر جاتے ہیں۔ شاید اسی لیے اب خوددار تو ضرور ہیں مگر خودسر نہیں، سرفراز تو ہیں مگر گردن میں غرورِ نسب کا سریا نہیں۔

عشق نبی ﷺ کی عملی تصویر، ... مصنف، پُرمغز نعت گو شاعر، محقق مترجم اور مفسر ہیں، متعدد فلاحی تعلیمی، اصلاحی اور رفاہِ عامہ کے اداروں کے بانی، سربراہ و سرپرست اور روحِ رواں ہیں۔ مدّاحوں کی تعریف و توصیف، دشنام طرازوں کی شماتت سے بے نیاز، تعریف سن کر غبارہ اور تنقید سے انگارہ نہیں ہوجاتے ...... کوئی کرّ وفرّ نہ طمطراق، جبّہ و قبّہ، عُجب نہ کبر، کوئی ہاؤ ہو نہ غُل غپاڑہ، ہٹو بچوں کے ڈونگرے نہ تکلّفِ استقبال، ان سب چیزوں سے بے نیاز بس سوہنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ کے نیاز مندو خوش قسمت ہیں ......

وہ، ادارے جس کا سربراہ، بانی یا سرپرست، وہ، اولاد جس کی نسبت ولدیت، وہ، بستی جس کی گلی کے مکین، وہ دوست جن کے قابلِ اعتماد و اعتبار دوست کا نام حضرت علامہ عبدالحق ظفر چشتی زید مجدہٗ ہے

اور میں اس خوش گمانی میں خوش ہوں کہ میں ان کے دوستوں کی فہرست میں شامل ہوں۔ ان کی شخصیت پر چند سطریں بے معنی سی ہیں پوری مفصل کتاب کی ضرورت ہے۔

﴿مفتی ضیاء الحبیب صابری صاحب' ملتان روڈ، لاہور﴾

✲ ✲ ✲

Marfat.com

نوائے شوق

علامہ عبدالحق ظفر چشتی کا نام نامی محتاج تعارف نہیں، اہل علم و دانش کی دنیا میں اُنہیں کون نہیں جانتا اور قبیلۂ اہل قلم میں انہیں کون نہیں پہچانتا۔ وہ عالم بے بدل، اور عالم بے مثل ہیں۔ تقریر اور تحریر دونوں میں بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ تقریر کرتے ہیں تو منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ اور اگر کچھ تحریر کرتے ہیں تو کاغذ کے صفحات پر موتی بکھیرتے ہیں، بات کرتے ہیں تو دل موہ لیتے ہیں جس کسی سے ایک بار مل لیتے ہیں اُسے اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے وابستگان میں بڑے بڑے علماء اور مشائخ بھی شامل ہیں اور کئی اہل قلم ان سے عقیدت کا رشتہ قائم کرکے فخر محسوس کرتے ہیں۔

عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی رگ رگ میں موجزن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی باتوں میں دلکشی اور ان کی تحریر میں تاثیر و درخشندگی ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آجائے تو ان کی آنکھیں نم آلود ہو جاتی ہیں۔ وہ شعر بھی کہتے ہیں اور نثر بھی لکھتے ہیں۔ مسجد کے منبر پر کھڑے ہو کر وعظ بھی کرتے ہیں غرضکہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن، نئی شان
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی بُرہان

برسوں پہلے انہوں نے ''روحانی شفاخانے'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔

Marfat.com

وہ کتابت منصۂ مشہود پر آئی تو ان کا شہرہ ہوا جو آہستہ آہستہ پورے شہر اور پھر پورے ملک میں پھیل گیا۔ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے اور بکتے رہے۔ روحانی امراض میں مبتلا لوگ ان کی کتاب کے مجرب نسخے استعمال کر کے شفایاب ہوتے رہے۔ آخر کار یہ سلسلہ ملک سے باہر بھی وسعت پذیر ہو گیا۔

کوئی اور ہوتا تو فخر ومباہات اور رعونت وتکبر میں مبتلا ہو کر اپنی گردن میں لوہے کا سریا گاڑ لیتا، لیکن عبدالحق ظفر چشتی نے ہر جگہ فتح وظفر کے جھنڈے گاڑنے کے باوجود اپنی روایتی انکساری اور فروتنی نہ چھوڑی بلکہ اس میں مزید اضافہ ہو گیا۔

کوشش اور خواہش کے باوجود ان سے براہ راست ملاقات کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔ ایک دن ہمارے دوست محبوب الرسول قادری، ان کے مکتبہ پر لے گئے، ان سے مل کر خوشی ہوئی۔ طمانیت کا بے پایاں احساس ہوا۔ وہ محبت اور شفقت سے پیش آئے لیکن بدقسمتی سے ان کا مکتبہ فروغ پذیر نہ ہو سکا اور وہ اسے بند کر کے پھر اپنے گھر اور مدرسہ میں جا بیٹھے۔ کاروبار میں کامیابی کے لیے عہد حاضر کے تقاضوں کے مطابق جن گُروں اور طریقوں سے واقف ہونا ضروری تھا وہ ان سے بالکل نابلد تھے۔

چند ماہ قبل ہمارے کرم فرما صلاح الدین سعیدی اُنہیں ہمراہ لے کر غریب خانہ پر تشریف لائے تو بے حد مسرت ہوئی۔ جی چاہا کہ ان کی کتابوں کا مطالعہ کروں، حسن اتفاق سے اگلے ہی روز انہوں نے اپنی کتاب ''اللہ کے شاہکار محمد (ﷺ)'' پہنچا دی۔ جستہ جستہ دیکھی تو دل بے حد خوش ہوا، ذوق وشوق اور سوز وگداز میں ڈوبی ہوئی اور دل کی گہرائیوں میں اُتر کر مشام جاں کو معطر کر دینے والی تحریر، دلکش ودل کشا، مؤثر اور خوش نما مضامین پر مشتمل کتاب پڑھنے کو ملی

Marfat.com

دو تین ملاقاتیں ہوئی تو ان کی زندگی کے تہ در تہ ابواب کھلنے لگے اور ان کی شخصیت کے گرد سے حجاب اُٹھنے لگے، زندہ دل انسان، درد دل سے معمور شخصیت اپنی گفتگو کو متقدمین اور معاصرین کے عمل اور حسب حال اشعار سے مزین کرنے والے صاحبدل انسان ہیں۔

ان کی ایک کتاب ''کرن کرن اجالا'' آج کل بازار میں آچکی ہے جس کی تقریب رونمائی عنقریب ہونے والی ہے۔ میں ابھی اُسی کے سحر میں گرفتار تھا کہ علامہ عبدالحق ظفر چشتی ایک اور کتاب کا مسودہ لے آئے جس کا عنوان انہوں نے ''اجلے اجلے لوگ'' تجویز کیا ہے، بڑا عمدہ عنوان ہے۔

انہوں نے حکم صادر فرمایا ''کہ اس کا دیباچہ لکھ دو'' راقم حیران رہ گیا کہ ''کیا پدی اور کیا پدّی کا شوربہ'' اتنے بڑے صاحب قلم، اہل علم اور اہل دانش کی کتاب کا دیباچہ میرے جیسا حقیر اوز ادنیٰ انسان لکھے گا جس کا معاشرہ میں نہ کوئی نام ہے اور نہ مقام، بلکہ اصل کیفیت کچھ یوں ہے۔

کس نمی پُرسد کی بھیا کیستی؟۔

پھر خیال آیا کہ شاید ان کا مقصود یہ ہو کہ اس عظیم الشان مصنف کی بلند پایہ کتاب کا دیباچہ لکھنے سے ایک حقیر و ادنیٰ انسان کو اہل علم و ادب، اور اہل عقل و دانش کی صف میں جگہ مل جائے خواہ یہ آخری صف اور آخری قطار ہی کیوں نہ ہو۔

یہ کتاب ایسے شخصیات کے احوال و آثار پر مشتمل ہے جنہوں نے اپنی گفتار اور اپنے کردار و افعال سے معاشرے میں خیر و خوبی کے نہ صرف خوشبو دار پھول کھلائے بلکہ رشدوہدایت کے ستارے روشن کیۓ، ان کی جگمگ سے دنیا و جہاں درخشندہ و منور ہو گئے۔ سینکڑوں، ہزاروں، تیرہ دلوں میں ہدایت

Marfat.com

کے چراغ جگمگا اُٹھے، اور تیرہ و تار دنیا روشن و تابندہ ہوگئی۔

مخالفین الزام عائد کرتے ہیں کہ برعظیم پاکستان و ہند میں اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، اگر اس مفروضے کو تسلیم کرلیا جائے تو خیبر سے راس کماری تک اور کراچی سے سنار گاؤں تک ایک بھی غیر مسلم نہ ہوتا کیونکہ مسلمانوں کا دور حکمرانی کم و بیش آٹھ سو سال تک مشتمل ہے اور آٹھ سو برسوں میں اہل ہند کو مسلمان بنانا مشکل کام نہ تھا۔

یہ اسلام قدسی نفوس نے اپنے کردار اور افعال کی روشنی سے پھیلایا۔ راجھستان میں اسلام اکبر یا جہانگیر نے نہیں پھیلایا، خواجہ معین الدین چشتی نے اپنے حسن کردار اور حسن اعمال سے پھیلایا۔ آج بھی اُن کے مزار پُر انوار پر ہندو بھی حاضری دیتے ہیں اور مسلمان بھی۔

اکبر اعظم کا تو یہ عالم تھا کہ اس کی مہارانی جودھابائی جو راجستھان کے راجا کی بیٹی تھی، رانی بن کر بادشاہ کے حرم میں رہی لیکن وہ بادشاہ کا ''جوٹھا'' نہیں کھاتی تھی بلکہ ایک کٹر ہندو کی طرح اپنے الگ برتنوں میں کھانا پکاتی اور کھاتی۔ ایسے بادشاہوں سے اسلام کی اشاعت کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

؎ از چنیں مرداں چہ امید بہی

علامہ عبدالحق ظفر چشتی نے اپنی کتاب ''اجلے اجلے لوگ'' میں خواجہ محمد الدین ثانی لاثانی، مولانا محمد ذاکر، خواجہ محمد قمرالدین سیالوی، مفتی عبدالقیوم ہزاروی اور بعض دیگر اہل نظر حضرات کی اجلی اجلی باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کا تعلق عہد حاضر سے ہے لیکن اچانک صدیوں دور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر جمیل لے آتے ہیں۔ پھر ''انوکھی تخلیق'' کے عنوان سے رسالتمآب حضرت

Marfat.com

محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر حسین سامنے لے آتے ہیں۔

ان دونوں شخصیات کا ذکر وہ اس انداز میں کرتے ہیں کہ ان کے قلم پر رشک آتا ہے۔

ان کے بعد قاری محمد رفیق چشتی، مولانا عبدالمجید چشتی گولڑوی کے حالات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ دل نشیں انداز میں پیش کرتے ہیں۔

اس کے بعد شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی کے حالات بیان کرتے ہیں جن سے ان کی شخصیت کھل کر سامنے آتی ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی پر مبسوط مضمون بھی موجود ہے۔ ''نور معرفت'' کے عنوان کے تحت مؤذن اسلام ''حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے خریدار'' کا واقعہ دلچسپ انداز میں رقم کرتے ہیں۔

ان کا انداز تحریر دلچسپ و دلکش ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملے، آسان اور سادہ انداز میں قاری کے دل میں اُترتے جاتے ہیں۔ عمدہ اور دلکش اشعار بھی جابجا بہار دیتے ہیں۔ یہ تمام اشعار حسب حال ہیں اور جہاں بھی آتے ہیں لطف دیتے ہیں۔

نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کے ذکر میں شیخ مصلح الدین شیرازی کے اشعار نے معنویت میں اضافہ کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

یکفتا من گلے ناچیز بودم
ولیکن مدّتے باگُل نشستم
جمال ہم نشین درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

مولانا محمد ذاکر علیہ الرحمہ کے سلسلہ میں درج شعر کتنا دل نشیں ہے۔

Marfat.com

حسن بنائے دردِ دل، عشق دوائے دردِ دل
دل ہے برائے دردِ دل، دل کا خدا بھلا کرے

ایک اور شعر دیکھئے اور سر دُھنئے۔

گیلی لکڑی کی طرح جلنے کی عادت دے گیا
جانے والا جاتے جاتے کیا امانت دے گیا

غرض کہ عبدالحق ظفر چشتی کی کتاب اہل ذوق وشوق کی تشنگی کو دور کرنے، دلوں کو منور کرنے اور روح کو سرشار کرنے کا سامان مہیا کرے گی۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

میرے اشعار اے اقبال! کیوں پیارے نہ ہوں مجھ کو
میرے ٹوٹے ہوئے دل کے یہ درد انگیز نالے ہیں

لیکن علامہ عبدالحق ظفرؔ چشتی کی ''نثر کے یہ شہ پارے'' ان کو کیوں پیارے اور عزیز نہ ہوں، یہ ان کے شکستہ دل کے درد انگیز نالوں اور آہوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

توقع ہے کہ اہل شوق ان کے پیش کردہ خمستان حجازی سے ضرور لطف اندوز ہوں گے۔

خاکسار اہل نظر مخلص

محمد سعید احمد بدر قادری المعروف بہ سعید بدر

''البدر'' 965- نظام بلاک علامہ اقبال

ٹاؤن لاہور۔ فون: 042-5414590

20-07-2007

Marfat.com

حسان کی آنکھ کا ورثہ

آنکھ تو دیکھنے کے لیے ہی ہوتی ہے لیکن اس کے دیکھنے کا معیار بہت ہی مختلف ہوتا ہے۔ بچے کے دیکھنے کا انداز اور ہے، لڑکپن کا اور، جوانی اور بڑھاپے کا اور، غریب کسی شئے کو دیکھے گا تو اس کا زاویہ نگاہ اور ہوگا۔ امیر دیکھے گا تو اس کا اور، حریص مال و دولت جب بھی کسی چیز کو دیکھے گا تو وہ حرص و آز کے ساتھ دیکھے گا۔ سخی و جواد کے مال و دولت کو دیکھنے کا انداز اور ہوگا۔ علماء و فقراء، صوفیاء حق ہیں اور متصوفین جاہل و عالم، متقی و گنہگار و پاپی، تاجر و آجر غرض اگر ایک ہی چیز ان زندگی کے مختلف شعبہ جات کے حامل لوگوں کے سامنے رکھ دی جائے تو ہر ایک کا اُس چیز کے بارے میں دیکھنے سے جی نہیں بھرتا۔ دور سے دیکھتے ہیں تو کچھ اور ہوتا ہے۔ قریب سے دیکھتے ہیں تو کچھ اور ہوتا ہے، سرسری نگاہ سے دیکھنا اور، بار بار اور گہری نگاہ سے دیکھنا اور ہوگا۔ کبھی دل کا کہنا ہے:۔

اتنا قریب آ کہ جی بھر کے دیکھ لوں
شاید جو پھر ملیں تو یہ ذوق نظر نہ ہو

اس لیے کہتے ہیں کہ وہ آنکھ انتہائی خوش بخت ہے جو پہلی ہی نظر میں کسی کو دیکھے اور اُس کو اُسی رنگ میں دیکھے جس رنگ میں خالق نے اُسے پیدا کیا ہے۔ پھر اُس دیکھنے میں دھوکہ نہ کھائے، یہ عطا بھی تو کسی کے کرم پر منحصر ہے

Marfat.com

ورنہ اکثر ایسا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کو، آنکھ والوں کو، تحقیق و تدقیق کی آنکھ والوں کو، تنقید و تنقیص کی عینک لگا کر دیکھنے والوں کو دعوتِ نظارہ دی ہے۔ ﴿(اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا) یعنی وہ ذات وہ ہے جس نے سات آسمان تہہ بہ تہہ بنائے۔ (مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ) تو اپنے رب رحمٰن کی اس تخلیق میں کوئی نقص کوئی عیب نہیں پائے گا۔ (فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ) ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ، تمہیں ان نیلگوں وسیع و عریض پھیلے اور سجے سجائے آسمان میں کوئی عیب کوئی نقص نظر آیا ہے۔ (ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ○)﴾ (الملک:۳،۴) اچھا ایک بار پھر، نہیں بلکہ بار بار آنکھ اُٹھا کر دیکھ لے۔ کوئی کجی تلاش کرلے، کوئی کونہ کھدرا دیکھ لے، کہیں اتنے بڑے سات براعظموں کی اتنی بڑی چھت میں، صدیوں نہیں قرن ہا قرن سالوں سے بنے ہوئے ان آسمانوں میں عیب پیدا ہوا ہے، نقص تلاش کرتے کرتے تیری آنکھیں تھک ہار کر ناکامی و نامرادی کی کالک ماتھے پہ لگائے ذلیل و رسوا ہو کر تیری طرف لوٹ آئیں گی۔ اس بے بسی پر صدیوں کا رونا تیرے پیش پڑ جائے گا کہ ہائے! اس ایک چیز ہی کی تخلیق میں کوئی عیب تلاش نہ کر سکا۔

سورۃ الرعد میں ہے: (اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا) یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا اور وہ بغیر ستونوں کے کھڑے ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، اتنی بڑی چھت کو کھڑا کرنے کے لیے کوئی ستون، کوئی تھمی اور کوئی سہارا نہیں دیا گیا۔ دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے کہ کہیں

Marfat.com

بھی کوئی "چب" کوئی "تریڑ" کوئی رخنہ پیدا نہیں ہوا ہے۔ اُس کے اتنے پرانے ہونے کا کبھی احساس پیدا نہیں ہوا۔ اُس پر طویل زمانہ کی کسی گردش کے کوئی اثرات نہیں۔

اگر تو مالک کو ماننے والا ہے تو ایک آسمان ہی نہیں، جب بھی کسی چیز کو دیکھے گا۔ خالق کی طرف سے اس میں حسن کی رعنائیاں جو بھری ہوتی ہیں اُنہیں دیکھے گا تو بے ساختہ پکار اٹھے گا: (رَبَّنَـا مَـا خَـلَقْتَ هٰذَا بَـاطِلًا) یعنی اے ہمارے رب! تو نے کوئی چیز باطل پیدا نہیں فرمائی اور اگر مالک کی، خالق کی، ملکیت اور صفت تخلیق کو دیکھ کر بھی اُسے اُس کے حسن میں ڈوبنے کی نعمت حاصل نہیں تو تھکاوٹ اور ذلت و رسوائی اور ناکامی و نامرادی کی کالک اس کے ماتھے کو باعث عبرت بنا دے گی۔

آسمان تو خیر اتنی دور ہے، اپنے قریب کی چیزوں پہ غور کرلو۔ (اَفَلَا یَـنْـظُـرُوْنَ اِلَـی الْاِبِـلِ کَیْفَ خُلِقَتْ) کیا یہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے اونٹ کو کیسے پیدا کیا، اس کی تخلیق پر ہی غور کرلیں۔ کتنا عجیب و غریب جانور اور بے حد و بے حساب خوبیوں کا مالک اونٹ بنا دیا گیا ہے۔ ذرا اس کی تخلیق پر ہی غور کرلو۔ دوسرے جانوروں کی نسبت اس جانور میں خالق کی قدرتوں پر غور کرو۔ یہ اتنا بڑا جانور، اتنا بڑا طاقتور ہو کر بھی ایک بچہ اس کی نکیل پکڑ کر اس کو بٹھائے تو بیٹھ جاتا ہے، اٹھانا چاہے تو اُٹھ جاتا ہے اور کوئی چوں چرا نہیں کرتا۔ اس پر بوجھ لادنا چاہیں تو لادلیں۔ وسیع و عریض ریگستانوں میں دس دس دن بغیر پانی پیئے گزار لیتا ہے۔ جو جڑی بوٹیاں دوسرے جانور کھا بھی نہیں سکتے، انہیں بھی کھا کر گزارہ کرلیتا ہے۔ باقی جانوروں میں کوئی ایک

Marfat.com

خوبی پائی جاتی ہے۔ بعض صرف دودھ دیتے ہیں، بعض صرف حسن وخوبصورتی کے لیے ہوتے ہیں، بعض پر صرف سامان لادا جاسکتا ہے، بعض صرف گوشت کھانے کے لیے ہوتے ہیں، اُن سے اور کوئی کام نہیں لیا جاسکتا، لیکن اونٹ دودھ بھی دیتا ہے، گوشت بھی کھلاتا ہے، سامان بھی اٹھاتا ہے، سواری کے کام بھی آتا ہے۔ علیٰ ھذا القیاس، پاؤں انتہائی نرم وگداز، عین سینے کے نیچے ایک چکی سی جو گدی کا کام دیتی ہے۔ الغرض اس کی تخلیق ہزار ہا خوبیاں اور اس کی قدرت کے ان گنت جلوے نظر آتے ہیں۔

لیکن بدقسمتی سے جس کا قد ٹیڑھا ہو اس کا سایہ بھی ٹیڑھا ہی ہوگا۔ جس کی آنکھ پر کالی عینک چڑھی ہوئی ہو، اس کو تو ہر چیز کالی ہی نظر آئے گی۔ وہ کہتا ہے: اونٹ رے اونٹ! تیری کون سی کل سیدھی۔ وہ کہتا ہے: ہم نے لاکھوں سال پرانی حوروں کو کیا کرنا ہے، کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ کہتا ہے، معدے کا نظام درست نہ ہو، ملیریا بخار کا شکار ہو، اُسے لبناً خالصاً سائغاللشٰربین کی صفت کمال والا دودھ بھی کڑوا لگتا ہے۔ اس لیے کسی عیب جو کی بات نہ کر۔ وہ اگر عیب تلاش کرنے لگے گا تو اسے یوسف جیسی کمال شخصیت میں بھی عیب نظر آنے لگیں گے۔ حسد کے ملیریے کا بخار جن کو چڑھا ہوا تھا۔ انہوں نے حسن یوسف نہ دیکھا۔ انہوں نے گھر سے اغواء کیا، مارا پیٹا، کپڑے نوچے، اندھے کنویں میں پھینکا، چند کھوٹے سکوں بیچا اور حسد کے ملیریے کا بخار پھر بھی نہ اُترا۔ حضرت یعقوب کی چالیس سال کی ہجر کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ان کے ملیریے کے بخار میں اضافہ کرتا رہتا تھا۔ (قَالُوْا تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ) کہتے ابا جی، ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں: آپ تو اپنی اُسی پرانی

Marfat.com

محبت کی خودرفتگی میں ڈوبے رہتے ہیں، جھلے لوگ کیا جانیں کہ ضلال خودرفتگی اور ضلالِ گمراہی میں کیا فرق ہے۔

آ! تخلیق کائنات کی ہر چیز دیکھ، تجھے اُن میں کسی بھی قسم کا عیب نظر نہیں آئے گا اور اب اس ذات سے رجوع کرتے ہیں جس نے یہ ساری کائنات تخلیق کی ہے اور بے عیب و بے نقص تخلیق کی ہے۔ اس سے عرض کرتے ہیں: کریما، خالقا، مہربانا! یہ بتا کہ تو نے جس کے نور سے یہ سارا زمانہ تخلیق کیا ہے، وہ کیسا ہوگا۔

چشمِ تصور سوچتی ہے کہ روئے محمد ﷺ کیسا ہوگا
اے چشم فلک اب تو ہی بتا دے تو نے تو ان کو دیکھا ہوگا

اے ہمارے مالک! اے ہمارے مہربان! اور حسن تخلیق کے خالق! یہ بتا جب تو کنزاً مخفیا کے چھپے ہوئے رازوں میں تھا، جب تجھے اَنْ اُعْرَفَ کی چاہت ہوئی تھی جب تو نے فَخَلَقْتُ نُوْرَ مُحَمَّدًا کا شاہکار تخلیق کیا تھا۔ جب تجھے پھر اس نور محمد ﷺ سے ساری کائنات کی تخلیق کی چاہت ہوئی تھی، کیا ہم اُس نور محمد ﷺ کی بے عیبی و بے نقصی اور عظمت و رفعت کی پاکیزگی کے کیف و سرور میں شامل ہوسکتے ہیں۔

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے نقش روئے محمد ﷺ بنایا گیا
پھر اُسی نور سے روشنی مانگ کر بزم کون و مکاں کو سجایا گیا

ارشاد ہوا! ہم تیری چاہت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس چاہت کے انعام میں دنیا بھر کی لاکھوں، اربوں، کھربوں پدموں آنکھوں میں ابولہبی، ابوجہلی، اور ولیدی آنکھوں سے بچا کر تجھے حسان بن ثابت کی آنکھ کی وراثت

Marfat.com

عطا کرتے ہیں۔ یہ آنکھ بھی کمال کی آنکھ تھی، اس نے وہ کچھ دیکھا جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔ ہم تجھے صدیق کی آنکھ کی وراثت عطا کرتے ہیں، تجھے ابوطالب کی آنکھ، خدیجۃ الکبریٰ کی آنکھ، ہم اُن پر فریفتہ ہونے والوں، ان پر قربان ہونے، ان نورِ ازلی کے پیکر جمیل پر فدا فدا ہونے والوں کی آنکھیں وراثت میں دیتے ہیں۔

لوگو! میری قسمت کو سراہو، مجھے مبارکبادیاں دو، میری آنکھیں چومو، میری آنکھوں پر قربان ہو ہو جاؤ، تمہیں کیا خبر میں کس نشے میں ہوں، مجھ پر کون سا کیف و سرور طاری ہے۔

دیکھے نہ مجھے رشک سے کیوں چشم دو عالم
ورثے میں ملی ہیں مجھے حسان کی آنکھیں

❀ ❀ ❀

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ يَا سَيِّدَ الْبَشَرِ
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرِ
لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ
بَعْد اَز خُدَا بُزُرگ تُوئی قِصه مُختصر

Marfat.com

خلاق عالم کی انوکھی تخلیق ﷺ

یوں تو حسن اور خوبصورتی کی تلاش میں ساری دنیا کے سات چکر بھی لگا آئیں، اگر حسن او رخوبصورتی ...... آپ کے اندر موجود نہیں تو وہ آپ کو کہیں سے نہیں مل سکے گی۔ لیکن پھول پھر پھول ہی ہے، کون کور مغز ہے جس کو اس کی لطافت، نزاکت، مہک، رنگت اور بناوٹ مسحور نہ کرے بھلی نہ لگے۔ چاند پھر چاند ہے چاند کی چاندنی اور کہکشاؤں کا حسن ...... کسے پسند نہ آئے گا۔

دیدۂ کور کی بات نہیں اور نہ کور چشم کی اور نہ ان کی بات، کہ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا کہ اُن کی آنکھیں تو ہیں لیکن دیکھتے نہیں، بلکہ اُنہیں نظر ہی نہیں آتا ...... بات اُن کی ہے جو يَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ کی خُو کے مالک ہیں۔ جو تخلیق ارض و سما میں، ...... آسمان کی وسعتوں میں، روئی کے گالوں کی صورت، ہزاروں من پانی سے بھری مشکیں اٹھائے پھرتے بادلوں میں، غضبناک ...... اُچھلتی اُبھرتی دریائی اور سمندری لہروں میں ...... اور اُن کے اوپر خراماں خراماں، ہزاروں من بوجھ اٹھائے بہتی کشتیوں میں، لیل و نہار کے خوبصورت اور خاموش انقلاب میں تدبر و تفکر کرتے ہیں۔ ان میں چھپی رعنائیوں میں، ان تخلیقی نُدرتوں میں، مخفی اثرات میں اور ......فیوض و برکات میں ڈوب کر، پہروں گم رہتے ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا کہ اے ہمارے رب! تو نے تو کوئی

Marfat.com

چیز بھی بے کار محض پیدا نہیں فرمائی، تو پاک ہے۔

اگر تدبر و تفکر کے ساتھ ساتھ کوئی شخص تنقید و تحقیق کی موٹے موٹے شیشوں والی عینک بھی آنکھوں پر چڑھا لے تو ایسے شخص کے لیے حکم ہے: اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ○ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ○ (الملک: ۴/۶۷) جس نے سات آسمان بنائے، تہ بہ تہ تم رحمٰن کی تخلیق میں کچھ تفاوت نہیں پاؤ گے، پھر نظر دوڑاؤ، تمہاری نگاہ تھکی، ماندی، ناکام تمہاری طرف لوٹ آئے گی۔ آسمان کی وسعت کا اندازہ لگانے والے مشاہدہ کے بعد یقیناً یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ بظاہر نظر آنے والی اشیاء میں ...... اس سے بڑی کوئی چیز نہیں، سات براعظموں پر، ایک ہی آسمان...... چھت کا درجہ رکھتا ہے اور اتنی بڑی شے میں کوئی نقص نہ ہو، اس میں نہ کبھی نقص تھا نہ ہے اور جب تک مالک کی طرف سے مقررہ وقت آ نہیں جاتا اس وقت تک کوئی نقص نہیں آئے گا۔

اس کی واضح وجہ یہ ہے کہ وہ رحیم ہے، ودود ہے، وہ رحم فرمانے والا ہے، محبت کرنے والا ہے، گویا اُس نے جو کچھ بنایا ہے، اُس نے بڑی محبت سے بنایا ہے اور ہر صانع اپنی وہ صنعت، جس سے صانع محبت کرتا ہو۔ اپنی محبت کے پیش نظر اس کی نظر میں، اُس صنعت میں، اُس کے حسن کے مکمل کرنے کے لیے جو جو پہلو، ادنیٰ یا اعلیٰ، چھوٹا یا بڑا، مہنگا یا سستا ممکن ہو، اُس کو پورا کرتا ہے اور جو ہو ہی قادر مطلق اور ودود بھی ہو، یعنی محبت کرنے والا اور اپنی صنعت پر اُسے ناز بھی ہو، تو اُس میں کیونکہ نقص رہنے دے گا۔

Marfat.com

اُس صانع مطلق و رحیم ودود کی بے حد و عد مصنوعات میں سے صرف آسمان دنیا کی طرف ہی اپنی نظر اٹھ رہی ہے جس کو اُس نے زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ فرما کر اس کی تعریف کی ہے کہ ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کیا ہے۔

اسی طرح اُس کی ہر صنعت ہے۔ زمین کا فرش، اُس کے اندر مخفی معدنیات، جواہر اور قیمتی اشیاء اور خزانے، نباتات ...... کروڑوں قسم کی نباتات، ان کی فطری اٹھان، اُس اٹھان میں قدرت کی کوئی جھلک، ان تمام نباتات کے اندر ...... ہر ایک کی الگ الگ تاثیرات، مفادات عنایات اور لذات وغیرہ جمادات حیوانات وغیرہم وہ کون سی چیز ہے جس کی بناوٹ ہو چکی ہے۔ اُس بناوٹ میں جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے تزئین و اضافے کی ضرورت محسوس ہوتی ہو۔

اس ساری تمہید کا نکتہ عروج یہ ہے کہ اُس کی وہ تمام مخلوقات جو اُس نے بے شک محبت ہی سے بنائی ہیں، لیکن ان میں سے ایک مخلوق اُس کی وہ بھی ہے جو ساری مخلوقات کی تخلیق کا باعث ہے وہ وجہ تخلیق کائنات ہے، وہ سبب ہے تمام مخلوقات کا، یہ ساری کائنات صرف ایک ذات کی خاطر معرض وجود میں لائی گئی ہے۔ جس نے اپنی ساری مخلوقات کے ہر حسن کے عروج کی انتہاء کو اس ایک ذات میں سمو کر رکھ دیا ہے بلکہ ہر چیز کی تخلیق کی خِلقت کے مقصد میں وہ ایک ہی ذات نظر آتی ہے۔

جد آیا محبوب خدا دا ہوگیا نور اجالا ﷺ

سارا حسن سمیٹ لیایا سوہنا کالیاں زلفاں والا ﷺ

وہ حسن مطلق کے نقش اول، برگ و گل کے حسن و عشق کا مرکز، گل و لالہ

Marfat.com

کی نرم و نازک پنکھڑیوں کا نکھار، ہواؤں کی جانفزا کیفیتوں میں کیف و جذبات کا تلاطم، رونق گلزار ہستی ...... حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔

داستان حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہوکر رہ گئی

جس انداز کے ساتھ اس صانع مطلق نے اپنی عظیم الشان تخلیق کے ناز اٹھائے ہیں، دنیا میں کہیں کوئی مثال نہیں ملتی۔ وَالضُّحٰی ○ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ○ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ○ قسم ہے چاشت کے وقت کی طرح چمکتے دمکتے چہرے کی اور قسم ہے سیاہ رات کی طرح شانوں کو چھوتی ہوئی زلفوں کی، تیرے رب نے نہ تجھے چھوڑا ہے اور نہ وہ تجھ سے روٹھا ہے

پاک ذات کی باتیں سن اور پاک ہوجا۔ جس نے ان کی بات کو کان سے سنا، اُس کے کان پاک جس نے خوش ہوکر آگے بیان کیا، اُس کی زبان پاک جس نے دل میں محفوظ رکھی، اُس کا دل پاک جن کی باتیں سن کر انسان پاک ہوجاتا ہے۔ اگر اُن کو دل میں بٹھا لیا جائے، تو اس دل کی قدر ومنزلت کون جانے ...... یہ پاک لوگوں کی باتیں ہیں پاک کرنے والوں کی باتیں ہیں جو وَیُزَکِّیْھِمْ کی شان والے کی باتیں ہیں۔ خدا کرے اس ذات پاک یعنی پاک کرنے والی ذات کی محبت کا قدم میرے دل سے کبھی نہ نکلے۔

آپ قدرت کا عظیم شاہکار ہیں، حسن ظاہر اور حسن باطن کے تمام مظاہر میں، ایک کامل مکمل اور اکمل نمونہ، تمام حسینانِ جہان اُن کے سراپا پر سر سے پا تک فِدا ہیں۔

Marfat.com

خالق و مالک، صانع اور مبدع نے اپنے لازوال کلام میں اپنے اس حسن ازل کے شاہکار کو خود کئی انداز سے نوازا اور خوب نوازا، ذات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق صفات کو، پوری ذی شعور انسانیت کی تلاوت کا حصہ بنا دیا اور فرمایا: وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (۴/۱۱۳) کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

اعضا کے تناسب کے حسن نے بھی ...... جہاں جہاں اپنے جلوے دکھائے ہیں دنیا نقد دل کے نذرانے پیش کرتی رہی، رخِ انور کے حسن میں گم ...... لوگ اپنی انگلیاں کٹوا بیٹھے۔ حسن موسوی کو دیکھ کر ان کی اہلیہ حضرت سفورہ نے آنکھوں کی بینائی نذر کر دی لیکن حسن محمد نے کیا دھوم مچا ڈالی، مردانِ عرب اُن پہ نثار ہو ہو کر سر کٹاتے پھریں، درخت فدا ہوئے، پتھروں نے کلمہ یاد کر لیا، خشک تنے ہجر برداشت نہ کر سکے، اور فراق میں رونا دھونا سیکھ لیا، مردوں نے قصیدے لکھے، جنوں نے اشعار لکھے، ساتھ پیدا ہونے والا قرن، جن ...... ایمان لے آیا۔

عمر بھر کا ایک ایک لمحہ ...... خالق کی نظر میں اِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا آپ تو ہماری آنکھوں میں بستے ہیں، عمر مبارک کی ایک ایک ساعت بطور چیلنج پیش کر دی۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ میں تم میں عمر کا ایک حصہ بسر کر چکا ہوں، لاؤ تو کوئی مثال ڈھونڈ کے۔

کوئی شاہکار ایسا کبھی تھا نہ ہے نہ ہو گا

چاند، سورج، ستارے، کہکشاں، حسن کا ایک آئیڈیا ہیں،. آئیڈیل ہیں، معیار ہیں، سنبل ہیں، روشنی پھیلانا، خوبصورت لگنا، منافع تقسیم کرنا، سمندروں کی لہروں میں اتار چڑھاؤ پیدا کرنا، پھلوں کے پکنے میں مدد دینا، اُن میں مٹھاس

Marfat.com

بھرنا اور مختلف رنگوں میں رنگنا، میٹھی نیند سلانا، نیند سے بیدار کرنا، یہ اور اس قسم کے لاکھوں کام کرنا، یہ سب اُن کے حسن کی رعنائی ہے، دل فریبی ہے۔ یہ سب اپنی جگہ لیکن حسن ازل کا اکمل ترین نمونہ، حضور کی ذات والا صفات کی بات، کیا بات ہے کہ وہی چاند اُس کے بچپن کے پھبنے کی ننھی پھبن، اللہ اکبر! انگلیوں کے اشاروں پر ناچتا ہے، کھلونا بنتا ہے، اپنے دل کو درمیان میں سے چیر کر قدموں کو بوسے دیتا ہے، سورج کبھی مغرب سے طلوع نہیں ہوا، وہ بھی اُن کی انگلی کے اشارے کا منتظر رہا کہ کبھی مجھے بھی حکم کی تعمیل کا اشارہ ہو، اشارہ ہوا تو اپنی فطرت طلوع و غروب ہی بدل ڈالی۔ ڈوبا سورج ابھرا اور اُن کے غلام علی المرتضیٰ کو نماز عصر پڑھانے تک کھڑا رہا۔

ستارے اور کہکشائیں سنا ہے دنیا کی قسمتیں تقدیریں بتاتے ہیں، مقدر بنانے اور بگاڑنے پر مامور ہیں، لیکن ان کے اپنے مقدر کا ستارہ خود ممدوح رب کائنات ﷺ کے ہاتھ میں ہے۔

تیرے نور سے اے حبیب مہ و مہر کی ہے یہ تاب سب
جسے لوگ کہتے ہیں کہکشاں تیری راہ گزر کا غبار ہے

میں اکثر سوچتا ہوں کہ اب کے اگر میں آپ کی شان میں کچھ کہوں گا یا لکھوں گا تو یہ لفظ لکھوں گا، یہ بات کروں گا۔ اب اس پیرائے میں بات ہوگی، اب کے یہ شعر پڑھوں گا، یہ نعت لکھوں گا، وہ قصیدہ پڑھوں گا لیکن وہ سارے الفاظ وہ سارے جملے، وہ ساری فصاحت و بلاغت سے بھری عبارتیں وہ صاف و سادہ انداز سے کہی جانے والی بے ساختہ زبان اور قلم سے نکلنے والی کہاوتیں لکھ چکتا ہوں۔ کہہ لیتا ہوں تو پھر اپنی کم مائیگی، اپنی علمی بے بضاعتی اپنے عجز، اپنی بے بسی

Marfat.com

پر شرم سے ڈوب جاتا ہوں کہ میں نے تو ان کی شان میں کچھ بھی نہیں کہا۔

میرے خیال نے جتنے بھی لفظ سوچے تھے
تیرے مقام اور مرتبے سے چھوٹے تھے

پھر ایک نئے عزم سے، نئے حوصلے سے، اٹھتا ہوں اور یہ سوچ کر اٹھتا ہوں کہ تیرے ان حرفوں سے، لفظوں سے، قصیدوں سے، شعروں سے، نعتوں سے اُن کی ثنا کا حق تو ادا ہو نہیں سکتا لیکن اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ جب سے تو اس کام میں مصروف ہے۔ تیری اپنی شان تیرے اپنے مرتبے کتنے بڑھ گئے، قدم اٹھتے ہیں یہ لوگ رستہ دیتے ہیں۔ بات کرتا ہوں، کہتے ہیں: اس کی زبان سے پھول جھڑتے ہیں، لوگ بار بار سننے کی تمنا رکھتے ہیں اور

میں تصور میں کھڑا تھا اپنے آقا کے حضور
شہر بھر میں لوگ میری جستجو کرتے رہے
ہم کہاں عزت کے قابل تھے مگر بستی کے لوگ
نعت کے صدقے ہماری آبرو کرتے رہے

پھر کیوں نہ اُن کے رخ کی بات کروں، کیوں نہ زلف عنبریں کا ذکر چھیڑوں، کیوں نہ مکحول آنکھوں کے تذکرے کروں، کیوں نہ اُن لب ہائے مبارک کے ذکر سے لذت لوں، حق ادا کرنا تو میرے بس میں نہیں، ذکر کرنا تو میرے بس میں ہے۔

ویران زندگی تھی اور میں خاک چھانتا تھا
تیری عطا سے پہلے مجھے کون جانتا تھا

حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَحْسَنَ

Marfat.com

النَّاسِ وَجْهًا وَاَحْسَنَهٗ خُلُقًا یعنی حضور نبی کریم ﷺ کے چہرے کے حسن کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے حسین تھے اور اعلیٰ ترین اخلاق کے مالک تھے۔

حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اِنَّ نَبِیَّکُمْ صَبِیْحُ الْوَجْهِ کَرِیْمُ الْحَسَبِ حُسْنُ الصَّوْتِ یعنی اے لوگو! تمہارے نبی کا چہرہ انتہائی خوش نما اور خوش منظر تھا۔ آپ کا نسب مبارک اعلیٰ تھا اور آپ کی آواز بہت ہی حسین تھی۔

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کے بعد اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں: رَاَیْتُ رَجُلًا ظَاهِرَ الْوَضَاءَةِ مُتَبَلِّجُ الوجه یعنی آپ کا چہرہ اقدس سورج کی سی تابانی اور درخشندگی لیے ہوئے تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ میں نے آپ سے بڑھ کر حسین کسی کو نہیں پایا، آپ کے چہرہ انور کو دیکھ کر احساس ہوتا تھا گویا آپ ﷺ کے چہرہ انور میں آفتاب محوِ خرام ہے۔

چہرے کو اُن کے چاند کہوں یہ بھی ہے غلط
خورشید نیم روز کہوں یہ بھی ہے غلط
میں اور پھر خاموش رہوں یہ بھی ہے غلط
یکتا تھا بے مثال تھا چہرہ حضور کا
بس اتنا جان لیجئے منبع تھا نور کا

٭ ٭ ٭

Marfat.com

پیکر تسلیم ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام

باخبر نبی ...... حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الفاً الفاً نے خبر دینے والے کے حکم سے ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خبر دی۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرَاهِيْمَ. ان کو ابراہیم علیہ السلام کی خبر پڑھ کر سنایئے ...... اور آپ نے وہی کچھ سنایا ...... جس کا آپ کو حکم دیا گیا ...... جو اس خبر پر کان دھرے ...... اس کو ذہن میں محفوظ کرلے ...... سوچ میں رکھ لے ...... اس خبر کے حسین دھاروں سے اپنے آپ کو دھو ڈالے ...... وہ دُھل گیا۔

خبر یہ ہے ...... کہ ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم سے پوچھا: تم کس چیز کی پوجا کرتے ہو ...... آپ کا یہ سوال ...... صرف دعوت فکر دینے کے لیے تھا ...... بعض اوقات ...... انسان ...... ایسے ہی ...... بے سوچے سمجھے ...... بھیڑ چال کے طور پر کام کرتا رہتا ہے ...... کبھی شعور بیدار نہیں ہوتا ...... کہ یہ کام کیوں کیا جارہا ہے ...... یا عواقب ونتائج کیا ہوں گے ...... حالانکہ بندگی ...... تو ایسے نہیں ہوتی ...... یہ تو عبد اور معبود کے ایک خاص تعلق کی بات ہے ...... بندگی ...... اگر خالق کی ہو ...... اور معبود کے اِذن کی تعمیل ہو ...... تو نور وشعورِ زندگی بڑھ جاتا ہے ...... ورنہ ظلمات بڑھنے لگتی ہیں ...... اندھیرے گھمبیر ہوجاتے ہیں۔ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ کا یہی مفہوم ہے۔

Marfat.com

گھر والے ...... اور مقدمہ کے دیگر افراد نے کہا ...... نَعۡبُدُ اَصۡنَامًا ہم تو بتوں کی پوجا کرتے ہیں ...... اور اس عبادت میں مگن ہیں ...... نظر آتا تھا ...... کہ یہ لوگ بغیر کسی سند اور دلیل کے اس کام میں مصروف ہیں ...... آپ نے انہیں جھنجھوڑنے اور بیدار کرنے کے لیے ایک سوال کر ڈالا ...... سوچ اور فکر کے سوتے خشک ہو چکے ہوں ...... تو سوال ...... ان کو بیدار کرنے کا اچھا ذریعہ ہوتا ہے...... آپ نے پوچھا ...... کہ جب تم ان کی عبادت کرتے ہو ...... اپنی بپتا اور دکھ بھری کہانی سناتے ہو ...... تو کیا یہ سنتے ہیں؟ ...... اس لیے کہ معبود کی شان یہ ہے ...... کہ وہ اپنے بندوں کی بات سنے بھی ...... سمجھے بھی ...... اور ان کے دکھوں کا مداوا بھی کرے ...... اور جس کے سننے کا کوئی ثبوت نہ ہو ...... اس کی عبادت کرنا کفر ہے ...... اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ کی صفت صرف ایک واحد ذات کی صفت ہے ...... اور کسی کی نہیں۔

غور و فکر کی صلاحیت موجود ہو ...... سوال اٹھانے والے کی خیر خواہی بھی موجود ہو ...... تو بلا سند اور بلا جواز اپنائے ہوئے آباؤ اجداد کے رسوم و رواج پر غور کر لینے میں بہت فوائد موجود ہوتے ہیں۔

دوسرا سوال یہ بھی کیا ...... کہ کیا وہ تمہیں کوئی نفع یا نقصان دیتے ہیں؟ ...... اطاعت و فرمانبرداری پر کرم کی گھٹا اٹھاتے ہیں ...... یا ناراضگی کے وقت یا نافرمانی پر کوئی سزا دیتے ہیں۔ معبود کی یہ شان ہوتی ہے ...... کہ وہ نتائج پر قادر ہوتا ہے ...... لہٰذا جو نفع اور نقصان پر قادر نہ ہو ...... وہ معبود نہیں ہو سکتا۔

اُن کے جواب میں دانشمندی کی کوئی بات نظر نہ آئی ...... کہنے لگے:

﴿وَجَدۡنَا اٰبَآءَ نَا کَذٰلِکَ یَفۡعَلُوۡنَ﴾ کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسے ہی

Marfat.com

کرتے پایا ہے...... اور بس...... حالانکہ آباؤ اجداد کے طریقے پر چلنا تو اسی وقت سود مند ہوسکتا ہے...... جب اس کی کوئی سند ہو...... اس کی کوئی دلیل ہو۔

پاک لوگوں کی باتیں...... پاک کرنے والی ہوتی ہیں...... بات سننے والے...... اور اُس بات پر کان دھرنے والے پاک ہوجاتے ہیں...... اگر پاک لوگوں کی باتیں سن کر دل میں رکھ لی جائیں...... ذہن وفکر کے جھرنوں میں محفوظ کرلی جائیں...... تو اس کے اثرات بھی انوکھے ہی ہوں گے۔

آباء و اجداد اگر حق پر ہوں...... تو ان کے نقوش قدم کی بڑی اہمیت ہے...... اور اگر وہ حق پر نہ ہوں اور حق پرستی اُن کا شیوہ نہ ہو...... تو اُن کی پیرْوی میں خسارے کے سوا اور کیا ہوگا۔

خسارے میں ڈالنے والا...... کبھی دوست نہیں ہوسکتا...... دشمن کا قرب تو کبھی کسی دانشمند نے پسند نہیں کیا...... اس لیے...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرما دیا: فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّلِّیْ. وہ سارے اصنام اور اصنام پرستی کرنے والے...... میرے دشمن ہیں...... اگر وہ خیر خواہ کے دشمن ہیں تو...... دوسروں کے بھی دشمن ہی ہوں گے...... دشمن کی پہچان ضروری ہے...... ورنہ اُس سے بچنے کی کوشش پوری نہ ہوگی۔

دوست صرف اللہ کی ذات...... اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا. اللہ تعالیٰ ہی اہل ایمان کا دوست ہے...... وہ اندھیروں سے نکالنے...... اندھی راہوں میں رکھوالی کرنے...... سب سے بچ کر نکال لے جانے...... سکون و راحت اور حق و صداقت کی تمام روشنیوں میں پہنچانے پر قادر ہے...... معبود محتاج ہو...... تو وہ محتاجوں کی محتاجی دور نہیں کرسکتا...... اور جو نفع و نقصان پر قادر نہ ہو...... اس کی

Marfat.com

بندگی ہی کیوں کی جائے۔

اُن کے قلب و ذہن کو...... آمادۂ فکر پا کر...... اپنے معبود حقیقی کا انتہائی بلیغ انداز سے تعارف شروع کر دیا...... اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ. اُسی نے مجھے خلق کیا...... اور وہی میری راہنمائی کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ تعارف اور اس سے آگے آنے والی تفصیلات بیان کرنے کا مقصد یہ ہے...... حقیقی معبود اور باطل معبود کے درمیان ایک خط امتیاز ضرور کھینچ دیا جائے...... جس سے راہ کے انتخاب میں راہنمائی مل جائے۔

معبود...... جب خالق ٹھہرا...... تو اس کی راہنمائی بھی اُسی کے ذمہ ہوئی...... وہی جسمانی اور روحانی طلب کو جانتا ہے...... اور انہیں پورا کرنا بھی جانتا ہے...... آپ نے مزید فرمایا: هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا بھی ہے...... لاشریک معبود کی طرف...... اُن کا رخ موڑنے کے لیے...... صحیح رخ کی راہنمائی کر رہے ہیں۔ ...... خالق کو ہی مخلوق کی ضروریات کی خبر ہونی چاہیے...... عین ممکن ہے...... کہ مخلوق کو بہت سی ایسی ضروریات کی خبر ہی نہ ہو...... جو اس کے لیے بہت ضروری ہیں...... اُن کی خبر بھی...... اسی کو ہونی چاہیے...... جو ان کا خالق ہے اور جبھی تو ضروریات پوری ہوں گی...... وہ تمام راستے پیدا کرنا...... ان راستوں کی راہنمائی کرنا بھی...... اُسی کے ذمہ کرم پر ہونا چاہیے۔

آپ نے مزید فرمایا: وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ. جب میں بیمار ہوتا ہوں...... تو وہی مجھے شفا عطا فرماتا ہے...... کھانا پینا ایک ضرورت کے تحت ہوتا ہے...... اور ایک خواہش کے تحت ہوتا ہے...... اگر کوئی ضرورت اور خواہش

Marfat.com

کے فرق کو نہ سمجھے گا...... تو صاف ظاہر ہے...... کہ ضرورت سے زیادہ کھائے گا ...... اس ضرورت سے زیادہ۔ جتنی جسم کو درکار ہے...... تو بیمار پڑ جائے گا...... مرض کا سبب معلوم ہوجائے...... اس کو دور کرنے کی کوشش کی جائے...... تو شفاء کی دُعا بجا ہوگی...... اپنی زیادتی پر نادم ہوکر...... خالق سے اپنی بدپرہیزی پر ندامت اختیار کرے...... تو شفا دیتے اُسے دیر نہیں لگتی۔

اگر احتیاط کی بجائے...... افراط و تفریط کا شکار ہوجائے...... تو جیسے اُس نے خود ہی تخلیق کا دروازہ کھولا تھا...... ایسے ہی اُس نے موت کا دروازہ بھی کھول رکھا ہے...... آپ نے فرمایا:...... اَلَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ. وہ مجھے موت بھی دے گا...... پھر مجھے زندہ بھی کرے گا...... وہی خالق ہی میرے مقصد و وقت حیات کا تعین کرنے والا ہے...... وہی موت کے وقت کا...... پھر میرے اعمال نیک و بد کی جزاء وسزا کا حق رکھتا ہے...... اسی نے مہلت حیات بخشی ہے...... اس مہلت کے پورے ہونے کا علم بھی اس کے پاس ہے۔

جو آئینہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے سامنے پیش کیا...... وہ قوم اس آئینے میں...... اپنا حالل دیکھ سکتی تھی...... اور اپنے معبودوں کا حال بھی دیکھ سکتی تھی...... جزا کا یقین ہوجائے...... تو اصلاح احوال سے غفلت ممکن نہیں ہوتی...... ہمیں یہ طمع رکھنا چاہئے...... کہ ہمارا خالق...... یوم حساب کو...... ہماری خطاؤں سے درگذر فرمائے گا...... بندگی میں...... سب سے اعلیٰ مقام یہ ہے ...... کہ بندہ...... بندگی میں اعلیٰ ترین خدمات انجام دینے کے بعد بھی...... یہ اعتراف کرلے...... کہ حق بندگی...... ادا نہیں ہوا...... آپ نے فرمایا: اَلَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَلِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ. میرا رب...... میرا خالق...... میرا مربی

Marfat.com

...... میرا محافظ ...... جو ہے ...... میں اُسی سے یہ امید رکھتا ہوں ...... کہ روزِ حشر ...... میری خطائیں معاف فرما دے گا، میری کوتاہیوں سے صرفِ نظر کرے۔

پہچاننے کے لیے ...... صرف آنکھ کی ضرورت نہیں ہوتی ...... دریا کی آنکھیں نہیں تھیں ...... وہ موسیٰ اور فرعون میں امتیاز کر گیا تھا ...... اسے عمر کا خط پڑھنے ...... اور اس پر پیہم و مسلسل عمل کرنے کا سلیقہ آ گیا تھا ...... لیکن اُن لوگوں کے ذہن وفکر کی بنجر زمین میں ...... ابراہیم کے فکر و تدبر کے بوئے ہوئے دانوں میں کوئی دانہ نہ اُگ سکا، ابراہیم نے تو حسن یار کا تعویز ...... اُن کے گلے میں ...... ڈالنے کی کوشش کی۔ علیہ السلام

رہے محروم اس دولت سے دولت ڈھونڈنے والے
سبھی کچھ پا گئے دامان رحمت ڈھونڈنے والے

* * *

سر شیخ عبدالقادر جو (علامہ اقبال کے ہم عصر تھے) کی خوبصورت حاضر جوابی:

ڈاکٹر محمد باروی راوی ہیں کہ جولائی 1938ء میں لندن میں سر فیروز خان نون کے مکان پر پنڈت جواہر لال نہرو کے اعزاز میں دوپہر کا کھانا تھا۔ کھانے پر نائب وزیر ہند اور عبدالقادر بھی مدعو تھے۔ سٹوارٹ نے کھانے پر بیٹھتے ہی عبدالقادر کے ایک چٹکی لی، اور کہا: سر عبدل! میں نے سُنا ہے کہ آپ کے ہاں ابھی تک لوگ ہاتھ سے کھانا کھاتے ہیں۔ (مراد یہ تھی کہ چمچہ اور کانٹا استعمال نہیں کرتے) عبدالقادر ایک لمحہ کے لیے مسکرائے۔ پھر فوراً بول اُٹھے: بالکل اسی طرح جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھاتے تھے۔ اس پر ایک قہقہہ بلند ہوا اور نائب وزیر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ (نوائے وقت 18 مارچ 2007ء)

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کی آگ

مجنوں کو خبر ملی کہ لیلیٰ آرہی ہے۔ وہ اس کے استقبال کے لیے تیاریاں کرنے لگا۔ تیاریوں کی تکمیل کے بعد اونٹنی پر سوار ہوا اور چل دیا۔ اونٹنی کا بچہ گھر میں تھا، مجنوں تو لیلیٰ کی طرف جلد جانے کی فکر میں تھا جبکہ اونٹنی کا دل گھر میں بندھے ہوئے اپنے بچے کی طرف تھا۔ مجنوں جتنا زیادہ اُسے تیز چلانے کی کوشش کرتا اونٹنی اتنا ہی موقع تلاش کر کے پیچھے گھر کی طرف دوڑ لگا دیتی۔

مجنوں سمجھ گیا، دو مختلف عاشقوں کا اگر محبوب ایک نہ ہو تو دونوں مل کر ایک جانب کو چل نہیں سکتے۔ اُس نے اونٹنی کو چھوڑا کہ تو جا اپنی منزل اپنے بچے کی طرف اور میں چلتا ہوں اپنی منزل اپنی محبوبہ اپنی لیلیٰ کی طرف۔

ابراہیم اور نمرود دونوں کا قبلہ مختلف تھا۔ دونوں کی منزل مختلف تھی، وہ کبھی ایک منزل کی طرف اکٹھے سفر نہیں کر سکتے تھے۔ پیٹ کے بندے کا قبلہ دستر خوان ہوتا ہے، اُس کا ہر قدم ادھر ہی ہوگا وہ بیت اللہ کو سفر نہیں کر سکتا۔

جسم کی منزل پستی ہے اور جان کی منزل پرواز ہے۔ دونوں ایک بس پر سفر نہیں کر سکتے، جان کو جسم کی قربانی دینی ہی پڑتی ہے، اگر اکٹھے چل بھی پڑیں تو ہر ایک اپنی اپنی منزل پر رُکتے جائیں گے۔ اُن کو ایک دوسرے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔

ایک کبوتر کسی جوہری کا موتی لے کر اُڑ گیا۔ کبوتر باز بھی کبوتر کے پیچھے

Marfat.com

پیچھے دوڑ پڑا اور جوہری بھی، دونوں کی منزل بظاہر کبوتر ہی تھا لیکن چاہت ایک نہیں تھی۔ کبوتر اڑتا اڑتا ایک بلند اور خوبصورت مینار پر جا بیٹھا۔ وہاں ہزاروں لوگ اس مینار کو دیکھنے آئے ہوئے تھے۔ ان کی نظر بھی مینار پر تھی، کبوتر باز کی نظر بھی مینار پر تھی اور جوہری کی نظر بھی مینار پر تھی لیکن کسی کو کسی دوسرے سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

بڑی کوشش سے کبوتر مینار سے اڑانے میں کامیابی ہوئی لیکن تھوڑی دور جا کر کبوتر کی چونچ سے وہ موتی گر پڑا، جوہری وہیں ٹھہر گیا۔ اب اکیلا کبوتر باز ہی کبوتر کے پیچھے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اس کی منزل موتی نہیں کبوتر تھا اور جوہری کی منزل موتی تھی، کبوتر نہیں تھا۔

ابراہیم و نمرود ایک ہی بستی، ایک ہی شہر، ایک ہی ماحول اور ایک ہی خاندان کے افراد تھے لیکن مرکز مختلف تھا، نقطہ نظر مختلف تھا، مقصود مختلف تھا۔ ان کی منزل مختلف تھی، محبوب جدا جدا تھے۔ کوئی بہت قریب تک دیکھنے والا تھا اور کوئی بہت دور تک دیکھنے والا تھا۔ ایک صرف ستارے، چاند اور سورج تک نظر رکھتا تھا۔ اس کی نظر صرف ان کی چمک دمک پر تھی، ان کے ظاہری حسن پر تھی اور اس کے سارے ماننے والے اس ماحول میں پلنے والے سب اسی طرح تھے وہ صدیوں سے اس کے سوا اور کچھ نہ دیکھ سکے۔ ایک دیکھنے والا آیا اس نے ستارہ دیکھا اس کی چمک دمک دیکھی، اس کی اہمیت کا معترف ہوا، اس نے چاند دیکھا۔ اس کے حسن کو دیکھا۔ اس کی میٹھی میٹھی پھوار چھینکنے والی چاندنی بھی دیکھی اور اس کی پاکیزگی اور شان کا اعتراف کیا۔ اس نے سورج بھی دیکھا، اس کی رفتار بھی دیکھی۔ اس کی کرنوں کے تیکھے تیر بھی دیکھے، سارے عالم کو

Marfat.com

منور کرنا بھی دیکھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ دیکھنے والے نے ایک ایسی بات بھی دیکھ لی جو صدیوں سے دیکھنے والوں میں سے کوئی نہ دیکھ سکا۔ وہ لاکھوں ہزاروں میں صرف ایک تھا اور وہ تھا ابراہیم علیہ السلام۔

ابراہیم نے ان کی شانِ رعنائی کے ساتھ ان کے اندر چھپی ہوئی بے بسی اور بے چارگی کو بھی دیکھ لیا۔ ان کا گھٹنا، بڑھنا، چڑھنا، غروب ہونا، ڈوبنا اپنی مرضی سے نہ چڑھ سکنا، اپنی مرضی سے نہ ڈوب سکنا، اپنے طلوع وغروب میں بھی کسی کے محتاج گھٹنے بڑھنے میں بھی کسی کے محتاج۔

پھر ابراہیم نے ان تمام مجبوروں ومقہوروں کے مجبور کرنے والا، بے بس بنانے والا، ان کو غروب کرنے والا، ان کو طلوع کرنے والا بھی دیکھ لیا جو کوئی نہ دیکھ سکا تھا۔

اس نے برملا اظہار کردیا، علی الاعلانٌ کہہ دیا، میں اُن میں سے کسی کو نہیں مانتا، نہیں مانتا۔ ہاں! اگر مانتا ہوں تو اس کو مانتا ہوں جس کے ہاتھ میں ان سب کی باگ ڈور ہے۔ جو جب چاہے ان کو طلوع کردے اور جب چاہے ان کو غروب کردے۔ مجھے اُس کی قدرت پر ایمان ہے۔ اس کے اتنے طاقتور ہونے پر بھی ایمان ہے۔

کنویں کا مینڈک سمندروں کی وسعت کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ محسوسات کی دنیا کا خوگر اَن دیکھے خدا کو کیسے پاسکتا ہے۔ انہوں نے بھی برملا کہہ دیا: ابراہیم ایسا نہیں ہوسکتا، پیکر محسوس کی بات کرو اور ان دیکھے معبود کی بات مت کرو۔ بس دونوں کے راستے مختلف ہوگئے، دونوں میں ٹھن گئی اور خوب ٹھن گئی۔ کفر کو اپنی طاقت، اپنی حکومت اپنی ثروت اور اپنی کثرت کا بڑا گھمنڈ تھا۔

Marfat.com

ہم یہ کردیں گے، ہم وہ کردیں گے۔ ہمارے اتنے سارے معبودوں کی توہین ناقابل برداشت ہے۔ ہمارے معبود بھی اس کو برداشت نہ کرسکیں گے۔ شاید انہیں ابھی اس کی خبر نہیں، اُنہیں پتہ چل گیا تو اس کا تیا پانچہ کردیں گے لیکن پہلے ہم اس سے نپٹ لیں۔ صلاح و مشورے شروع ہوگئے، گلی گلی، کوچہ کوچہ بحث و تمحیص شروع ہوگئی، جتنے منہ اتنی باتیں۔

حضرت ابراہیم بھی کب خاموش رہنے والے تھے۔ بے شک وہ بظاہر تنہا تھا لیکن ان کو یقین کامل تھا اور ہونا بھی چاہئے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ آپ نے بھی واشگاف الفاظ میں ارشاد فرما دیا: لَآ اَخَافُ مَا تُشْرِکُوْنَ بِہٖٓ یعنی جو کرنا ہے کرلو، تم جس جس کو بھی اس کے ساتھ شریک بناتے ہو، اُن سب کو لے آؤ، میں اُن میں سے کسی سے بھی نہیں ڈرتا۔

دونوں طرف مخاصمت جاری تھی، طاقت و غرور جتنا زیادہ چمکتا ہے، بھسم بھی اتنی جلدی ہوجاتا ہے۔ درمیان میں سیانے پڑے، ایک دوبار باہمی گفتگو بھی ہوئی، مذاکرات بھی ہوئے۔ نمرود نے پوچھا: اچھا اپنے رب کا تعارف تو کراؤ۔ وہ کیا کچھ کرسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ کہنے لگا: یہ تو کوئی کمال نہیں، یہ کام تو میں بھی کرسکتا ہوں۔ ایک بے گناہ شخص کو اٹھایا اور پھانسی پر چڑھا دیا، پھانسی چڑھنے والے کو اتار لیا اور کہا: دیکھو! زندگی اور موت میرے ہاتھ میں بھی ہے۔ کوئی اور بات کرو۔ آپ نے فرمایا: میرا رب وہ ہے جو مشرق سے سورج کو طلوع کرتا ہے اور مغرب میں غروب کرتا ہے۔ اگر تمہیں بھی دعویٰ خدائی ہو تو تو بھی ایک دن،

Marfat.com

صرف ایک دن سورج مغرب سے طلوع کر کے دکھا دے۔

اب اس کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ مبہوت الحواس ہوگیا، ہوش اڑ گئے۔ غصے سے لال پیلا ہوگیا، غصے کی آگ میں جلنے لگا اور اس نے اعلان کر دیا: ایسے شخص کے لیے آگ کا الاؤ روشن کیا جائے اور اس میں اس کو جلا کر بھسم کر دو۔

آگ کا الاؤ روشن کرنا کون سا مشکل تھا۔ کام شروع ہوگیا، ایک اور مشرک شخص نے بھی آگ جلائی تھی اور بنی اسرائیل کو جمع کر کے کہا تھا: یا تو مجھے سجدہ کرو، نہیں تو تمہیں آگ میں پھینک دوں گا۔

ایک عورت لائی گئی کہ کمزور دل ہوتی ہے۔ سوچا! جلدی پسیج جائے گی۔ اسے کہا: مجھے سجدہ کرو، نہیں تو تمہارا بچہ تم سے چھین کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ عورت کے انکار پر بچہ چھین لیا گیا اور آگ میں پھینک دیا، ماں تڑپ کے رہ گئی۔ شاید قدم ڈگمگا جاتے، لڑکھڑاتی اور تذبذب کا شکار ہوجاتی کہ بچے نے آگ میں سے پکار کر کہا: اماں! گھبراؤ نہیں، بظاہر میں معدوم ہوں۔ حقیقت میں موجود ہوں، ڈرو نہیں۔

بعض نے بچے کے رونے اور چیخنے کی آواز سنی تو سمجھے، بچہ آگ کی جلن کی وجہ سے رو رہا ہے حالانکہ وہ اس لیے نہیں رو رہا تھا بلکہ وہ اس لیے رو رہا تھا کہ میری ماں اس آگ کے گلزار میں ابھی تک کیوں نہیں کودی۔

بچے نے آواز دے کر کہا: اماں! جلدی سے آگ میں چھلانگ لگا دو، تو نے دنیا کے اس کتے کی طاقت دیکھ لی۔ اب اندر آ اور ابراہیم کے رب کی طاقت کا بھی مشاہدہ کر، اس آگ کے اندر جو گلاب اور چنبیلی کے پھول کھلے،

Marfat.com

انہیں دیکھ، آنکھوں کو ٹھنڈا کر اور ذہن کو معطر کر۔

میری ماں! سُن میں پیدا ہوتے وقت تیرے پیٹ سے باہر نکلنے سے ڈرتا تھا۔ جب پیدا ہوا تو تیرے رحم کی بند کوٹھڑی سے نجات مل گئی۔ اب اس آگ میں آکر اس دنیا کو ماں کے رحم کی تنگ کوٹھڑی کی صورت دیکھ رہا ہوں۔ میں تو تجھے ایک ماں کی محبت کی بنا پر اندر بلا رہا ہوں ورنہ مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔

ماں! جلدی کر، خود بھی آجا اور لوگوں کو بھی بلا لے۔ وہ بھی آگ کے اندر شہنشاہ کا بچھا ہوا دسترخوان دیکھ لیں۔

اے لوگو! اندر آجاؤ۔ دین کے میٹھے پانی کے سوا باقی سب پانی عذاب ہیں۔ ان سب میں شاہ سے دوری پیدا کر دینے والا زہر بھرا ہوا ہے۔

لوگو! اندر آجاؤ، چھلانگ لگا دو تاکہ روح صاف اور لطیف ہو جائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قدرت دیکھو اور اس کے راز کو پاؤ۔

بچے کی آواز سن کر ماں نے بھی آگ میں چھلانگ لگا دی۔ پھر اُس نے بھی اسی طرح کہنا شروع کر دیا۔ بچے اور عورت کی کیفیت دیکھ کر لوگوں نے بھی آگ میں چھلانگیں لگانا شروع کر دیں حتی کہ پہلے جو سپاہی لوگوں کو بتوں اور ظالم کو سجدہ کرنے کے لیے کھینچ کھینچ کر لا رہے تھے اور آگ کے روشن الاؤ سے ڈراتے تھے۔ اب لوگوں کو آگ میں ڈالنے کی بجائے روکنے لگے۔ لوگ اس آگ کے ذریعے اپنے جسموں کو فنا کرنے کے زیادہ عاشق ہو گئے۔

وہ بادشاہ چیخا اور آگ سے مخاطب ہو کر غصے سے چلانے لگا: اے آگ! تجھے کیا ہو گیا ہے۔ تو ان کو جلاتی کیوں نہیں، تُو تو اپنے پوجنے والوں کو بھی معاف نہیں کرتی۔ آگ نے جواب دیا: میں تیرے لیے تو اب بھی آگ ہی

Marfat.com

ہوں۔ ذرا تو میرے آندر آ، پھر دیکھ، میری جلن کی جلن ابدالآباد تک نہ بھلا سکے گا۔

آگ کا الاؤ روشن ہے، انگارے دہک رہے ہیں، ابراہیم کے پھینکنے کے انتظامات مکمل ہوگئے۔ شہنشاہ کے قریبی مصاحبوں میں کھلبلی مچ گئی اور مچنی بھی چاہئے تھی کہ اُن کے شاہ کا ایک چاہنے والا مقتل کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ اچھا مال تو ہمیشہ سنبھال کر رکھا جاتا ہے۔ ساری دنیا میں اُس وقت ہر طرف کھوٹا مال ہی بھرا ہوا تھا، صرف ابراہیم ہی ایک کھرا مال تھا۔

ایک بہت ہی قریبی مصاحب بھاگا بھاگا آیا۔ حضور کوئی حکم؟ ہو آگ بجھا دوں، ان سب کو ہی آگ میں پھینک دوں۔ ان سب کی بستیاں الٹ دوں، ان کو عبرت کا نشان بنا دوں؛ ہر حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں۔ پھر نہ کہنا کہ آڑے وقت میں کوئی مدد کو نہیں پہنچا۔

ابراہیم نے کہا: جبریل! آپ کا شکریہ، یہ میرا اور میرے شہنشاہ کا معاملہ ہے۔ آپ مہربانی فرمائیں اور درمیان میں نہ آئیں۔

جے. سوہنا میرے دکھ وچہ راضی
تے میں سکھ نوں چوہلے ڈانواں

یہ جان بھی اُس کی، ابراہیم بھی اُسی کا

آگ ہے، ابراہیم ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

نمرود اور سارے نمرودی غصے سے لال پیلے ہو رہے ہیں۔ اپنی یقینی کامیابی سے موہوم خوشیوں میں غرق ہو رہے ہیں۔ وہ چشم زدن میں ابراہیم کو

Marfat.com

اس آگ میں جلتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ وقت مقررہ آگیا۔ نمرود نے آگ میں پھینکنے والوں کو اشارہ کیا۔ ایک دو تین پھر

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

دریا کے پانی کو حکم دینے والا کہ سارے بنی اسرائیلیوں میں ایک بھی نہ ڈوبنے پائے اور قبطیوں میں سے ایک بھی باہر نہ نکلنے پائے۔ زمین کو قارون کے لیے اژدھا بن کر نگل جانے کا حکم دینے والا آج آگ کو حکم دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے: قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ کہ ہم نے حکم دیا: اے آگ میرے ابراہیم کے لیے ٹھنڈی ہوجا، ٹھنڈی بھی ایسی کہ بادِ نسیم بہار تجھ سے بھیک لے کر ٹھنڈی اور معطر ہو، اے آگ کے دہکتے ہوئے انگارو، گلاب ونسترن کے پھول بن جاؤ۔ اے آگ کی تپش! خوشبو میں بدل جا۔

عرش بریں سے تحت الثری تک کی مخلوق نے روز ازل سے آج تک یہ نظارہ کبھی نہ دیکھا تھا، عقلیں گم ہیں۔ تجربے ناکام ہیں، آگ آگ ہی ہوتی ہے۔ یہ نسیم بہار کیسے ہوگئی۔ نمرود اور سارے نمرودی جل بھن گئے، وہ اپنی بے بسی، بے کسی اور ناکامی کی آگ میں جھلس کر رہ گئے۔ نفس کی آگ تو جہنم کے شعلوں کو بھی شرماتی ہے اور جس آگ میں نمرود اور سارے نمرودی جلنے لگے تھے وہ تو شاید جہنم کے کسی سب سے گہرے پاتال سے نکال کر لائی گئی تھی۔

وہ سارے اپنی ناکامی، اپنے جھوٹے معبودوں کی ناکامی کی آگ میں جل رہے تھے۔ ابراہیم حیرت زدہ بھی تھے۔ امتحان میں کامیابی پر شکر گزار بھی تھے اور کامیاب کرنے والے کے لیے سپاس گزار تھے اور ادھر وہ شہنشاہ دیوں کو

Marfat.com

اس آگ میں جلتا دیکھ کر چلمن سے لگے مسکرا رہا تھا اور بار بار کہہ رہا تھا وَکَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ اور ہم اپنے نیک بندوں کو، صابروں کی عزم و ہمت کو یونہی اجر عظیم سے نوازا کرتے ہیں۔

خدا رحمت کند آں پاک بازو پاک طینت را

یہ اَن دیکھا محبوب جانے مجھے کیسی پگڈنڈیوں پر لیے جا رہا ہے۔ مجھے ہر قدم پر اچھوتے خیالات کا ایک دفینہ دیئے جا رہا ہے۔ اِنہی خیالوں کے خلوت کدے میں کوئی شعبدہ باز آبسا ہے وہ پردے ہٹے، وہ کوئی مسکرایا، مجھے ہو بہو تو نظر آ رہا ہے، اونٹنی کو آنکھیں عطا فرمانے والا ہے۔ مجھے بھی وہ آنکھ دے دے کہ۔

میں جب دیکھوں، جدھر دیکھوں، جسے دیکھوں، تجھے دیکھوں
تو میری آنکھ کی پُتلی میں یُوں تحریر ہو جائے

✿ ✿ ✿

☆ لوہے کی تلوار ہمیشہ جڑے ہوئے جسم کو دو حصوں میں کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ لیکن عشق کی تلوار ایسی تلوار ہے جو دو مختلف جسموں کو ایک کر دیتی ہے۔

☆ عشق پہلے محبوب کے دل میں پیدا ہوتا ہے، پھر عاشق لوگ اس پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ کُنۡتُ کَنۡزاً مَخۡفِیًا فَاَحۡبَبۡتُ اَنۡ اُعۡرَفَ فَخَلَقۡتُ نُوۡرَ مُحَمَّدًا ﷺ (اَوۡکَمَا قَالَ) میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا' میں پہچانا جاؤں تو میں نے محمد ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا۔

Marfat.com

صبر حضرت ایوب علیہ السلام

اللہ کے عظیم بندے، انتہائی صادق، کامل و مکمل، اللہ سے ڈرنے والے، بدی و برائی سے دور بہت دور، صابر و شاکر، پیکر صبر و استقامت، عظمت کے مینار، امیر کبیر، سات بیٹوں اور سات بیٹیوں کے باپ، سات ہزار بھیڑوں، تین ہزار اونٹوں، کھیتی باڑی کے لیے اور ہل وغیرہ چلانے اور رہٹ جاری رکھنے کے لیے پانچ سو جوڑے بیل، سفر اور سامان لانے لیجانے اور رسد لانے لیجانے کے لیے پانچ سو گدھے اور گدھیاں، انتظام و انصرام سنبھالنے کے لیے بے شمار نوکر چاکر، غرض دنیا و دین اور آخرت سے متعلق ہر قسم کے سامان کی فراوانی، کے باوصف یاد الٰہی سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہنے والے حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام ہیں، ٹہنی پہ جتنا پھل لگتا جاتا تھا، وہ احسانات کے خوشگوار بوجھ سے اور جھکتی جاتی تھی۔

انسانیت کا دشمن، جل بھن کر رہ جاتا، اس نے ہزار بار چاہا ہوگا کہ وہ، وہ روشن دان جس کے راستے اس مرد عظیم پر انعامات کی برسات ہوتی رہتی ہے اس پر جا کر ''تھوبا'' لگا آئے، لیکن اس کی پیش نہ جاتی تھی۔

ایک دن پھوٹ ہی پڑا، رہ نہ سکا اور کہنے لگا: میرے وحدہ لاشریک رب تیرے قربان جاؤں، تو بھی خواہ مخواہ حضرتِ انسان کو اتنی اہمیت دیتا رہتا ہے، اس کے منہ سے ذرا تسبیح و تہلیل نکلی، تو خوش ہو کے رحمتوں کے دروازے کھول

Marfat.com

دیئے۔ ذرا اس شخص پر عرصہ حیات تنگ کر، پھر دیکھوں، کتنی تسبیح پڑھتا ہے، کتنی تکبیریں کہتا ہے تیری۔

فرمان جاری ہوا، تجھے غلط فہمی ہے، اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ. جو میں جانتا ہوں، تم نہیں جانتے ہم جن کے سر پر نبوت کا تاج رکھتے ہیں، وہ ایسے ویسے نہیں ہوتے، ہمیں علم ہے کہ ہمارے صالحین، تیرے کسی پھندے میں آنے کے نہیں، تاہم ہم تجھے اختیار دیتے ہیں تو نے جو تیر آزمانا ہے آزمالے، میرا بندہ، ایوب، ہر آزمائش پر پورا اترنے والا ہے۔ پورا ہی اترے گا، یہ گھوڑا یہ گھوڑے کا میدان تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں۔

کمین دشمن کو، کھُلی چھٹی مِل گئی، اس نے بھی حد کردی، بھیڑ بکریوں، گائے بھینسوں گدھے گدھیوں اور بار برداری کے جانوروں میں کوئی ایسی بیماری لگا دی دیکھتے ہی دیکھتے باڑے اُجڑ گئے، موت کا سناٹا چھا گیا، ہزاروں کی تعداد میں مرنے والوں کی لاشیں دیکھ دیکھ، اچھے اچھوں کے کلیجے منہ کو آنے لگے۔ لیکن وہ اللہ کے بندے، اپنے مالک کی یاد میں مگن، نہ گلہ، نہ شکوہ، سبحان اللہ! کہ محبت میں شکوہ حرام ہوتا ہے۔

پھر اہل خانہ کی باری آگئی، سب اہل خانہ ایک گھر میں جمع تھے، کہ گھر کی چھت گرا دی سب کے سب، سات بیٹے، سات بیٹیاں، عزیز و اقرباء سب ملبے کے ڈھیر کے نیچے آکر اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کھیت باغات، پر نہ جانے کیسی بادِ سموم چھوڑی، حد نگاہ تک پھیلی ہوئی ہریالی، کالی سیاہ ہوگئی، زندگی کے آثار ختم ہوگئے۔ کھیت کھلیان ویرانیوں کی کہانیاں سنانے لگے۔

Marfat.com

حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام فداہ روحی وعزی کا بھرا گھر اجڑ گیا یہ تو وہی جانے جس کے دل کو چوٹ لگے، لیکن یہاں تو دل پر ان تمام اشیاء کے ویرانے کا کوئی اثر ہی نہ ہوا۔ نہ دکھ نہ قلق، نہ آہ، نہ ہائے، نہ واویلا، نہ چیخ و پکار، نہ شکوہ نہ شکایت وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ،

سپر دیم بتو مایۂ خویش را
کہ دانی حسابِ کم و بیش را

آپ کے جسم مبارک میں ایک جگہ ایک زخم ہوا، ہاتھ سے کھجلایا تو پیپ بہہ نکلی، وہ جہاں جہاں سے گزرتی گئی، ناسور پیدا کرتی چلی گئی۔ پورا جسم زخموں سے بھر گیا، تن تن داغدار شد، پنبہ کجا کجا نہم، پورا تن زخم، زخم ہے۔ مرہم کہاں کہاں رکھا جائے۔

ویسے کتنا اچھا ہوتا ہے وہ زخم، وہ درد، وہ تکلیف، جس کی وجہ سے عیادت کے لیے، خود شاہ چل کر گھر آجائے مالک! اپنے بندے کے حالات سے بے خبر نہ تھا۔ اس باخبر مالک نے، اپنے بندے کا حال پوچھا: میرے بندے کیسے ہو؟ کیا حال ہے صابرو، شاکر بندہ پکار اٹھا ہوگا۔ میرے مالک!

دُکھ بھی مجھے عزیز سُکھ بھی مجھے عزیز
دُکھ بھی عطاء دوست سُکھ بھی عطاء دوست

میرے مالک! اچھا ہوا، دنیا کے جھمیلوں سے جان چھوٹی، اب تیرا ذکر ہے، اور تیری یاد ہے اور بس، یہ زندگی کا انداز تو انوکھے رنگ کا مالک ہے۔ سبحان اللہ!

Marfat.com

؎ اُن کا ذکر، اُن کی تمنا، اُن کی یاد
وقت کتنا قیمتی ہے آج کل

مالک نے پوچھا: میرے بندے، تیرے زخم سے اٹھنے والی ٹیسوں کا کیا حال ہے، تو عرض کیا: میرے مالک! رحیم وکریم مالک، میرے آقا۔

؎ آپ کا نام جب وردِ زباں ہوتا ہے
بھول جاتا ہوں درد کہاں ہوتا ہے

دشمن نے تکالیف کی آندھی تیز کر دی، زخموں پر کیڑے ڈال دیئے، ہر زخم سے بدبو اٹھنے لگی، گاؤں والے بھی تعفن برداشت نہ کر سکے، نفرتوں اور حقارتوں کی ناپاک فضا ابھرنے لگی۔ آخر اس نے بھی پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور نفرتوں کے تیروں کا رخ صرف آپ کی طرف کر دیا، گاؤں والوں نے اٹھایا اور اٹھا کر شہر سے باہر کہیں ویرانے میں پھینک دیا۔ انہیں کیا خبر، نادان کہیں کے، انہیں کون بتائے۔

؎ حقیر جان کے جن کو بجھا دیا تو نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

صرف ایک وفادار بیوی نے ساتھ نبھایا، باقی ہر طرف تاریک سناٹے چھا گئے، نہ جانے کیا ہوا کہ وفادار اہلیہ سے کسی جگہ کوتاہی ہوگئی، تو آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ مجھے صحت عطا فرمائے گا، تجھ پر ایک سو ڈنڈا برساؤں گا لیکن اس اللہ کی بندی، حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی، حضرت لیہ، خیروخوبی کی پیکر، جان نثار و وفادار کی پیشانی پر کوئی بل نہ آیا، بلکہ صبر و استقلال کی پیکر آپ کی صحت یابی کے لیے مسلسل ہاتھ اٹھاتی رہی۔

Marfat.com

وصل کی طویل رات بھی ایک لمحہ سے زیادہ نہیں ہوتی جبکہ ہجر کی ایک ساعت بھی صدیوں سے تعبیر کی جاتی ہے۔ یہ کرب کا عالم، سات سال تک کے دن بھی کالی تاریک ہجر کی راتوں جیسے لمبے ہوتے گئے۔

صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں کہ حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محبوب حقیقی نے خود ہی دل میں بات ڈالی، اے ہمارے بندے! ذرا ہمارے حضور زاری بھی کر، ہمیں زاری بھی بہت پسند ہے، یہ زاری کرنا شکوہ نہیں ہوتا، بچہ بھوک سے چلاتا ہے تو ماں کی چھاتی سے دودھ کے دھارے اچھل اچھل پڑتے ہیں، تو زاری کر، یہ رحمت کے سوتے جگانے کا ایک انداز ہے، تو رحمت کی التجا کر کے دیکھ، پھر ہمارے پچھم سے اٹھنے والی رحمت کی برکھا دیکھ، آپ نے عرض کیا: رَبِّ اِنِّی مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اے اللہ اے میرے رب! مجھے تکلیف، دکھ اور کرب نے ستایا ہے اور تو بڑا ہی رحم فرمانے والا ہے، فضاءِ بسیط نے مژدہ جانفزا سنا، اعلان ہوا: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ۔ ہم نے ان کی فریاد قبول کی اور جو بھی تکلیف تھی، اسے اس سے دور کر دیا۔

حکم ہوا: اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ذرا اپنی ایڑی زمین پر مارو، هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ یہ ٹھنڈا پانی ہے، پینے اور نہانے کا اس زمین کے نیچے بہتے ہوئے پانی کے سمندر ابھی اٹھیں گے، تیرے قدموں کو بوسے دیں گے۔

سنگلاخ زمین سے، پانی کا یوں اچھلنا، کوئی نئی بات نہیں، تیرے دادا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی کی ٹھوکر سے نکلا ہوا پانی ساری دنیا کو شفاء بانٹ رہا ہے، اور قیامت تک بانٹتا رہے گا۔ اس سے پیشتر بھی اس پانی کو ہم

Marfat.com

نے پتھروں کا سینہ چیر کر چشمے کی صورت ابھرنے کا حکم دیا تھا، لیکن اس یہ بھی کو سمجھا دیا تھا کہ ہمارے صابر و شاکر بندے نوح کی ناقدری کرنے والے، اس کی بات نہ ماننے والے اس کی تضحیک کرنے والے تمہیں جتنے نظر آئیں اور جہاں جہاں نظر آئیں، ان سب کا بیڑا غرق کر کے رکھ دے، اس نے پھر ایسا ہی کیا تھا اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے ہمارے بندے کی بات مانی تھی اور اس کے حکم کو تسلیم کیا تھا، اس کی عظمت و رسالت کے معترف ہوئے تھے، ان سب کو اپنے سر پہ ایک سال تک اٹھائے پھرتا رہا۔

کسی کے پاؤں کی ٹھوکر، مسلسل کرب میں مبتلا کر دیتی ہے، ٹھوکر کھانے والے کے دکھی دل سے بددعا نکلتی ہے، اے حقارت و نفرت کے زہر میں بجھی ٹھوکر مارنے والے، اللہ یہ زہر تیرے پورے جسم میں بھر دے اور یہ زہر، سانپوں اور بچھوؤں کا زہر بن کر تجھے تیری قبر میں ڈستا رہے، اور حشر تک تیرا سونا حرام کر دے۔

کسی کے پاؤں کی ٹھوکر، زندگی بخشتی ہے، نئے راستے تلاش کرتی ہے، نئی راہیں نکالتی ہے، نہ وہ خود ٹھوکر کھاتے ہیں، اور نہ ٹھوکروں کے کسی کو سپرد ہونے دیتے ہیں بلکہ وہ ٹھکرائے ہوؤں کو اٹھاتے ہیں اور سینے سے لگاتے ہیں۔

دشت طلب میں تنہا نکلو، یا پھر اس کے ساتھ چلو
جس کی ٹھوکر راہ نکالے، راہ میں ٹھوکر کھائے کم

شاید یہی وجہ ہے کہ کسی نے حسرت دل کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے۔

وہ اس لیے آتے نہیں گور غریباں کی طرف
کہیں ٹھوکر نہ لگ جائے کوئی زندہ نہ ہوجائے

Marfat.com

اے میرے بندے ایوب! اب تیری ٹھوکر سے نکلا ہوا پانی، جو زمین کی تہہ سے جوش مار کر نکلے گا، یہ موت کا پیغام بن کر نہیں، حیات بن کر نکلے گا، شفا بن کر نکلے گا، ہر زخم مندمل ہوجائے گا، روح میں تازگی آئے گی۔

ہوسکتا ہے کوئی کہہ دے، یہ بات پرانی ہوگئی۔ تِلْکَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ہے۔ پرانے قصے کہانیوں میں نہ الجھاؤ، غیر محسوس اور ان دیکھی بات نہ کرو، پیکرِ محسوس کی بات کرو، تو آؤ، ہم دعوت نظارہ دیتے ہیں۔ شعور کی آنکھ اور عبرت کی آنکھ بیدار کرو۔ 'جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے'' کا مطالعہ کرو ''فیض کے چشمے'' پڑھ کر دیکھو، ایک دو نہیں، سینکڑوں پانی کے چشمے، ریت کے ذرے، مٹی کے تودے، پتھروں کے ٹکڑے، اللہ والوں کے قدموں کے لمس کا شرف حاصل ہونے کی وجہ سے دنیا بھر کو آج بھی شفائیں بانٹ رہے ہیں۔ گر تجھ کو یہ باور نہیں، تو خود بھی کر کے دیکھ لو۔

حضرت ایوب، صبر و استقلال کے کڑے امتحان سے کامیاب ہوکر نکلے، انسانیت کا دشمن مبین، شیطان ناکام و نامراد ہوا، ناکامی کی کالک، اس کی پیشانی پر مستقل ایک داغ لگا گئی۔

حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام نے ایڑی زمین پر ماری، پانی ٹھنڈا میٹھا، ٹھیک عین پاؤں کی ٹھوکر کے نشان سے اُچھلا، پاہائے صبر و استقلال کو چوما اور ٹھنڈک پائی اور شفاء بھی، زخم مندمل ہوئے، جسمانی صحت پائی، پانی نوش فرمایا، جہاں جہاں پانی پہنچتا گیا، خدائے بزرگ و برتر کی حلیمی و بردباری کی ٹھنڈک کی چاشنی بکھیرتا چلا گیا۔

جسمانی و روحانی صحت کے ساتھ دیگر نعمتوں کی فراوانی کے دروازے کھلے، مردہ بیٹے زندہ ہوئے، مردہ بیٹیاں زندہ ہوئیں۔ اعزاء اقربا سات سال

Marfat.com

کی میٹھی نیند سے گویا جاگ اٹھے، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام قبروں سے یَمْسَحُ عَیْنَیْہِ یعنی آنکھیں ملتے ہوئے اٹھیں گے اور فرشتوں سے کہیں گے: دَعِیْ اُصَلِّی، مجھے چھوڑو، عصر کی نماز جارہی ہے۔ ادا کرلوں۔

بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد میں برکت ہوئی، بھیڑیں، بکریاں، گائے، بیل، مال مویشی، سب سے کھلواڑے پھر سے بھر گئے، رونقیں بحال ہوگئیں، ایک جبیں کے ساتھ کئی اور جبینیں بھی سجدہ ریزی کے شرف سے مشرف ہونے لگیں۔

اچانک آپ کو وعدہ یاد آگیا، ایک دن بیوی کی کسی خطا پر سو ڈنڈا مارنے کا وعدہ، وعدہ وفا کرنا بڑوں کا کام ہے، ڈنڈا منگایا، ڈنڈے مارنے کے لیے تیاریاں شروع ہونے لگیں، وفادار بیوی بھی تیار تھی، کہ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ کی قدر دانی کی صفت نے جوش مارا، لجپال کی صفتِ لجپالی نے قدم بڑھایا، اور فرمایا: میرے فرماں بردار اور صابر بندے لوگ کیا کہیں گے، صابر کا ساتھ دینے والی صابرہ اور وفادار بیوی کی اتنی سی خطا بھی معاف نہ ہوئی، کیا فائدہ حرمت کا، اس لیے ایسا کرتے ہیں، اس کی وفاداری کے صلہ میں ہم مسودۂ قانون میں تبدیلی کرلیتے ہیں۔ ہم قادر مطلق ہیں۔ ہم خود قانون بنانے والے، خود نافذ کرنے والے، بے نیاز، بے پرواہ، ہمیں کون پوچھنے والا ہے، چلو تم قسم بھی نہ توڑو۔ اور بات بھی پورے کرلیتے ہیں۔ خُذْ بِیَدِکَ ضِغْثًا. ایک سو تنکے کا گٹھا لے لو۔ اِضْرِب بِہٖ. اور وہی مارلو۔ وَلَا تَحْنَثْ. اور اپنی قسم بھی نہ توڑو۔

اس ترمیم پر حضرت ایوب علیہ السلام تو جھوم اُٹھے ہوں گے لیکن جس وفادار بیوی کا دل میلا نہ ہوا، جس کی خاطر قدرت نے لجپالی کرتے ہوئے اپنے قانون میں ترمیم فرمائی۔ اس کے جذبات کا عالم کیا ہوگا۔

Marfat.com

اے کریم! تیری بارگاہ میں راقم الحروف عبدالحق ظفر چشتی بھی دستِ سوال دراز کرتے ہوئے عرض گذار ہے۔

لو لجپال ماہی، لجپال میری
تساں دی لاجاں نبھیندے گزر گئی

کرم فرما اور اپنے قانون میں ترمیم فرما کر آج بھی اور کل بھی اپنے محبوب کی رحمت کی چادر کا سایہ تا ابد عطا فرما۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور تُو می بینی حسابم نا گزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں دلگیر

✿ ✿ ✿

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ o

ترجمہ: آپ اس طرح صبر فرمائیں جیسے بلند ہمت والے رسولوں نے صبر فرمایا اور ان کے معاملے میں جلدی نہ فرمائیں گویا وہ دیکھیں گے وہ دن جس دن کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے وہ کہیں گے کہ ہم دُنیا میں ایک لمحے سے زیادہ نہیں ٹھہرے، اِن تک پہنچا دیجئے۔ کیا وہ صرف نافرمانوں کو ہلاک کرے گی۔

Marfat.com

صدیق اور صدیقیت

حضرت سیدنا امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ابراہیم نام رکھ لینے سے آدمی ابراہیم نہیں بن جاتا، جب تک زندگی کی کڑاہی کے سارے دانے بھُن نہیں جاتے، نہ انسان ابراہیم بنتا ہے نہ آگ گلزار ہوتی ہے اور نہ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یَا اِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا کی صدائے محبوب آتی ہے۔ وطنِ مالوف سے دوری اور غربت، وفادار بیوی کا دیس نکالا، جگر کی ٹھنڈک، جاں سے عزیز تر بچے، ننھے اسماعیل کی سنگلاخ پہاڑیوں کی سپرد داری، معصوم حلقوم پر تیز دھار چھری چلانا اور اُن کی طرف سے پُرخلوص آمادگیِ ذبح اور ایسی ہزاروں ابتلائی فداکاریوں پر صدیقیت کے تاج کو سر پر زیب دینے کے لیے فطرت آگے بڑھتی ہے۔

بس اک داغ سجدہ میری کائنات
جبینیں تیری آستانے تیرے

یا تو کسی کو اپنی نظروں کے جھروکوں میں محفوظ کرلو اور اُس کے سوا کسی اور کو اس گھر میں داخل نہ ہونے دو یا خود کسی کی نظروں میں سما جاؤ۔ صدیق میں یہ دونوں ہی وصف تھے۔ انہوں نے کسی کو نظروں میں، خیالوں میں، ذہن میں، فکر میں بلکہ اپنی پوری زندگی میں رکھ لیا تھا اور خود بھی اُس کی نظروں میں آئے

Marfat.com

ہوئے تھے۔ کسی پر سب کچھ لٹا بھی دیا تھا اور اُس کی ساری شفقتیں، محبتیں، اس کے سارے اعتبارات، اُس سے حاصل بھی کر لیے تھے۔ اس پر اُس نے اُسے سب کچھ دے بھی دیا تھا۔ اس سے ساری عنائتیں لوٹ بھی لی تھیں۔ صدیق کی پوری زندگی اس بات کی شہادت تھی کہ

نہ ہم نے کچھ ہنس کے سیکھا ہے، نہ ہم نے کچھ رو کے سیکھا ہے
جو کچھ تھوڑا سا سیکھا ہے، کسی کا ہو کے سیکھا ہے

جانور اپنے دشمن کو پہچان لیتا ہے تُو اپنے دوست کو نہیں پہچان سکتا، وہ دشمن سے بھاگ کر اپنی جان بچا لیتا ہے۔ تُو اپنے دوست کی پناہ میں آ اور عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ سے بچ۔ دوست کی پہچان اور دشمن سے مکمل بچاؤ اُس کی پناہ میں ہے۔ جس کا قرب صدیقیت کا تاج پہناتا ہے۔

نظروں میں پہچان کی صلاحیت پیدا کرنا تیرا کام ہے اگر تو لوہا بھی ہے تو لوہا بھی ایسا بن جیسا حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں تھا کہ مالک، سائیں، جدھر موڑنا چاہے مُڑ جا، مالک سے محبت اور عشق کی گرمی کی موجودگی میں بھٹی کی آگ کی ضرورت نہیں ہوتی، اُسی عشق کی آگ میں انسان خود ہی پگھل جاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب چاہتے لوہا موٹا ہو جائے وہ موٹا ہو جاتا، وہ جب چاہتے باریک ہو جائے، باریک ہو جاتا۔ پھر وہ اپنے دور کی دنیا کی انوکھی شئے ''زرہ'' بن گیا کہ جس کے سینے سے بھی لگے، اُس کا سینہ بھی ہر زخم سے، ہر وار سے محفوظ ہو جاتا۔

حضرت صدیق تو تھے ہی موم، محبوب نے جدھر ڈھالا، ڈھل گئے۔ اُس محبوب کے جو بھی قریب آتا اسی طرح ڈھلتا چلا گیا۔ اپنوں کے ہاتھ میں نرم و

Marfat.com

گداز دوسروں کے لیے غیروں کے لیے لوہے سے بھی زیادہ سخت، اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ۔

پھر یوں ہوا، اُن کی محبت، اُن کی چاہت، جس جس سینے میں آئی، صدیاں بیت رہی ہیں، اثرات کم نہیں ہوئے، وہ سینہ، ہر کینے کے زخم سے محفوظ اور ہر غلاظت باطنی سے محفوظ تر۔

لیلیٰ کے عاشق کے لیے ساری دنیا ہیچ ہے وہ اس کے مقابلے میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ساری کائنات کے سارے اوصاف جس پر نثار، ﷺ اُن کو دامن نظر میں رکھنے والا وہ دنیا اور مَـا فِیْھَـا کو کب خاطر میں لاتا ہے۔ ایمان کی تو نشانی ہی یہی ہے کہ جس سے محبت ہو، اس پر سب کچھ نثار کر دینا اچھا لگے گا۔

اکو ای حیاتی دا معیار ہونا چاہی دا
سب کجھ سوہنے توں نثار ہونا چاہی دا

عقل و شعور کی بلندیوں والے کہتے ہیں کہ اپنی پیاری چیز خرچ کرو اور اپنے پیاروں پر خرچ کرو، صدیق نے ساری زندگی ایسا ہی کیا۔ دنیا میں کون سی چیز ہے جو دل کو لبھائے، دولت، ثروت، جاہ و حشمت، اہل قرابت، یہ ساری چیزیں اور ان کا پیار، صدیقیت کی معراج میں رکاوٹ نہیں بنی۔ اُس نے سب پر تھوک دیا، پھر تھوک کر جاتا نہیں بلکہ کہا: اے کریم!

مال و زر دے کر بھی سب کچھ بچ گیا میرے لیے
اک خدا میرے لیے، اک مصطفیٰ میرے لیے

منافق کا لفظ یقیناً جہنم کی آگ سے ہی بنا ہے، ورنہ اس میں دوزخ کی

Marfat.com

آگ کا ذائقہ نہ ہوتا، زندگی بھر منافقت کی راہ چلنے والے کو ایک بار صرف ایک بار منافق کہہ کر دیکھ لو، اس کا پورا جسم آگ سے بھر جائے گا۔ خود بھی جل جائے گا اور سارے جہاں کو جلا کر راکھ کر دینے کی کوشش بھی کرے گا، اس لیے منافق نہ بن، مؤمن بن، منافق جھوٹ کی غلاظت سے آلودہ اور مومن صدق وصفا کا حسین وجمیل ورق۔

مؤمنوں کے سردار صدیق سے پوچھو، لفظ مومن میں کتنا ذائقہ ہے، کتنی لذت ہے، کتنی مٹھاس ہے، لذت سے شناسائی نہ ہو تو سمندر کے میٹھے اور کھاری پانی میں فرق محسوس نہیں ہوتا جس میں قوتِ ذائقہ جتنی زیادہ ہوگی وہ اس لذیذ چیز سے اتنا زیادہ مزہ اور لطف اٹھائے گا۔ مؤمن کے لفظ کے ذائقہ کی لذت، صدیق نے چکھی اور انتہا کو پہنچ گیا۔ پھر اُن کے ہر طرف صدیقیت ہی صدیقیت چھا گئی۔

عربی کا ایک مقولہ ہے۔ کُلُّ جَدِیْد لذیذٌ یعنی ہر نئی چیز زیادہ اچھی لگتی ہے۔ کپڑا، جوتی، گھر، مکان، جتنا نیا اُتنا بھلا لیکن دوستی جتنی پرانی ہو، اتنی ہی بھلی لگتی ہے۔ اسی لیے دوستی زندگی میں صرف ایک بار کی جاتی ہے، پھر ساری عمر نبھانا پڑتی ہے۔

صدیق نے پوری زندگی صرف ایک کو چاہا اور صرف اُسی ایک کو چاہا، دانشور کہتے ہیں: کوئی صاحب دل مل جائے تو اس سے اُس کا دل ہی خرید لو، صدیق نے جسے چاہا اُس صاحب دل سے، اُس کا دل ہی خرید لیا۔ میرے کانوں میں وہ بات آج بھی رس گھول رہی ہے کہ میں نے ہر محسن کے احسان کا بدلہ چکا دیا ہے سوائے صدیق کے۔

Marfat.com

کعبہ نہیں کہ ساری خدائی کو دخل ہو
دل میں سوائے یار کے کسی کا گزر نہیں

سب سے بڑی نعمت وہ آنکھ ہوتی ہے جو پہلی نظر ہی میں ہر چیز کو اُس کی اصل حالت میں دیکھ لے۔ ہیں ستارے کچھ نظر آتے ہیں کچھ، یہ بازی گر بہت کھلا دھوکا دیتے ہیں۔ صورت کی مناسبت سے ہم جنس ہونے کا دعویٰ نہ کر، جس نے شاہ کو پہچان لیا، بدلے کے دن اُس کو سزا دیتے ہوئے حیا آئے گی۔ کہ اُس سے اُس کی جان پہچان ہے۔ سبحان اللہ!

صدیق کی آنکھ نے صحیح کام کیا، یقیناً پہلے دن ہی اس کو دیکھ کر اُس کی آنکھیں خیرہ ہوگئی ہوں گی۔ جبھی تو اس کے بعد اُس نے پھر کسی اور کو نہیں دیکھا، قریب ہوا، قریب تر ہوا، اتنے قرب سے دیکھ دیکھ کر بھی جی نہیں بھرا، اشتہا بڑھی، اور بڑھتی چلی گئی اور دل کی چاہت اور پیاس نے اظہار کا دامن تھاما اور اَلنَّظْرُ الی وجہ رسُوْلِ اللّٰہِ کہہ ہی دیا۔

میں جب دیکھوں، جدھر دیکھوں، جسے دیکھوں، تجھے دیکھوں
تو میری آنکھ کی پتلی میں یوں تحریر ہو جائے

سنا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی تنہا کسی کے خواب میں نہیں آئے، جب بھی آئے ہیں سرکار کے ساتھ آتے ہیں، ﷺ یقیناً اس کی وجہ یہی ہوگی کہ وہ قبر انور میں بھی صدیوں سے اتنے قریب ہو کر بھی آپ کے دیدار سے سیر نہیں ہوئے۔ اگر ادھر سے سیری ہو تو پھر کسی اور جانب دیکھیں، رضی اللہ عنہ

سو واری تارے چمکن پئے، سو واری شبنم ڈھلکے پئی

Marfat.com

پر جنھاں نے تینوں ویکھ لیا اوہ نظراں کتے نہیں ٹھہر دیاں

پانی کی طلب ہو، برتن خالی ہو، کنویں میں پانی موجود ہو تو پانی آخر مل ہی جاتا ہے، چاہت تو تھی ہی طلب بھی ہوئی، برتن بھی خالی تھا، ہر چیز سے خالی تھا اور خالی رکھا۔ جب تک مطلوب نہ ملا کنویں میں پانی تھا اور اتنا تھا کہ کناروں سے اچھل اچھل کر دنیا کو سیراب کر گئے۔ وہ کنواں آپ کو بھی سیراب کر گیا۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ میرے رقیب ہیں، اور میں اُن کا رقیب ہوں۔ کہ ہمارا محبوب ایک ہے۔ وہ محبوب کی چاہت اور محبت میں سچا اور میں اُس کی محبت میں جھوٹا، رقیب رقیب سے جلتا ہے وہ سچا ہو یا جھوٹا، لیکن صدیق کی صداقت اور صدیقیت پر سو جان سے قربان، وہ ہم جھوٹوں کو جَلاتا نہیں، جلاتا ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اس نے اپنے اور میرے محبوب سے ہم سے زیادہ قریب ہونے کا کبھی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا ہوگا۔ اگر اس نے میرے جھوٹے پن کی ایک بار بھی شکایت کی ہوتی تو میں کبھی کا جل چکا ہوتا۔ فداہ امی و ابی الفًا الفًا

آپ کے فیض و لطف سے میں ہوں جہاں میں سرفراز
میری بلند قامتی آپ کے دم قدم سے ہے

* * *

Marfat.com

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور اُن کا خریدار

اگر کوئی اپنا خریدار چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون بڑا خریدار ہوگا۔ بتا! تیرا کیا مول ہے؟ بول! تیری کیا قیمت ہے؟ ثَمَنًا قَلِيلًا پر نہ بک جانا، یہ مَتَاعُ الدُّنْيَا ہے۔ جو بہت ہی قلیل ہے۔ آنکھ بند ہوتے ہی یہ دولت ختم ہوجاتی ہے۔

ہر بولی لگانے والے سے بڑھ کر بولی لگانے والے موجود ہیں لیکن اُس مالک سے بڑھ کر کوئی تیری قیمت نہیں لگا سکتا، وہ فانی جسم خرید کر ابدی جنت عطا کرتا ہے۔ چند آنسوؤں کے عوض حوض کوثر عطا کرتا ہے۔ اُس کے بازار میں آ، اپنا پرانا مال، ناکارہ مال، کباڑ خانہ فروخت کر، اس کے بدلے نئی سلطنت، لازوال سلطنت حاصل کر، اگر تجھے اس کاروبار میں کوئی شک ہے؟ تو انبیاء وصلحا امت کی طرف دیکھ، انہوں نے کتنا نفع کمایا ہے کہ پہاڑ بھی نہ اٹھا سکیں۔ ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ﴾

حضرت بلال کا آقا امیہ بن خلف اس کو امیہ ناخلف بھی کہا جاسکتا ہے۔ اُنہیں کانٹوں پر گھسیٹ رہا ہے، دہکتے انگاروں پر، جسم کی بوٹیاں ٹوٹ کر گر رہی ہیں، خون سے لت پت وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے صرف اتنا کہتا تھا: پلیز میرا مذہب نہ چھوڑو، میرا ایک ووٹ گھٹ جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا، دیکھا تو ان کے

Marfat.com

سینے میں ایک ٹیس اٹھی، اس ٹیس میں درد و کرب بھی تھا اور لذت و سرور بھی۔ بلال کی تکلیف پر درود و کرب تھا اور اس کے استقلال پر لذت و سرور، ہر دو چیز کے مزہ کا مرکز بلال ہی تھا۔ موقع پا کر آپ نے اس کے کان میں کہا: کچھ دیر کے لیے اپنے ایمان کو چھپا لو کہ وہ تو چھپے ایمان کو بھی جانتا ہے۔ حضرت بلال نے وعدہ کرلیا یعنی ایمان کے اعلان سے توبہ کا وعدہ۔

دوسرے دن صدیق گذرے تو بلال کا وہی حال تھا۔ پتہ چلا، بلال نے اس توبہ سے توبہ کرلی ہے وہ اس توبہ سے بیزار ہوگیا ہے اور اپنے جسم کا مال اٹھا کر اُس نے بازار میں رکھ دیا ہے۔ امیہ ناخلف نے اس کی قیمت کوڑے لگائے، سخت کوڑے اور وہ کوڑے پہ کوڑے لگائے جارہا تھا، لگائے جا رہا تھا۔ اور بلال کہتے: "نرخ بالا کن که ارزانی هنوز" کہ قیمت اور بڑھا کہ تیری لگائی ہوئی قیمت ابھی بہت کم ہے۔

اس مال کے خریدار اللہ کے پیغمبر کے پیغام بر حضرت صدیق ہی تھے۔ انہوں نے بلال کی وہ قیمت لگا دی کہ امیہ سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ اُس کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں، سیر بھر سونا اور ایک کالے حبشی بلال کے بدلے اور ایک خوبصورت غلام۔

صدیق خرید کر انہیں بازار مصطفیٰ میں لے گئے، ﷺ بلال دل ہی دل میں سوچ رہے تھے۔ اے محمد ﷺ آپ کی محبت میری رگ رگ میں رُوں رُوں میں، انگ انگ میں یوں سمائی ہوئی تھی جیسے انار دانوں سے بھرا ہوتا ہے۔ اس لیے ایمان کو چھپانے کے لیے کوئی خانہ خالی نہ ملا۔ اور اسی لیے صدیق سے کیا ہوا وعدہ ایمان کے اظہار سے توبہ کا وعدہ مجھ سے ٹوٹ گیا۔ اتنی

Marfat.com

جگہ کہا تھی دل داغدار میں، معذرت چاہتا ہوں۔

اُس توبہ سے توبہ جس ایمان کے بدلے جنت ملے، اس ایمان کو کیوں چھپایا جائے۔ عشق کی تیز ہوا کے سامنے جسم کی تکلیف ایک تنکا۔

وہ مالک وہ خریدار، فانی اشیاء کو دیکھنے والی آنکھ کے بدلے باقی اشیاء کو دیکھنے والی آنکھ عطا کرتا ہے۔ دوزخیوں کے لیے جنت کا شہد بھی کڑوا، اس لیے کہ اُس نے جنت کے شہد کا ذائقہ چکھنے والی زبان دینے والے کو اپنی زبان فروخت ہی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ سے صلح تو اسی وقت ہوگی جب سب غیر سے صلح اور محبت ختم ہوجائے گی، وہ کسی معاملے میں اپنی شرکت پسند نہیں کرتا۔

اپنا مال غیر کے ہاتھ بیچنے والے بتا! تجھے وہاں سے کیا ملا اور کیا ملے گا۔ جن کو تیرے مال کی قدر ہی نہیں وہ تجھے کیا دیں گے۔ گائے، بھینس، گدھے نے اپنے گلے میں ہیرے جواہرات کے ہار اور لاکٹ کبھی نہیں پہنے کہ اُنہیں ان کی قدرومنزلت کی خبر ہی نہیں اور جن کو سونے، چاندی، ہیرے، جواہر اور موتی کی قدر ہے۔ وہ قیمت جھولی میں ڈالے بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں۔

بلال کہنے لگے: آقا! آپ کی غلامی پر ہزاروں آزادیاں قربان، میں تو اب کبھی آزادی نہیں چاہوں گا۔ میں جوانی میں خواب دیکھا کرتا تھا کہ سورج مجھے سلام کرتا ہے۔ چاند میری بلائیں لیتا ہے۔ ستارے جھکنے کو آتے ہیں، انہوں نے مجھے زمین سے اوپر کھینچ لیا اور اپنا ہمراہی کرلیا۔ میں سوچتا تھا یہ خواب میرے دماغ کا خلل ہے۔ ایک غلام زرخرید غلام اور اتنی بلندیاں دیوانے کا خواب ہے یا پاگل پن ہے لیکن آپ کے شرف صحبت نے ساری حقیقت کھول کر رکھ دی کہ وہ سورج تو آپ کی ذات گرامی ہے۔ میں تمنا کرتا

Marfat.com

تھا کہ نور کو دیکھوں، آپ کو دیکھا۔ تو نور علی نور دیکھ لیا، اب اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد۔

حضرت یوسف علیہ السلام جن کے حسن کی شہرت سے میں مسحور رہتا تھا اور اُن کو دیکھنے کی تمنا تھی لیکن آپ کو دیکھ لیا، تو کئی یوسفستان دیکھ لیے، جنت کا نام سنا تھا۔ کریما! مہربانا! تم نے خرید کر جنت میرے قدموں میں رکھ دی۔

آپ نے فرمایا: بلال آؤ، یہ نور عام کریں، میں دیکھ نہیں سکتا کہ دنیا اندھیروں میں بھٹکتی پھرے، ٹھوکریں کھاتی پھرے، شرک اور کفر کی گندی اور بدبو دار دلدل میں پھنسی رہے۔ میں چاہتا ہوں، لوگ دنیا کے جہنم سے نکل کر آئیں، میرے جسم کا رونگٹا رونگٹا دعوت ہے، تبلیغ ہے، پکار ہے، اعلان ہے، آؤ! تم بھی میرے ساتھ شامل ہو جاؤ۔

بلال اس دن سے اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشھدان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ، حی علی الصلوۃ، حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، پکار رہے ہیں، پکارے جا رہے ہیں، ہر اونچے سے اونچے مینار سے جو آوازیں سنی جا رہی ہیں، یہ آواز کس کی ہے، یہ آواز بلال ہی کی ہے۔

سوچ! بلال کو اتنا اونچا کس نے کر دیا، یہ صرف اُس قدر دان، شکور، غفور، رؤف، رحیم کی خریداری کا کمال ہے، جس نے خرید کر اُسے انمول کر دیا۔

ڈھل گئی عصیاں کی ساری ہی سیاہی ڈھل گئی
خاکِ در نے میری پیشانی کو چمکایا بہت

❀ ❀ ❀

Marfat.com

حضرت عمر فاروق ؓ اور روم کا قاصد

رومی قاصد طویل سفر کی مسافت سے تھکا ماندہ شہر خوباں ﷺ میں آ پہنچا، شہِ خوباں ﷺ کی خوبی کی خوشبو بکھیرنے والے "عمر" کے محل کا پوچھا۔ لوگوں نے بتایا: وہ اینٹوں کے محل میں نہیں رہتا، اُس کا محل تو اُس کی جان ہے جو جانِ جہاں بھی ہے ﷺ، وہ جہاں بھی رہے اُسی محل میں رہتا ہے، اُس سے باہر نکلتا ہی نہیں۔

اجنبی نے پوچھا: وہ جس محل میں بھی رہتا ہے اُسی کا پتہ بتا دو، ایک بڑھیا نے کہا: تم اس اللہ کے سائے کو فلاں باغ میں ایک درخت کے سائے میں سویا ہوا پاؤ گے۔

ہائیں! حیرت سے اُس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا، عالمی طاقتوں کے دل دہلا دینے والا ایک باغ میں ایک درخت کے سائے میں سویا ہوا ہوگا۔

وہ سوچنے لگا کیا دنیا میں ایسے لوگ ہیں جو دنیا میں جسم کی جان کی طرح معاشرے کی جان بن کر رہتے ہیں۔ پہلے تو میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا، کبھی نہیں دیکھا۔

آنکھ پر، چھوٹی سی انگلی رکھ دی جائے، تو سارا جہاں چھپ جاتا ہے۔ حالانکہ جہان تو رہتا ہے۔ ایک انگلی نے پردہ ڈال دیا اور ہر چیز چھپ گئی۔

Marfat.com

ہاں! اگر دل کی آنکھ پر تعصب کی غفلت کی، اجنبیت کی، غیریت کی انگلی رکھ دی جائے تو سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نظر نہیں آتا۔

حیرت سے اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ پھر دل کی آنکھ جھپکی، قاصد تھا بڑے گھر کا، سارے جہان کی خاک چھانی تھی یہ رنگ کہیں نہیں دیکھا تھا، چلتے چلتے بڑھیا کے بتائے پتہ پر باغ میں، درخت کے سائے تک پہنچا، وہاں ایک شخص دیکھا، جو سویا ہوا تھا، لیکن کھویا ہوا نہ تھا۔ اُس نے ہمیشہ سوئے ہوئے اور رکھوئے ہوئے ہی دیکھے تھے۔ سوچا، مَا هٰذَا بَشَرًا (یہ کوئی انسان نہیں) اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (یہ تو انسانی شکل میں کوئی فرشتہ ہے فرشتہ)

فرشتہ ہی اس کی نظر میں سب سے عظیم مخلوق تھی، اُسے کیا خبر، فرشتے تو یہاں پاسبانیاں کرتے نظر آتے ہیں، وہ یہ حالت یہ کیفیت دیکھ کر خوفزدہ ہوگیا۔ یہ خوف اُس بیمار کی بیماری کی طرح کا نہیں تھا جس کو مرغن غذائیں دی جائیں تو وہ اور بیمار ہوجائے بلکہ اپنے اندر محبت اور ہیبت دو متضاد کیفیتوں کو جمع ہوتے دیکھ رہا تھا۔ دل ہی دل میں کہتا: قیصر روم دیکھا ہے بڑے کروفر دیکھے ہیں، بڑی ہیبتیں بڑے دبدبے دیکھے ہیں، سفروں میں بڑے بڑے شکاری جانوروں سے لڑا ہوں، شیروں سے الجھا ہوں، بہت زخم کھائے ہیں، میرا دل کبھی نہیں ڈولا اور یہ شخص بغیر کلاشنکوفوں اور ہتھیاروں کے، بغیر پہرے داروں کے سویا ہوا ہے۔ اس کے اپنے پاس بھی کوئی ہتھیار نہیں۔ حیرت ہے یہ سویا ہوا ہے اور میں لرز رہا ہوں۔ ایسی ہیبت ہم نے مخلوق کی نہیں دیکھی، پھر خالق کی

Marfat.com

ہوگی۔ یا پھر اُس محل والے کی ہوگی جس کے محل میں رہتا ہے اور جس کو یہ لوگ جلان جہان کہتے ہیں۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک گھنٹہ انتظار کرتا رہا، ساری رعایا کو چین کی نیند سلانے والا جاگا، نہایت اطمینان سے اُس نے آپ کی خدمت میں سلام کیا، تعظیم دی، آداب بجا لایا کہ بڑوں کے درباروں مین اُس کا آنا جانا رہتا تھا اور وہ یہ آداب سارے پروٹوکول جانتا تھا۔

آپ نے اس سے خدائے واحد کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی باتیں کیں۔ بادشاہ کا جلوہ تو سب دیکھتے ہیں، اپنے بھی، بیگانے بھی، اچھے بھی برے بھی لیکن خلوت میں تو ہر کوئی نہیں جاسکتا کہ خلوت کے رازوں کی پاسداری ہر کوئی نہیں کرسکتا۔ عمر شاہؓ کے خلوت نشینوں میں سے تھے اور کئی رازوں سے آگاہ تھے۔ ہاں خفیہ اسرار کے متحمل بھی تھے۔ آپ نے اُس کی طبیعت کو طالبِ اسرار پایا اور معلوم کرلیا کہ صاحبِ استعداد بھی ہے۔ تو آپ نے پاک بیج پاک زمین میں بو دیا۔ اَنۡبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا۔

پہلے وہ کفر کی وجہ سے سوکھے چھلکے کی طرح تھا جو صرف جلانے کے ہی کام آتا ہے۔ اب وہ بہار کا ساتھی بنا، سر سے پاؤں تک سرسبز ہوگیا اس پر برگ و بار آئے، بار آور ہوگیا۔ اس کے پھلوں نے اس کے سارے جسم میں مٹھاس بھردی۔

چمگادڑ خود ہی آفتاب کی روشنی سے محروم رہتا ہے۔ لوگوں نے خود ہی اپنی آنکھوں کو اندھا اور کانوں کو بہرہ بنا رکھا ہے ورنہ انبیاء اولیاء کے سورج اور

Marfat.com

چاند پوری تابانیوں کے ساتھ چمک رہے ہیں۔ اگر تیری آنکھ پر غفلت کی پٹی بندھی ہوئی ہے تو المؤمن مرأة المؤمن سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

اُس نے غفلت کی، غیریت کی، اجنبیت کی اور تعصب کی انگلی اپنی آنکھ سے اٹھالی، پھر اسے خلوت نشیں کے وہ جلوے دیکھنے کو ملے جو اس نے کھلی آنکھوں بھی کبھی نہ دیکھے تھے۔

وہ ساتھ ساتھ ہولیا اور اُس نے دیکھا: ایک عورت شاید باندی تھی کسی کی، رو رہی ہے۔ عمر نے پوچھا: خیر باشد، کیوں رو رہی ہو، عرض کیا: امیرالمومنین! میں اپنے مالک کے لیے دوکان سے تیل لے کر آ رہی تھی، ٹھوکر لگی، گر پڑی، شیشی ہاتھ سے گری، سارا تیل بہہ نکلا اور دیکھ رہی ہوں، میرا تیل، میری عزت، میرا چین سارے کا سارا زمین چوس گئی ہے۔ اب اس بچے کی طرح گھر جاتے ڈرتی ہوں جس نے سارا دن کھیل میں گزارا ہو اور اس کے کپڑے اور جوتے چور اٹھا کر لے گیا ہو، وہ پھر رونے لگی۔

جلالِ عمر، جلال میں آیا، زمین کو سوٹا مارا، کم بخت میرے دورِ خلافت میں غیروں کا مال کھاتی ہے۔ خبردار! امانت میں خیانت کی اجازت نہیں دیتا، اس لڑکی کا سارا تیل اگل دے۔

ہاں سمجھانے والا کوئی ہو تو دریائے نیل بھی سمجھ جاتا ہے کہ کس کو ڈبونا ہے، کس کو پار لگانا ہے۔ وہ ساری بات سمجھ گیا تھا کہ ستر لاکھ اسرائیلیوں میں کسی کا پیر بھی گیلا نہیں ہونے دینا اور رقطبیوں میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑنا، وہ سب کے چہروں تک سے شناسا ہوگیا تھا۔ اُسے اس بات کی خبر تھی

Marfat.com

کہ اگر ایک بھی اسرائیلی ڈوب گیا یا ایک بھی قبطی بچ گیا تو موسیٰ علیہ السلام کا ڈنڈا پھر تیار ہے۔

قصویٰ اونٹنی، جس کی کوئی کل سیدھی نہیں ہوتی، وہ بھی مدینہ میں اپنے میزبان کو جانتی تھی، حالانکہ شاید وہ مدینے میں پہلی بار ہی آئی تھی۔ اس کے باوصف ہر گلی، ہر موڑ کو سونگھ کر، اُسی میزبان کے دروازے پر جا بیٹھی تھی۔ جہاں کے لیے وہ مامور من اللہ تھی۔

رومی قاصد نے دیکھا، زمین عمر کے حکم سے لرز اٹھی اور اپنے اندر جذب کیا ہوا سارا تیل اگل دیا اور عورت کی بوتل کی نذر کردیا۔

اس مقام پر قاصد اور ایلچی بھی شاہ بن گیا اور اللہ کی قدرت پر فریفتہ ہوگیا۔ اب اُسے سفارت یاد رہی اور نہ پیغام، قطرہ فنا ہوکر سیلاب بن گیا۔

افسوس! اس زندہ پر جو کسی مردہ کا ہم نشیں ہوا۔

✽ ✽ ✽

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِناً كَمَنْ هُوَ فَاسِقًا، لَا يَسْتَوُن (۳۲/۱۸)

ترجمہ: کیا مومن اور فاسق ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں، (ہرگز نہیں) وہ برابر نہیں ہوسکتے۔

......☆......☆......☆......

اگر کائنات میں ہر چیز تسبیح کرنے والے کی تسبیح ہماری سمجھ سے بالاتر ہے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں، ہمیں تو بعض اوقات اپنی کسی ہم جنس کی بات بھی سمجھ نہیں آتی۔

......☆......☆......☆......

Marfat.com

ہر غیث جس کا پیاسا

حضرت سیدنا پیرانِ پیر سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

جنتیوں اور جہنمیوں کو ایک ساتھ دیکھ، ان کے بیچ ایک پردہ ہے، وہ انہیں خلط ملط نہیں ہونے دیتا۔ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ○ جس طرح کان میں سونا اور مٹی ملے ہوتے ہیں لیکن الگ الگ، سونا سونا ہے مٹی مٹی ہے۔ یہاں صرف جوہری کی آنکھ کام کرتی ہے۔ اس دنیا میں بھی نیک و بد دونوں موجود ہیں، اپنی آنکھ کھول، ہوسکتا ہے تو دیکھ کر کہہ دے۔ ''فرق صاف ظاہر ہے''۔ ہاں! سن! ابھی اس کان سے سونا ختم نہیں ہوا۔ جب تک سمندر کا نصف شکر ہے اور نصف حصہ سانپ کے زہر جتنا کڑوا ہے۔ اس کی تہہ سے موتی، ہیرے، جواہر، لؤلؤ، مرجان نکلتے ہی رہیں گے۔ کوئی نکالنے والا تو ہو یا پھر موج کا انتظار کر، اس جہان میں دونوں پانی موجود ہیں جو موجوں کی طرح آپس میں ٹکراتے رہتے ہیں، نوری صلح کی موجوں کو ابھارتے رہتے ہیں اور سینوں سے کینوں کو نکالتے رہتے ہیں۔ اس کے برعکس ناری، محبتوں کو تہہ و بالا کرتے رہتے ہیں۔ محبت، کڑووں کو مٹھاس کی طرف کھینچتی ہے اور عداوت میٹھے کو تلخ بناتی ہے۔ ہوسکتا ہے کسی کو بظاہر نظر نہ آتا ہو، انجام کے دریچے سے دیکھنے سے ہر ایک کو نظر آ ہی جاتا ہے۔

Marfat.com

صدیاں بیت رہی تھیں، ماحول کڑواہٹ سے بھرا جا رہا تھا۔ مٹی، سونے پر غالب آ رہی تھی۔ درد کے قاصد بن کر ٹیسوں کی موجوں کو ابھار رہے تھے۔ تلخیوں کا کاروبار عروج پر تھا۔ پیاس کی شدت سے ایمان کی زبان پر، کانٹے اگنے والے تھے۔ چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک جس کا کنبہ ہے اور جو سب کی پرورش کرنا جانتا ہے۔ اُس نے پانچویں صدی کے آخری دھانے پر ۱۱ ربیع الثانی ۴۷۰ھ کو، قصبہ بحیرہ خزرج (کیپسن سی) کے جنوب میں گیلان کے قریب خیر کے مرکز امۃ الخیر، سیدہ فاطمہ بنت سیدنا عبداللہ صومعی کے بطن اطہر سے، میٹھے سمندر سے، موج کرم اٹھائی اور ہیروں، موتیوں، لؤلؤ و مرجانؑ سے کھربوں درجے قیمتی جوہر سطح دنیا میں نمودار ہوا۔ حضرت ابوصالح موسیٰ جنگی کے اس جوہر کو ماں نے قادر مطلق کا بندہ ہونے کا نام دیا یعنی عبدالقادر۔ قدرت کے ایک غیبی اشارے نے اسے محی الدین کہا، خلق خدا غوث اعظم کہتی ہے۔ ہاں زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھ، ساٹھ سالہ ماں نے جو اس عمر میں بچہ جننے کے قابل نہیں ہوتی، ایسا بچہ دیا کہ گیلان کی بستی میں سارا سال ہر گھر میں بچے یعنی بیٹے ہی پیدا ہوتے رہے جن کی تعداد گیارہ سو تک گنی جا چکی ہے۔ کنیت ابومحمد تھی ناں یعنی اس سال ہر گھر میں بیٹے ہی پیدا ہوئے تھے، اس لیے کہ اس نام ہمایوں والے ﷺ نے ربیع الاول یعنی کائنات کی سب سے پہلی بہار بناتے ہوئے ایسا ہی کیا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دینے والا بچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت، پاکیزگی، طہارت و عظمت شان کو جانتا تھا۔ خلاف فطرت گواہی دینے لگا کہ اس عمر میں اتنا شعور کہاں ہوتا ہے۔ حضرت شیخ سید

Marfat.com

عبدالقادر جیلانیؒ بھی اسی عمر میں بے شمار حقیقتوں سے آگاہ تھے۔ انہیں فرض روزوں کے مہینے کا بھی علم تھا۔ وہ اس کی قدرومنزل کو جانتے تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ صبحِ صادق کے طلوع کا کون سا وقت ہے۔ اور غروب آفتاب اور افطاری کتنے بج کر کتنے منٹ پر ہونی ہے۔ مہینے کے آغاز و اختتام سے بھی آگاہ تھے، وہ مکلف بھی نہ تھے کہ روزہ کی فرضیت کے لیے بلوغت شرط ہے لیکن اس پر عمل کرکے دکھایا اور بتایا کہ لوگو! تم تو بالغ و عاقل ہوکر بھی نہیں عمل کرتے ہو جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوتا ہے وہ پیدا ہوتے ہی عمل کر دکھاتے ہیں۔

بہت سی بیدار آنکھوں والے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے دل سوئے ہوئے ہوتے ہیں، اس آب وگل کی دنیا کے طالب کیا دیکھ سکتے ہیں جو شخص دل کی بینائیاں رکھتا ہے وہ اگر سو بھی جائے تو اس کی سو بینائیاں جاگ اٹھتی ہیں کہ لَا یَنَامُ قَلْبِیْ کا اعلان کرنے والے کے قدموں کی دھول بن کر رہتے ہیں۔ اگر تو صاحب دل نہیں تو جاگ، نفس سے لڑ اور کسی بیدار دل کا طالب بن، کہ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں۔ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ یہ قادر کا بندہ بیدار دل، آنکھ کھولتے ہی مطالعہ کائنات میں مصروف ہوگیا۔ اس عارضی کائنات کو بھی جس نے اتنا حسین بنادیا ہے۔ اس کے اپنی ذات کے رنگ نہ جانے کیا ہوں گے۔ آپ نے پھول کو بھی دیکھا، اس کی مہک، نزاکت، رنگت اور لطافت کو بھی دیکھا اور پھر اس پھول میں رنگ بھرنے والے کو بھی دیکھا جو اس کے آس پاس ہی کہیں چھپا بیٹھا تھا۔ کئی بار بے ساختہ پکار اٹھے ہوں گے۔ مَاخَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا، دس سال کی عمر کیا ہوتی ہے صرف کھلنڈرا پن لیکن قادر کے اس بندے نے اتنی سی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ اور اپنے شہر کے

Marfat.com

تمام علوم مروجہ یعنی دینی و دنیاوی علوم پر عبور حاصل کرلیا تھا۔ سبحان اللہ! واہ مولا تیری دین۔ وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ عَظِيْمًا.

لوہا داؤد علیہ السلام کی بات سمجھتا تھا۔ اس لیے موم ہوجاتا تھا۔ وہ جس طرف موڑنا چاہتے، مُڑ جاتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی آپ کا اشارہ تک سمجھتی تھی۔ جبھی تو لاٹھی سے سانپ، پھر سانپ سے لاٹھی بن جاتی تھی۔ دریائے نیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوٹے کی ایک مار سے سمجھ گیا تھا کہ کس کو ڈبونا ہے کس کو پار لگانا ہے۔ وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ اگر ایک بھی اسرائیلی ڈوب گیا یا ایک بھی فرعونی بچ نکلا تو موسیٰ علیہ السلام کے ڈنڈے کی مار پھر تیار کھڑی ہے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ ہزار سمجھانے کے باوجود میری کوئی بات نہ سمجھ سکا۔ اور چاند، آقائے کائنات جن کا نام ہی دُکھ درد کا مرہم ہے (ﷺ) کی انگلی کا اشارہ سمجھ گیا۔ اور کلیجہ چیر کر قدموں میں رکھ دیا۔ آپ کی اونٹنی مَا مُوْرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ تھی۔ وہ اپنے میزبان اور اس کے گھر کو، اس کی گلی کو سب کچھ جانتی اور سمجھتی تھی۔ حالانکہ وہ اس گلی میں شاید پہلے کبھی نہ آئی تھی۔ سرکار دو جہاں ﷺ کا دراز گوش صحابہ کا نام اُن کے گھر، سب جانتا تھا اور جب کسی کو بلانے بھیجا جاتا تو یہ اُنہی کو بلا کر لاتا، کوئی کتنا ہی ولی ہو، قطب ہو، ابدال ہو، دوسری تیسری پشت میں جا کر کچھ نہ کچھ فرق ضرور پڑ جاتا ہے۔ اگر فرق نہیں پڑا تو سیدہ فاطمہ بنت عبداللہ صومعیہ کے لخت جگر کی ذات میں نہیں پڑا۔ دو تین پشتیں نہیں، پانچویں صدی دم توڑ رہی ہے۔ اس ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، ماں کے قول کی امانت کا رکھوالا، صداقت کا پتلا، چوروں، رہزنوں، قزاقوں، کے اکھڑ ذہنوں کو سمجھا گیا کہ زندگی کس کا نام ہے دُکھ بکھیرنے کا نہیں سکھ دینے کا نام ہے۔

Marfat.com

کسی نے لیلیٰ سے پوچھا: تو وہی ہے جس کی وجہ سے قیس مجنوں اور دیوانہ بنا پھرتا ہے تُو دوسرے حسینوں سے بڑھ کر حسین تو نہیں ہے۔ اس نے کہا خاموش رہ تو مجنوں نہیں ہے۔ اگر تیرے پاس مجنوں کی آنکھ ہوتی تو دونوں جہاں تیری نظر میں بے قدر ہوتے تو ہوش میں ہے۔ عشق کی راہ میں تیرے جیسی بیداری، بہت بری چیز ہے۔ اس راہِ عشق میں جو بیدار ہے، وہ زیادہ غافل ہے۔ دنیا کی بیداری، نیند سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ عشق کی منزل کے راہی کو شیطان لاکھ بہکاوے دے۔ قادر کے بندے اس کے بہکاوے میں نہیں آتے، وہ اپنے محبوب کی ذات میں مست رہتے ہیں جیسے مچھلی پانی سے نہیں اکتاتی، خشکی پر ہزاروں رنگ سہی، وہ مچھلیوں کو نہیں بھاتے وہ ایک ہی رنگ میں مست رہتی ہیں۔ وہی اس کی زندگی، وہی اس کی موت، وہی اس کی دنیا، وہی اس کی عقبیٰ ہوتی ہے۔ بغداد کے والی، جس ذات کے حسن کے سمندر میں ہمہ وقت تیرتے رہتے ہیں۔ وہ اس سمندر کے خزانوں کے مالک بن کر دنیا کو بانٹتے رہتے ہیں۔ پانی کی سطحی لہر تو صرف پانی کے وجود کا احساس ہی دلاسکتی ہے۔ عام اولیاء کرام اُس سمندر کی سطحی لہریں ہیں اور جیلان کے شہنشاہ عمیق گہرائیوں میں غوطہ زن رہنے والے آقا اگر بارہ سال کے طویل ترین عرصہ سے ڈوبی ہوئی ناؤ کو بھی پار لگانا چاہیں تو لگا سکتے ہیں کہ وہ پانی کی گہرائی کو بھی جانتے ہیں اور وہ کشتی جو بارہ سال سے ڈوبی ہوئی ڈوبتے ڈوبتے کہاں پہنچ چکی ہے، اس کو بھی جانتے ہیں۔ مرض کی تشخیص کے ساتھ ساتھ اس کا علاج بھی ہوجائے تو سبحان اللہ! اس جان پہچان کے ساتھ پار لگانا بھی انہی کا کام تھا۔

اے مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ کی تسلیاں دینے والے! میرے نجات دہندہ مجھ

Marfat.com

سے ہزار کوتاہی ہوئی ہے جیسے ہوس نیکیوں کو کھا جاتی ہے۔ میں نے اپنی برائیوں سے نیکیوں کی ساری کھیتی تباہ کرلی ہے۔ اعمال کا پھل تو دل کی گرمی اور آنکھ کے آنسوؤں سے پکتا ہے۔ میں ان دونوں نعمتوں سے محروم ہوں، اور تو ایسا غیث ہے کہ جہاں برسے، جل تھل کر دیتا ہے۔ فنا کے بعد ہی بقا ملتی ہے میری خشک زمین کو تیرے کرم کی بارش کی پھوار درکار ہے۔

اے کریم اور کرم اور کرم اور کرم

اے وہ ذات! جس کا تلوا اولیاء عظام آنکھوں سے ملتے ہیں جو تجھے دیکھ لے، وہ ساری کائنات کے سایہ دار لیکن بے سایہ ذات کا سایہ دیکھے۔ اے حسنی وحسینی پھول اے حسنی وحسینی چاند: اے حسنی وحسینی لعل وجوہر، تیری مہک تیرا اجالا تیری چمک دمک، نبی رحمت ﷺ کی رحمت کا صدقہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے منصب علویہ کا اتارا ہے۔ دنیاءِ بحروبر کا وہ کون سا کنارہ ہے، جہاں ترے کرم کی بھیک نہ پہنچی ہو۔

اے ہر ادنیٰ کے رافع اور بلندیاں بخشنے والے، اے ہر محروم کے نافع اور نفع بخشنے والے، اے محروم وبمایوں کے شافع او رشفاعت کی خیرات سے نوازنے والے، ہم خوار وزبوں گنہگار عاصی بری تقدیر والے، میلے دل والے کہاں جائیں اے مشرق ومغرب کے ہر مشرق اور مغرب تک حکومت کرنے والے، ہمارے دل کی حیثیت ہی کیا ہے۔ ہماری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہونگی۔ تیری عطا کے بغیر، ہماری تقدیر بھلی نہ ہوگی۔ تیری رضا کے بغیر ان مفت کے پالوں پر کرم فرما

اے کریم اور کرم اور کرم اور کرم

Marfat.com

خلیفۂ وقت

حضرت انسان

حمد وثنا کے لائق ہے وہ ذات کریم جس نے ان گنت قسم کی مخلوق پیدا فرمائی، جو بدیع و خالق و خلاق عالم ہے۔ کئی لاکھ ہزار مخلوقات اس نے جو پیدا فرمائی ہے وہ آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے اور یہ ساری مخلوقات اس نے اپنی کمال قدرت کے ساتھ بنائی ہے۔ اس کے پیدا کرنے میں نہ کسی نے اس کی راہنمائی کی ہے اور نہ مدد بلکہ جو کچھ بنا ہوا ہے سب کچھ اس ذات بے نیاز نے خود آپ بنایا اور ایسا بنایا ہے کہ اس میں آج تک کوئی نکتہ چینی نہیں کرسکا اور نہ کبھی کوئی کرسکے گا۔ ازل سے بنانے والے نے جو کچھ بنادیا ہے اس کے ماڈل میں بھی ترمیم و اضافہ نہ ہوا نہ ہوگا نہ کوئی کرسکا اور نہ کرسکے گا۔

وہ ذات واحد ہے، اکیلی ہے، بے مثل ہے، بے مثال ہے۔ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ کے مصداق ہے۔ اُس نے اپنے رزق کے دروازے سب کے لیے کھول رکھے ہیں، اپنوں، بیگانوں، اچھوں، بروں، نیکوں اور بدوں کے لیے روزی کا دروازہ کبھی بند نہیں کیا، ﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ یعنی زمین پر چلنے والوں میں کوئی ایسا نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی ذات کرم پر نہ ہو۔

اُسی ذات بے مثال نے اپنی ساری عظیم سے عظیم اور اعلیٰ سے اعلیٰ

Marfat.com

مخلوقات میں سے حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کی اولاد کو پسند فرمایا اور سب سے زیادہ اس کا درجہ بلند فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بہت عزیز کیا، اور ان کی اولاد کو بھی بلندی درجات عطا فرمائی۔ اور اپنی خاص عنایات کریمانہ کا صدقہ ساری مخلوقات سے اعلیٰ ترین، افضل ترین اور اشرف ترین مخلوق بنادیا۔

﴿قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

شہنشاہ کا خلیفہ صاحب ہی کی طرح ہوتا ہے جو امر ونہی اور حکم احکام دیتا ہے وہ صاحب ہی کا ہوتا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کا خود اپنا بنایا خلیفہ کسی جگہ اپنی مرضی کا اظہار کر سکے۔ اس کی مرضی بھی اس کی رضا و مہربانی کی پابند ہوتی ہے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام کا وجودِ مبارک تیار ہو گیا تو وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ کے امر سے اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے قالب میں اپنی روح مبارک داخل فرمائی، روح مبارک کے نفخ نے حضرت آدم کا مقام اور بلند فرمادیا تو اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ تمام ملائکہ حکم الٰہی کے سامنے سرنگوں ہو گئے مگر ابلیس شیطان اس نعمت سے محروم رہا اور اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی وجہ سے مردود ہو گیا۔ اب ہر نافرمانی کرنے والا بھی شیطان ہی ہے، اس لیے ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے رب کے حضور سجدہ ریزی کرتا رہے اور کبھی اس نعمت سے محروم نہ رہے۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝﴾

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری

Marfat.com

عبادت کریں۔

یہ سرفرازی، یہ سربلندی کا تاج حضرت انسان کے سر پر اسی وقت زیب دیتا ہے جب تک اس کے خلیفہ کی حیثیت سے اس کے حکم کا پابند ہو کر بلکہ اُس کی صفات عظیمہ کا مظہراتم بن کر تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ کی تصویر بن کر اپنے منصب پر قائم رہے۔

تمام اختیارات، تمام مناصب اور تمام سہولتیں، اعزازت، اُسی کرسی کی وجہ سے ہوتی ہیں جس پر افسر بیٹھا ہو، اگر اُس منصب کو وہ ٹانگ مار دے یا اُس کو اس سے محروم کردیا جائے تو سارے اختیارات بھی ختم، اعزازات بھی ختم اور سہولتیں بھی ختم۔

حضرت انسان پر یہ کرم ضرور ہوتا ہے کہ اگر خدانخواستہ وہ منصب خلافت کی کرسی سے محروم کردیا جائے تو بھی وَ مَنْ کَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا والی سہولیات بعد میں بھی جاری وساری رہتی ہیں۔ آب و ہوا، نظم زندگی، خورد ونوش، نظام کائنات کی ساری سہولتیں، دریاؤں سمندروں کے فیوض و برکات، آسمانی مخلوقات چاند، سورج ستارے اور ان سب کے ذریعے ملنے والی نعمتوں کے دروازے بند نہیں کئے جاتے بلکہ ریٹائرمنٹ یا ڈس مس کردینے کے بعد یعنی منصب خلافت سے محروم کردینے کے بعد سہولیات میں بعض اوقات اضافہ بھی کردیا جاتا ہے اور منصب خلافت کا بار اٹھانے والوں کو آگاہ بھی رکھا جاتا ہے کہ کہیں اس محروم اور راندۂ درگاہ کی سہولیات دیکھ کر تمہاری آنکھیں چندھیا نہ جائیں۔ ﴿لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ۝﴾ تمہیں کافروں، منکروں، نافرمانوں اور محرومان منصب خلافت کا شہروں میں اٹھلاتے پھرنا فریب اور دھوکہ میں نہ ڈال

Marfat.com

دے۔ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ یہ تو بہت ہی تھوڑا ہے۔ یہ اس دنیا میں جتنا بھی پالیں، بہت ہی تھوڑا ہے۔ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ منصب خلافت سے ٹھکرائے ہوئے، گرائے ہوئے، محروم شدگان کا انجام انتہائی عبرت ناک ہے۔

البتہ اس منصب پر فائز لوگ سبحان اللہ! ﴿وَلٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ﴾ جنہوں نے رب کا تقویٰ اختیار کیا، منصب آدم وآدمیت کا لحاظ رکھا، خلافت عظمیٰ کے سزاوار رہے، ان کے لیے حسین وجمیل باغوں کی بہاریں، دل کو لبھا لینے والی خوبصورت نہریں، مہمان نوازی کی دل جوئیاں، قسماں قسم کے کھانے، عیش و آرام، حور وغلمان، نظروں کو خیرہ کردینے والی خدمات، سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ بچھے ہوئے تکیے، آمنے سامنے عزت واکرام سے مناصب رفیعہ کا لطف اور نہ جانے کیا کیا: وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ان نیکوں، پارساؤں، عظیموں، وفاداروں، جاں نثاروں اور محبتوں کے پیکروں کے لیے ان کے رب کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ بہت ہی خیر ہے اور خیر ہی خیر ہے۔

اے انسان! اے شاہکار ربوبیت، اے خلیفۃ اللہ فی الارض مسجود ملائک لولاک کے مالک انعامات واکرامات کے مصدر رفیعہ کے سزاوار عزت وتکریم تسخیر کائنات ارض وسماوات کے مسخر، چاند سورج یعنی سب سے زیادہ بلندیوں پر رہنے والی مخلوق کے مخدوم اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ○ تم کدھر جارہے ہو۔

❀ ❀ ❀

Marfat.com

قدرت کا شاہکار...... احسن تقویم

”انسان“

وہ مُبدع بھی ہے اور خالق بھی ہے اور صانع بھی، اپنی تخلیق اور صنعت کے بارے میں جو کچھ وہ جانتا ہے اور جو اس کا فرمان ہے وہ حرف آخر ہے اس کی جملہ تخلیقات میں احسن تقویم کا سہرا صرف حضرت انسان کے سر پر ہے۔ جن، پری، حور وغلماں، ملائکہ، حیوان، چرند پرند درند، نباتات، جمادات پھر ان میں ہزار ہا قسم کی ندرت بھری تخلیقات اور وہ سب اپنی اپنی جگہ پر اتنی اہم اور ضروری کہ اگر صرف ایک تخلیق کا وجود ختم ہوجائے تو اس خلا کو پورا کرنے کے لیے کوئی متبادل راستہ نظر نہ آئے۔ ہر چیز اپنے محور اور مواد میں اتنی حسین و جمیل کہ ایک دیکھیں، دوسری فراموش ہوجائے، ان جملہ تخلیقات میں سب سے ارفع و اعلیٰ تخلیق، حضرتِ انسان جس کو خود خالق کائنات نے کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ کا تاج پہنایا ہے، آخر کیوں؟ آخر وہ کون سی جبلات ہیں جن کی وجہ سے اشرف المخلوقات قرار دیا گیا۔ انسان اپنی صلاحیتوں سے خود بھی ابھی واقف نہیں، یہ ساری باتیں خود صانع مطلق ہی جانتا۔

البتہ ہم دیکھتے ہیں کہ خطہ ارض پر بسنے والی مخلوقات میں سے اگر حیوان غیرناطق کے ساتھ حیوان ناطق کا مختصر تقابل کرکے ہی دیکھ لیں تو انسان ہر لمحہ

Marfat.com

بارگاہ صمدیت میں سجدہ ریز رہے تو بھی حق تشکر ادا نہیں کر سکتا۔

حیوان کا بچہ پیدا ہوا اور انسان کا بھی، حیوان نے بھی ماں کا دودھ پیا، انسان کے بچے نے بھی ماں کا دودھ پیا، قدرت نے دودھ کی نہریں پہلے سے لبالب بھر کر رکھی ہیں بلکہ حیوان کے لیے اکثر اوقات چار پستان ہیں کہ شاید دو سے اس کا پیٹ نہ بھرے لیکن دونوں میں کمال فرق یہ ہے کہ اس کے لیے پستان کھلے، بے پردہ، گردوغبار سے اٹے ہوئے ہزار ہا قسم کے جراثیم سے آلودہ لیکن انسان کے لیے دودھ کی نہریں باپردہ، باحیاء، صاف ستھری پاکیزہ، پھر حیوان کا بچہ خود اٹھے، ماں کے پاس جائے اور خود جا کر دودھ پیئے، لیکن انسان کی ماں اسے خود اٹھائے، سینے سے لگائے، پہلے محبتوں کی شیرینی اس کے جسم میں سرایت کرے اور پھر باپردہ چھپ کر دودھ پلائے۔

انسان کے بچے کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی خوراک کا انتظام ہو گیا اور بالغ ہونے تک اس پر دینی، مذہبی، معاشرتی، تمدنی، کوئی ذمہ داری نہیں، اس وقت تک تمام انتظامات اس کے لواحقین کے ذمہ ہیں۔ بالغ ہوا تو ذمہ داریوں کا آغاز ہوا، حقوق اللہ اور حقوق العباد کے دفاتر کھل گئے۔

حیوان کو اگر ماں کا دودھ بھی پینا ہے تو خود اس کے پاس جانا ہے۔ پھر اس کے بعد اپنی ساری ذمہ داریاں، سارے بوجھ خود اٹھانے ہیں، زندگی کے آخری سانس تک یہ سلسلہ ایسے ہی جاری رہنا ہے۔

حیوان کا بچہ بیمار ہو جائے تو اس بیماری کے علاج کے لیے خود اُسے تگ و دو کرنا پڑتی ہے اور اگر کسی انسان کے زیر کفالت ہے تو اسے اس کی فکر کرنا پڑ جاتی ہے۔ اس کے علاج معالجے کے ساتھ یہ فکر بھی ہوتی ہے کہ کہیں حرام نہ ہو جائے

Marfat.com

اگر دوا سے افاقہ نہ ہو تو فوراً چھری پھیر دی جاتی ہے کہ حرام ہونے سے بچا لیا۔

لیکن انسان بیمار ہو جائے تو بھی گھر والوں کو فکر لاحق ہو جاتی ہے، اس کی دوا کا انتظام کرتے ہیں۔ انسان کو حیوان کی نسبت یہ اعزاز بخشا گیا کہ کوئی یہ نہیں کہتا کہ بابا! بہت اچھا تھا، پیارا تھا لیکن اب کیا کریں جلدی کرو کہیں حرام نہ ہو جائے اور چھری پھیر دی جائے۔ الحمدللہ انسانی معاشرے میں ایسا کہیں نہیں ہے۔ اس بات کی خبر ہوتے ہوئے بھی کہ اب آخری لمحات ہیں، زندگی کے لیے دعائیں کی جاتی ہیں، علاج معالجے میں کسر نہیں چھوڑی جاتی، ڈاکٹر اور طبیب جواب بھی دے دیں تو پھر بھی مایوسی انسانی دروازے پر آکر دستک نہیں دیتی۔ اور اکثر کہتے ہیں اگر ڈاکٹروں حکیموں نے جواب دے دیا ہے تو کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ نے جواب تو نہیں دیا۔

حیوان مر جائے اور حرام ہی چلا جائے تو اس کے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر دور کہیں باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ وہاں کئی قسم کے پرند درند اور جانور اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھا جاتے ہیں، ہڈیاں کتے بلے چبا لیتے ہیں اور اگر حلال جانور حلال کر لیا تو بھی اس کی حالت عبرتناک ہوتی ہے کہ اُس کی کھال اتار کر جوتے بنانے والے لے گئے، گوشت انسان کھا گئے، انتڑیاں اور دیگر قسم کی اشیاء درندوں اور پرندوں کے کام آئیں، ہڈیاں کتے بلے کھا گئے۔

لیکن انسان کو مرنے کے بعد بھی عزت و تکریم ملی، خواہ وہ کیسا بھی ہو، اس کے انتقال پر دکھ کا اظہار کیا گیا۔ اس کی خوبیوں کو سراہا گیا، اس کے عیوب ونقائص پر دکھ کا اظہار کیا گیا۔ اس کی خوبیوں کو سراہا گیا، اس کے عیوب و نقائص سے صرف نظر کیا گیا۔ حلقہ احباب کو پیغام پہنچائے گئے۔ اسے نہلایا

Marfat.com

دھلایا گیا، صاف ستھرے اور نئے کپڑے پہنائے گئے، اُسے کندھوں پہ اٹھا لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے گھر میں لے گئے، سب حلقہ احباب اس کے لیے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور ایک نمائندہ بنا کر آگے کھڑا کیا گیا۔ اُس نے سب کی نمائندگی کرتے ہوئے مرنے والے کی سفارش کی، بخشش کے لیے درخواست کی، اس کے جنازے میں شرکت کو فرض کفایہ قرار دیا گیا۔ بڑے احترام کے ساتھ جس مٹی سے اس کا خمیر اٹھایا تھا، اس مٹی کے سپرد کر دیا گیا۔ بار بار اس کی بخشش کی دعائیں کی جانے لگیں، کم از کم تین دن اس کے گھر میں افسوس کا سامان کیا گیا کہ ہائے وہ مر گیا۔

ہاں اگر حیوان کا سا سلوک انسان کے ساتھ روا رکھا جاتا، تو حضرت کے پلے کیا رہ جاتا، عزت خاک میں مل جاتی یہ جلایا جاتا، ہنڈیا میں پکایا جاتا، دکانوں پر اس کے پائے سجائے جاتے، پھر اس کو کھایا جاتا، چمڑا جوتیاں بنانے والے موچی لے جاتے، ہڈیاں کتے بلے کھا جاتے، تو انسان کی کیا قدر رہ جاتی۔

اور حضرت انسان کس طرح خود اپنے ہی عزیزوں کے ہاتھوں تذلیل کے کس گڑھے میں جا گرتا، یہ سب کچھ نہیں ہوا تو صرف اس لیے کہ حضرت ذات حق نے اسے بناتے ہوئے ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ کا اعزاز بخش دیا ہے۔

حیوان جب کھانے اور پینے لگتا ہے تو زمین پر گلیوں میں اور سڑکوں پر، بازاروں میں، گندگی کے ڈھیروں پر یا اگر کہیں صاف ستھرا انتظام بھی ہے تو بھی اُسے اپنا منہ زمین پر رگڑنا پڑتا ہے۔ یا ادھر ادھر روزی تلاش کرتا پھرتا ہے۔

لیکن حضرت انسان کھانے پینے کے لیے باوقار، صاف ستھرا، پاک و

Marfat.com

صاف اور بڑی عزت و تکریم سے اہتمام کرتا ہے۔ کھانے پینے کے لیے اسے اپنا منہ زمین پر نہیں رگڑنا پڑتا بلکہ باقاعدہ صاف ستھرے برتنوں میں ڈال کر پکا کر، تیار کر کے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر منہ تک لے جاتا ہے اور باوقار طریقے سے بیٹھ کر اطمینان سے تناول کرتا ہے۔

حیوان جب چلے گا وہ اپنا منہ نیچے زمین کی طرف جھکا کر چلے گا کہ قدرت نے اس کی ساخت ہی ایسے کی ہے اور یہ اس لیے بھی کہ خواہ وہ کتنا ہی خونخوار ہو، درندہ ہو، پھر بھی انسان کا محکوم ہے اور محکوموں کو ہمیشہ سر جھکا کر ہی چلنا پڑتا ہے۔

حیوان اپنی زندگی جیسے بھی گزرتی ہے گزارتا ہے کہ وہ اس کے لیے مجبور ہے، معذور ہے، اگر وہ اچھی زندگی گزارتا بھی ہے تو وہ حضرت انسان کا اس کے لیے محتاج بھی ہے اور ممنون احسان بھی۔

جب کہ انسان اپنا گھر، اپنا مسکن خود بناتا ہے، اپنی مرضی سے بناتا ہے، ڈیزائن تیار کرتا ہے، تعمیر کرتا ہے، اس میں اپنی حیثیت کے مطابق آسائشیں مہیا کرتا ہے اور زندگی بسر کرتا ہے جبکہ اس سارے کام میں وہ حیوان کا محتاج نہیں۔

انسان کا نطفہ ماں کے رحم میں رکھا گیا تو اس وقت سے ہی اس کی ساری پرورش کا انتظام کر دیا گیا لیکن جن حالتوں اور کیفیتوں سے گزرا اور جو خوراک اسے رحم مادر میں دی گئی، اگر وہ سب کے سامنے ہو تو شاید اس سے بات کرنے کو جی نہ چاہے اور نہ شرم کے مارے خود کسی کے سامنے آ سکے، خود ذات باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا کیا انسان پر ایک ایسا وقت نہیں آیا، جب یہ اس قابل بھی

Marfat.com

نہ تھا کہ اس کا ذکر بھی زبان پر لایا جاسکے۔ اس لیے سارے حالاتِ و واقعات اور کیفیات کو چھپا کر رکھا گیا تا کہ اس کی عزت رہ جائے۔ اس کے بالغ ہونے تک اس پر کوئی ذمہ داری بھی نہیں ڈالی گئی۔ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کی عزت و تکریم میں فرق نہ آنے دیا، ایسے میں اگر انسان اپنے خالق، اپنے مالک، اپنے مربی، اپنے محسن کو بھول جائے اور کسی اور چوکھٹ پر سر رکھ دے۔ تو انسانیت نام کی کوئی چیز بھی اس کے پاس نہ رہ گئی، بلکہ صحیح معنوں میں لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا تو اب ہوا ہے۔

اے انسان! شکر کر، اُس ذات کا جس نے تجھے مرنے کے بعد بھی تجھے عزت دی ورنہ نہ جانے کیا گزرتی، تیری گردن میں رسی ڈال کر بازاروں میں گلیوں میں سے گھسیٹ گھسیٹ باہر جنگل میں پھینک آتے اور یہ سارا کام وہ کرتے، جن کے لیے تو نے اپنی پوری زندگی داؤ پر لگا دی۔ جن کے لیے حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر ساری زندگی کماتا رہا، جن سے پیار و محبت کی پینگیں بڑھا بڑھا کر دل کی دنیا لٹاتا رہا۔

اے انسان! ہزار بار نہیں کروڑ ہا بار شکر گزار ہو، کہ اس پروردگار نے تجھے حلال بھی قرار نہیں دیا ورنہ وقت بے وقت بھیڑ، بکری، گائے، اونٹ وغیرہ کی طرح جب ضرورت پڑ جاتی تجھے ذبح کر دیا جاتا اور وہی حال ہوتا جو حلال حیوانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ جہاں ذات باری تعالیٰ جل وعلیٰ اپنے شکر گزار بندوں کے حسین تذکرے کئے ہیں، وہاں اتنی نعمتیں کھا کھا کر ناشکری کے گڑھے میں گرنے والوں کو عبرت کی آنکھ کھولنے کے لیے کیا خوبصورت گفتگو فرمائی گئی، پڑھئے اور سپاس گزار بن جایئے۔

قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ غارت ہو، مر جائے انسان کتنا احسان فراموش

Marfat.com

ہے، مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ کس چیز سے پیدا کیا گیا، مِنْ نُّطْفَةٍ ایک نطفہ سے، خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ اس کو پیدا کیا، پھر اس کی ہر چیز ایک خاص انداز سے بنائی گئی۔ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ پھر زندگی کی راہیں اس کے لیے آسان کر دی گئیں۔ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ پھر اس کو موت دی اور قبر تک پہنچا دیا گیا۔ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ پھر جب چاہے گا اس کو اٹھائے گا۔ كَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ یقیناً وہ کام سرانجام نہیں دیا جس کا اس کو حکم دیا گیا تھا۔ فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ پھر انسان کو اپنی خوراک کی طرف دیکھنا چاہیے۔ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا بے شک ہم نے پانی زور سے برسایا۔ وَّزَیْتُوْنًا وَّنَخْلًا زیتون اور کھجوریں بھی، وَحَدَآئِقَ غُلْبًا اور گھنے باغات، وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا طرح طرح کے پھل اور گھاس، مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ تمہاری بود و باش اور تمہارے مویشیوں کی زندگی کے لیے سامان، فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ پھر جب کان پھاڑ دینے والی چیخ بلند ہوئی، یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ اس دن جس روز آدمی اپنے بھائیوں سے بھاگے گا۔ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ اپنی ماں اور باپ سے بھی بھاگے گا۔ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ اور اپنی بیوی بچوں اور بھائی سے بھی بھاگے گا۔ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ہر انسان ہر دوسرے انسان سے بھاگے گا۔ وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ کتنے ہی چہرے اس روز نور ایمان سے منور ہوں گے۔ چمک اور دمک دیدنی ہوگی۔ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ہنستے مسکراتے خوشی و مسرت اور انبساط سے مہکتے چہرے، وَوُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ اور کتنے ہی چہرے اس روز ایسے ہوں گے جو غبار آلود ہوں گے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ یہ وہی لوگ ہیں جو ناشکرے، کافر اور فاجر ہیں۔

(سورۃ عبس: آیت ۱۸ تا ۴۲)

Marfat.com

واقعتہً غارت اور تباہ ہو جائے ایسا انسان جو وجود انسانیت کے لیے باعث فخر ہونے کی بجائے باعث ننگ و عار ہو جس کی وجہ سے انسانیت منہ چھپاتی پھرے، جو خود اپنے ہاتھوں؛ چند ٹکوں کی خاطر یا پیٹ کا ایندھن بھرنے کے لیے چند ٹکڑوں کی خاطر یا اپنی اولاد کی ہوس و ضروریات لایعنی پوری کرنے کے لیے مقام انسانیت سے گر کر نسل آدم کو شرمسار کرے، اس کا مٹ جانا اس کے زندہ رہنے سے بہتر ہے، خس کم جہاں پاک۔

فطرت ہر لمحہ اُسے پکار کر کہتی ہے۔ اے اشرف المخلوقات! ہم نے کس انداز سے تیری تخلیق کے ادوار کو چھپا کر رکھا تاکہ کوئی تجھ سے نفرت نہ کرے، ہم یوں ہی تیری ابدی زندگی تک اس کو صیغہ راز میں ہی رکھتے ہیں لیکن جس انداز سے تو نے حیوانیت کی زندگی اختیار کر لی ہے۔ اس مقام پر تجھے یاد کرانا ہی ضروری ہے۔ کہ اپنے اس قطرہ آب کی طرف دیکھ جس سے پیدا کیا گیا۔ شکم مادر یعنی ماں کے پیٹ میں تیرے اعضاء کی ساخت، شکل و صورت کا تعین دماغی صلاحیتیں، مقدر کی پستی و بلندی اور عسرت ویسرت کے بارے میں فیصلے صادر فرمانے والا کون ہے۔ وہ کون ہے جس نے رحم مادر میں تجھے پروان چڑھایا۔ باہر آنے کی راہیں ہموار کیں۔ گوناگوں قوتوں کے خمیر کی ان میں تخم ریزی کی۔ مختلف خطہ ہائے زمین کے رہنے والے مختلف طبائع کے لوگوں کے لیے زندگی کے سارے سامان بڑی فیاضی کے ساتھ کس نے بکھیر دیئے ہیں اور کس کے لیے بکھیر دیئے ہیں تاکہ حضرت انسان کی امکانی قوتیں عملی جامہ پہن سکیں۔ ان کی نشوونما کے لیے سازگار فضا، خوشگوار ماحول مہیا کیا۔ تاکہ خوابیدہ قوتیں بیدار ہوں، زمین کے پیٹ سے زمین پھاڑ کر غلہ اگایا بلکہ

Marfat.com

ہر سطح پر قدرت کے لطف و کرم کے ہاتھ نے انسان کی عظمت کو چار چاند لگانے کے لیے کیا کیا سامان نہ کیے۔ ابدی زندگی کی فوز و فلاح کے لیے راستے ہموار کیے۔ شاہراہ نبوت پر عظیم سے عظیم تر چراغ روشن کیے تا کہ ہر سالک کو منزل پر پہنچنا آسان ہو۔ رسالت کی تنویریں راستے کے نشیب و فراز روشن نہ کرتیں تو انسان کسی نہ کسی فکری گرداب میں ڈبکیاں کھاتا پھر رہا ہوگا یا کوئی ایسی لغزش سرزد ہوجاتی جو کہیں نہ کہیں تاریکی کے کسی غار میں دھکیل دیتی۔

موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ جب وقت مقرر آ گیا تو ایک لمحہ نہ آگے ہوسکتا ہے نہ پیچھے۔ ہزاروں محافظوں کے جھرمٹ میں بھی موت اسے اچک لے گی، نہ بھاگ سکتا ہے نہ چھپ سکتا ہے نہ خود بچ سکتا ہے نہ کوئی اسے بچا سکتا ہے۔ زمین کا پیٹ، پرندوں، درندوں اور پرندوں کے معدے، سمندروں کی گہرائیاں اس کا مدفن بن سکتی ہیں۔ اتنی بے بسی کا عالم اور اس پر اپنی حیثیت واہمیت سے غافل ہو کر اتنا غرور و تکبر۔

بدقسمتی سے اُسی خالق، اُسی مہربان، اُسی شفیق کے احکامات کو بوجھ سمجھتا ہے۔ اپنی ترقی کی راہ میں بھاری پتھر خیال کرتا ہے جس نے اس کے لیے بہتر سے بہتر زندگی گزارنے کے لیے ساری راہیں خود ہموار کی ہیں اور اس کی شکرگزاری پر مزید نوازشوں کے دروازے اور کھڑکیاں کھول دیتا ہے۔

معاشی زندگی کو رعنائیوں سے بھری نعمتوں پر غور و فکر کی دعوت، دسترخوان پر بچھے رنگارنگ کھانوں، برستی بارش کا حسن دلفریب، بارانِ رحمت سے مردہ زمین کا زندہ ہونا، زمین کا سخت ترین سینہ شق ہونا، ننھی منھی اور نازک کونپل،

Marfat.com

اس پر نازک نازک سی بالیاں اور اُبھرتی پھیلتی بیلیں، زیتون اور کھجور کے درختوں کی بہاریں، شاداب اور گھنے جنگوں کے سناٹے، درختوں کی پھلوں اور پھولوں سے لدی ٹہنیاں، ان نعمتوں سے بھری ہوئی اللہ کے حضور سجدہ شکر بجا لاتے ہوئے جھکی اور بچھی ہُوئی بیلیں زمین کے سینے پر پھیلے وسیع دامن پر مخلف قسم کی اگی ہوئی گھاسیں جو مختلف چوپائیوں اور انسانوں کی اپنی اپنی پسند ہیں، یہ سب کیا ہے اور کس کے لیے ہے۔

جانور پیدا کئے تیری وفا کے واسطے
کھیتیاں سرسبز ہیں تیری غذا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے
سب جہاں تیرے لیے اور تُو خدا کے واسطے

آخرکار پھول مرجھاتے ہیں، ٹہنیاں خشک ہوتی ہیں، درخت بوڑھے ہوتے ہیں اور کٹتے ہیں، اسی طرح انسان بھی پیدا ہوتے ہیں اور عمر طبعی کے بعد قبر کی اندھیری غار میں پہنچ جاتے ہیں۔ اگر انسانیت کے مقام و مرتبے پر فائز ہے تو ارشاد ہے: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ کہ بے شک نیک لوگ عیش و آرام میں ہوں گے اور اگر انسانیت کے مقام و مرتبے کی قدر نہ کرتے ہوئے انسانیت کے لیے باعث تذلیل ہوتے ہیں تو حکم ہے: یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ اے انسان! تجھے کسی چیز نے اپنے مہربان و کریم اور شفیق رب سے دھوکے میں رکھا۔ فاعتبرو یا اولی الابصار.

✲ ✲ ✲

Marfat.com

خریدار اور غلام

پانچ وقت کی اذان، گویا ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے گریہ زاری کی ایک دعوت ہے۔ اس کی محبت میں بہایا ہوا آنسو، شہید کے خون کے برابر سمجھا گیا ہے۔ دیکھ خریدار نے تیرے مال کی کیا قیمت لگا دی۔

اتنا قدر دان خریدار اتنا کریم مالک چھوڑ کر کسی اور خریدار کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے رہنا، حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ اگر اُس کے سوا کوئی اور خریدار تجھے مل بھی جائے تو بتا: وہ تیری کیا قیمت لگائے گا۔ اُس کے پاس ہے کیا: چند کھوٹے سکے ثَمَنًا قَلِیْلًا، اپنی قدر پہچان، نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز، اپنی قیمت بڑھا، کسی کے پاس تجھے خریدنے کے لیے مال کہاں، اُس کے چند کھوٹے سِکوں کی چمک سے لالچ میں نہ آ کہ لالچ انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ تیرے دوسری طرف دیکھنے سے اتنا عظیم اور قدر دان اگر غیرت میں آ گیا تو تیری قیمت چند کھوٹے سکے بھی نہ پڑ سکے گی۔ وہ بڑا غیور ہے تو نفرتوں کے جہنم میں ایسا گرے گا کہ کوئی تیرا مددگار اور کوئی تیرا معاون نہ ہوگا نہ تو مر سکے گا نہ جی سکے گا۔

حکمتوں کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک خوشہ چین نے لکھا ہے کہ ایک شخص ایک انتہائی خوبصورت عورت پر عاشق ہوا، اُس کے حسن پر دل کی دولت ہار گیا۔ عورت نے دیکھا تو پوچھا: میرے پیچھے پیچھے کیوں آ رہا ہے۔ اُس نے کہا: تیرے حسن نے میرے دل کی دنیا لوٹ لی ہے۔ مجھے تجھ سے

Marfat.com

عشق ہو گیا ہے۔ عورت نے کہا: احمق نہ بن، میری ایک بہن ہے۔ وہ تیرے پیچھے پیچھے آ رہی ہے وہ مجھ سے بھی حسین تر ہے۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس عورت نے زور سے تھپڑ دے مارا اور کہا کہ کم بخت محبت کا دعویٰ، عشق کا دعویٰ مجھ سے کرتا ہے اور دیکھتا غیروں کی طرف ہے۔ چل دفع ہوجا، تو عشق میں ناکام ہے، تیری محبت خام ہے۔

حق تعالیٰ کی عطا کے لیے قابلیت شرط نہیں، جب عطا ہوتی ہے قابلیت خود ہی پیدا ہوجاتی ہے۔ عطا مالک کی صفت ہے اور اس کی طرح اس کی صفت بھی قدیم ہے۔ قابلیت، غلام اور بندے کی صفت ہے جو غلام اور بندے کی طرح حادث ہے۔ پتھر لاکھ پتھر سہی، لیکن جب اس کی عطا کی پھوار برسنے لگتی ہے تو لاکھ پتھر دل بھی موم بن جاتے ہیں، اور انہی سے چشمے ابل پڑتے ہیں۔ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ۔

دنیا کا کوئی دوست وفادار نہیں بلکہ شاہ کے سوا باقی سب تیرے دشمن ہیں۔ وہی ایک سچا دوست ہے۔ سچے دوست سے شکوہ کرنا گناہ ہے، سچے دوست سے بدگمان نہ ہو، بدگمانی سے دوستیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اُسی سچے دوست کا وفادار غلام بن، غلام تو غلام، اگر کتا بھی مالک سے وفاداری کرے تو مالک کی ہزاروں ہمدردیاں جاگ اٹھتی ہیں۔

محمد بوٹیا جھوٹا ای جگ سارا
سچے نبی دیاں سچیاں یاریاں نی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والے جادوگروں نے جب مالک کی، شاہ کی دین سے شناسائی حاصل کر لی تو انہوں نے اس کی محبت میں

Marfat.com

ہاتھ اور پاؤں کٹوا دیئے اور دار و رسن کو چوم لیا۔ یہ مقام تو پچاس، سو دو سو سال کی عبادت کے بعد بھی نہیں ملتا۔ مالک نے ان کے تذکرے کے ایک ایک حرف کے بدلے ساری کائنات کو دس دس بیس بیس نیکیاں بانٹنا شروع کر دی ہیں۔ آج تک بٹ رہی ہیں اور تابہ ابد بٹتی رہیں گی۔ اس خیرات سے دامن بھرنے والوں کے لیے خزانوں کے بوروں کے منہ کھول دیئے ہیں۔ تقدیس بھری کتاب میں جادوگروں کے اس تذکرے سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے رہو اور فیض و کیف سے جھولیاں بھرتے جاؤ۔ سلام ہو اُس کامل نگاہ والے شاہ کے بندے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، جس کے ذرا سے ادب کرنے پر، قدر دان و شکور، حلیم شاہ نے ذروں کو عزت و شرف کے اوجِ ثریا پر پہنچا دیا۔

یہ تو اس کے ادب کا صلہ تھا جو شاہ سے صرف ہمکلام ہوا تھا اور جس نے شاہ سے قاب قوسین کا قرب اور خلوت پائی۔ رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ کا شرف دیدار پایا۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کی آنکھ سے شاہ کو جی بھر کر دیکھا۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی کی راز و نیاز کی باتیں کی۔ ذرا سوچ! اُس کے ادب کی کیا کرامات ہوں گی۔ اگر تیری سوچ کا شہپر وہاں تک پرواز نہیں کر سکتا تو نہ سہی، ادب کر، پھر شاہ کے دین کو دیکھ! وہ بہت ہی قدر دان ہے۔ یا حی یا قیوم یا شکور یا حکیم۔

محمود غزنوی بادشاہ نے خریدے ہوئے ایک ہندی غلام ایاز کی طرف دیکھ کر کہا تھا کہ تیرے غلام ہونے نے غلامی کے منصب کو منور کر دیا ہے۔ تیرے وجود سے تو آزاد لوگ بھی تیری غلامی جیسی غلامی کی حسرت رکھنے لگے ہیں۔ اور ہاں مومن ہوتا ہی وہ ہے جسے دیکھ کر کافر بھی حسرت سے دیکھتا ہی رہ جائے کہ

Marfat.com

با ایمان ایسے ہوتے ہیں یوں تو مؤمن ایسے بھی ہزاروں مل جائیں گے جن کی طرف دیکھ کر کافر ایمان لانے کا ارادہ ہی ترک کر دیتے ہیں۔

اگر آگ کا ایک شرر سارے جنگل کو جلا دینے کے لیے کافی ہوسکتا ہے تو کیا ایمان کے پانی کا ایک قطرہ، سارے سمندر کو ڈبو دینے کے لیے کافی نہ ہوگا۔

اگر یار مہربان ہو تو ہر امتحان کی ہر تلخی خوشگوار ہو جاتی ہے بلکہ ان تلخیوں میں اتنی شیرینی ہوتی ہے کہ اس کا ایک قطرہ سمندر کے سارے کھارے پن کو دور کر دیتا ہے۔

جو ایک بے رونق مٹی سے پھل پھول اور پتیاں پیدا کر دیتا ہے وہ تیرے سارے کھوٹے سکے، وصول کر کے تجھے مسجود ملائک بنا سکتا ہے۔ اے خاک کے پتلے وہ تیری خاک میں اتنا نور بھر سکتا ہے کہ نوری تیرے گھر کا پانی بھرتے پھریں، تیری چوکھٹ پر دربانی سرمایہ افتخار سمجھنے لگیں۔ وہ بڑا قدر دان ہے۔ یــا شکورٌ حلیمٌ.

سوچ اس شاہ سے بہتر تیرا خریدار کون ہوسکتا ہے جس کے اپنے خزانے سُچے مال سے بھرے ہوئے ہیں اور پھر بھی جو غلام بھی اپنا مال لے کر اس کے پاس آتا ہے وہ اس کا سارا مال خرید لیتا ہے اور اس کے عوض ختم نہ ہونے والے خزانوں سے جھولیاں بھر دیتا ہے۔

جس کی دکان پر ایک جان کے بدلے سو جان مل جانے کی یقین دہانی ہوتی ہو، اُس دکان سے کون جان چھپا کر رکھتا ہے۔ ابراہیم ہنستے مسکراتے آتشِ نمرود میں جو کود پڑے تھے اس کی کوئی وجہ تو ضرور ہوگی۔ اسماعیل نے اپنی گردن اس کی چوکھٹ پر کیوں رکھ دی تھی۔ اُن کو شاہ کے بھالے کا زخم اتنا پیارا ہوتا ہے کہ دوسرے زخم کی تمنا میں روتے ہیں۔ آگ کے انگاروں پر لیٹنے

Marfat.com

والوں سے پوچھ، یہ انگارے، یہ شرر، یہ شعلے، تمہیں اتنے میٹھے اور لذیذ کیوں لگتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: یہ ہم سے نہ پوچھ، نہ ہمارے پاس اتنا وقت ہے کہ تیری طرف دیکھیں، وہ دیکھ چلمن سے لگے اوٹ میں بیٹھے کوئی مسکرائے جارہا ہے۔ اس کی ایک مسکراہٹ ہی نے ساری تلخیوں میں شیرینی بھر دی ہے۔ اس کی اک نظر کی قیمت میری ساری زندگانی۔

وہ خریدار ہی نہیں، وہ سخی داتا بھی ہے اس کی سخاوت، چاہنے والوں کو یوں تلاش کرتی رہتی ہے جیسے حسین لوگ آئینے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ آئینے سے ان کے اصل حسن ہی میں نکھار آتا ہے۔ سخی داتا اپنے دروازے ہر ایک کے لیے کھلے رکھتا ہے۔ سارا دن ہر خاص و عام کے لیے اور رات کے تاریک سناٹوں میں صرف ہمراز لوگوں کے لیے، پتہ نہیں، تو کن میں شامل؟

انسان کے ازلی دشمن عدو مبین نے ایک دن شاہ سے عرض کیا: مالک! یہ تیری محبت کا دم بھرنے والے جن سے تو نے ان کے جان اور مال خرید لیے ہیں، یہ سودا تیری خرید کے قابل نہ تھا۔ یہ جھوٹے، مکار، فریبی، ان کی نمازیں بے ذوق، ان کے سجدے بے سرور، یہ سودا تو میرا تھا، تو نے کیوں خرید کیا۔ یہ بیع فسخ ہوگئی ہے کھوٹے مال کے عوض کھرا مال جنت عطا کرنے والے یہ بیع فسخ ہوگئی ہے۔ یہ میرا مال ہے مجھے دے دے تو شاہ نے کہا: کم عقل و کم ظرف ابلیس! بیع فسخ اس وقت ہوتی ہے جب خریدار مال کے عیب سے واقف نہ ہو، مجھے تو ساری خبر ہے جو میری دکان پہ آگیا وہ کھوٹا ہے یا کھرا، وہ میرا ہے لہٰذا اب یہ بیع فسخ نہیں ہوسکتی۔

میری لاج رکھنے والے تیری بندہ پروری ہے

✽ ✽ ✽

Marfat.com

عشق نبی کے باب کا عنواں ہزاروی

دنیاءِ خطابت کا شاہکار خطیب

حضرت علامہ شیخ القرآن ابوالحقائق پیر محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی رحمتہ اللہ علیہ

اُنہیں دیکھا، تصدق کردیا دل
کسی کو کیا، میری آنکھیں میرا دل

اگر کسی نے چاند نہ دیکھا ہو تو وہ اتنا تو مان لے کہ ایک خلق خدا اُس کو دیکھتی اور مانتی ہے۔ اور اُس کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہو رہی ہے۔ رات کی تاریکیوں میں بھینی بھینی خوشبو سے مہکتی چاندنی اُجالے بانٹتی رہتی ہے۔ یہ 1960ء کی بات ہے۔ جب میں نے انہیں پہلی بار قریب ہوکر دیکھا، میں نے دیکھا کہ وہ مرد کامل، ایک مکمل چاند سا لگا، میری روح مستعد ہوگئی اور میرا وہی حال ہوا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے لباس کی خوشبو نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا کیا تھا۔ میری وہ آنکھیں جو کسی دیدہ ور کی جستجو اور تلاش میں تھیں، بے نور ہوچکی تھیں، اس کی دید کے فیض سے بھری اس کے دیدار کی قمیص نے مری بے نور آنکھوں کو پُرنور کردیا۔ پھر اُس کے بعد ہزاروں حسین و جمیل سامنے آئے، جلوؤں کی تابانیوں سے متاثر کرنے کی کوشش میں رہے لیکن نظروں میں کوئی جچا ہی نہیں، اُس دن احسان ہوا، محبوب کی دید نہ ہو تو اس

Marfat.com

سے اندھا ہونا زیادہ بہتر ہے۔ پہلے اندھا ہی تو تھا بلکہ حاسدوں کی حسد کی آگ اس قدر پھیلی ہوئی تھی کہ اس آگ کے دھوئیں کے مرغولوں میں مجھے کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔

جب دن کا وجود دلیلوں کا محتاج ہوجائے تو پھر کوئی چیز بھی بھلی نہیں لگتی لیکن بھلا کرے ایک کرم فرما کا سید بادشاہ کا، ہزارروں رحمتوں کا نزول ہو، اس پر جو اس وقت ملتان کے قریب ''کروڑ پکا'' میں اپنے مزار پر انوار میں محوِ استراحت ہیں، وہ میرے لیے موصل الی المطلوب بنے۔سید محمودالحسن شاہ گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

راقم الحروف اُن کے ایماء پر بلکہ اُن کی انگیخت پر دورہ تفسیر قرآن میں شامل ہونے کی اجازت ملنے پر وزیرآباد حاضر ہوا۔ وہ نقشہ آج بھی میری آنکھوں میں، میری روح میں اور میرے انگ انگ میں سمایا ہوا ہے۔علم کی دولت کسی نیچ کو مل جائے تو وہ متکبر ومغرور ہوجاتا ہے اور اگرکسی شریف النفس کی جھولی میں آجائے تو وہ فرط مسرت سے مزید عجز وانکساری کا پیکر بن جاتا ہے۔

میری پہلی نظر نے یہی نظارہ دیکھا کہ علم وفضل، تقویٰ وطہارت، خطابت وامامت، فہم وفراست، زہد و ورع، بصیرت بصارت کا امام جس کمرے میں آرام فرما ہے۔ اس کمرے میں ایک خوبصورت فریم آویزاں ہے اور اس پر بہادرشاہ ظفر کا ایک شعر صاحب خانہ کی کیفیات دروں کا عکاس ہے۔

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں، نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی بھی کام نہ آسکے میں وہ ایک مشت غبار ہوں

Marfat.com

اس کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے حضور کچھ نذر کروں لیکن میرے پاس ہے کیا جو اُن کی نذر کیا جائے۔ سوائے اس کے کہ اس خوش خصال و احوال اور صاحب قال و حال کا بیان کروں اور ایسے کروں کہ زمین و آسمان ہنس پڑیں۔ خوشی و مسرت کی ایک لہر اٹھے اور دور کنارے پر بیٹھے ہوؤں کو بھی مسرور کر ڈالے، عقل و روح کی آنکھیں سوگنا ہو جائیں۔

وہ خوش خصال و خوش احوال ایسا کہ برصغیر میں ہزاروں حسد کی آگ میں بجھے لوگ اُس کے سامنے آتے ہی عقیدت و احترام سے اٹھ کھڑے ہوتے۔ وہ نبی آخرالزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی وراثت کا علمی وارث، جب مسند ارشاد پر بیٹھتا تو بڑے بڑے علماء فضلاء داد دیئے بغیر نہ رہتے۔ غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ ہوں یا سید ابوالبرکات علیہ الرحمۃ، شیخ الحدیث محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد لائلپوری رحمتہ اللہ علیہ ہوں یا مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمتہ اللہ علیہ اور ایسی بے شمار نابغہ روزگار شخصیات ان کا دل سے احترام کرتیں، علم و عرفان کے اسرار و رموز اور تصوف کے سربستہ راز عام فہم زبان میں یوں بیان کر جاتے کہ عامۃ الناس بھی محظوظ ہوتے اور خاصانِ علم و معرفت تو جھوم جھوم جاتے۔ پنجابی میں اکثر اور اردو میں کبھی کبھی تقریر فرماتے، تقریر کا محور کسی معروف صاحب درد اور صاحب عشق و محبت کا ایک شعر ہوتا۔ محبت رسول سے سرشار گھنٹوں گفتگو فرماتے اور حاضرین و ناظرین اور سامعین پر سحر طاری ہو جاتا۔

وہ کیا سہانا سماں تھا کہ رمضان المبارک میں ہر روز شاہ عالمی اور بھاٹی دروازہ کے باہر باغ میں سارا سارا دن علماء کرام تقاریر فرماتے اور اتوار کے

Marfat.com

روز تعطیل عام ہونے کی وجہ سے لوگوں کا تا حد نظر ایک جم غفیر ہوتا، اس روز کسی بہت معروف و مشہور اور جید عالم دین کو خصوصی دعوت دی جاتی، اشتہارات چھپتے۔

ایسی ہی ایک سہانی اتوار تھی کہ شیخ القرآن حضرت پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ کی آمد آمد کا شہرہ پورے لاہور میں ہوا، لوگ جوق در جوق پنڈال میں جمع ہو رہے تھے۔ بھاٹی دروازے کے باہر باغ میں تقویٰ و طہارت میں ڈوبے روزہ دار حضرات سے چمن محبت مہک رہا تھا۔

آپ اسٹیج پر تشریف لائے، سبحان اللہ! کیا شان تھی۔ زلف و کاکل کے دائرے کے عین اوپر سفید دستار مبارک کا تاج، عقابی نگاہوں کی حد نگاہ تک سامعین پر گرفت، انتہائی خوبصورت نکھرتا چہرہ، تصنع، بناوٹ اور ریاکاری کی گرد سے مکمل صاف، جواں رعنا کثیر علماء و فضلاء کے جھرمٹ میں باوقار چال کے ساتھ چلتا، حسن و جمال کا پیکر جمیل شانوں پر کاڑھے ہوئے سفید رومال کی سج دھج کے ساتھ اسٹیج پر تشریف لانے والے منتظر نگاہوں کا محبوب جلوہ گر ہوا۔ فضا نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے جھوم اٹھی۔

لحن داؤدی کی لذت سے بھری ہوئی آواز میں خطبہ مسنونہ کانوں میں رس گھولنے لگا۔ خطبہ کے بعد گونج دار آواز میں لحن داؤدی کی لذت سے بھری ہوئی آواز میں خطبہ مسنونہ کانوں میں رس گھولنے لگا۔ خطبہ کے بعد گونج دار آواز میں مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ شعر وردِ زبان ہوا۔

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

Marfat.com

حاضرین کو احساس ہوا کہ آج فن خطابت کا شاہکار خطیب مَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی کی کمال فصاحت و بلاغت کے گرد ہالہ بنائے گا۔ اور خطیب خطاب الٰہی ﷺ کے حضور دورِ حاضر کا خطیب شہیر نذرانہ عقیدت و محبت پیش کرے گا اور عشاقانِ محمد ﷺ کے مشامِ جانِ ایمان میں خوشبوؤں کے حلے بکھیر دے گا۔

بس پھر ایسا ہی ہوا، ہر شخص روزہ دار، پاک صاف ماحول، داتا علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کے دامن کی چھاؤں اور درود سلام کی مہکار میں مہکی ہوئی فضا میں سائیں گوہر دین رحمتہ اللہ علیہ کا گوہر تراشیدہ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مہر کا مرکز اللہ تعالیٰ کے محبوب کی فصاحت و بلاغت کے ذکر سے موتی بکھیرنے لگا۔ ہر ادا کا ذکر اور ہر بات کا تذکرہ سنتے حاضرین جھوم جھوم جاتے، نہ جانے بولنے والے نے بادلوں کے کانوں میں کیا کہہ دیا کہ وہ ساری فضا پہ کالی گھٹا کی صورت چھا گئے اور بھری ہوئی مشک کی طرح اپنی آنکھوں سے ٹپ ٹپ مینہ برسانے لگے۔ حاضرین میں ہلچل پیدا ہوئی تو خطیب ذکر محمد ﷺ نے حاضرین سے فرمایا: دیکھو! میرے اور تمہارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر سے مسرور و مسحور رحمت کی گھٹا بھی برسنے لگی ہے۔ آج یہ برسات بھی نظارہ کرلے کہ ساری کائنات کے محبوب کے ذکر کے سحر میں مسحور مخلوق خدا یوں بیٹھی ہے جیسے

کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

بس یہ فرمانا تھا کہ واقعی ان گنہگار آنکھوں نے دیکھا کہ دنیا پہ سحر چھا گیا، بادل برستا رہا اور دل کھول کر برستا رہا اور جانِ جہاں ﷺ کے ذکر جمیل

Marfat.com

سے مسرور وسرشار مخلوقِ خدا بھی اپنی آنکھوں سے موتیوں اور ہیروں سے قیمتی موتی اشکوں کی برسات برساتی رہی۔ جب یہ سارے موتی بہتے بہتے ایک دھارے کی شکل اختیار کر گئے تو آپ نے اچانک وما علینا الا البلاغ المبین کا آخری جملہ ارشاد فرما کر عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ کو درود وسلام پیش کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ درود وسلام کے بعد دعا ہوئی اور یوں یہ لمحہ دنیاءِ عشق ومستی کے ایک نئے باب کا اضافہ فرما کر امر ہو گیا۔

بولو! کچھ کہو! کوئی ایسا خطیب، کوئی ایسا مقرر، کوئی ایسا مبلغ نظر میں ہے۔ وہ خطیب ہی نہیں تھا، وہ شیخ القرآن بھی تھا۔ وہ ابوالحقائق بھی تھا، وہ پیر بھی تھا، وہ فقیر بھی تھا، وہ محبت رسول ﷺ کا پیکر جمیل بھی تھا۔ وہ تخلیق پاکستان کے مسافروں میں السابقون الاولون کا تاج پہننے والا ہراول دستہ بھی تھا۔ میرے دل کی دھڑکنوں، میرے کانوں کی سماعت، اور میری آنکھوں کے نور میں سمانے والا کل بھی میری محبت کا مرکز تھا، آج بھی ہے، کروڑوں رحمتوں کا سایہ اُسے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین!

دل کو تھاما، اُن کا دامن تھام کے
اپنے دونوں ہاتھ نکلے کام کے

* * *

Marfat.com

حضرت شیخ القرآن ابوالحقائق

علامہ مولانا پیر خواجہ محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

اس عالم رنگ و بو میں بے حد و عد انسان آتے ہیں۔ اپنی زندگی گزارنے کے بعد موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں مگر کچھ عظیم انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں اگرچہ موت ہماری ظاہری آنکھوں سے اوجھل کر دیتی ہے، لیکن قلب و نگاہ میں ایسے سما جاتے ہیں کہ ایک آن بھی اوجھل نہیں ہونے پاتے، وہ اپنے اعلیٰ اوصاف و خصائل اور سیرت و کردار، گفتار و رفتار کی بدولت خلق خدا میں ہمیشہ عقیدت و احترام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ایسی نورانی پیکروں میں ایک نابغہ روزگار شخصیت، آسمان علم و فضل کے درخشندہ ماہتاب و آفتاب، تحریک آزادی کے مجاہد، تحریک ختم نبوت کے ہیرو و حضرت علامہ مولانا پیر خواجہ محمد عبدالغفور صاحب ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جن کی ذات میں قرآن پاک کی تقدیس اس کی آیات مبارکہ کی نکتہ آفرینی، عشق محبوب خدا ﷺ کی چاشنی، محبت رسول مقبول ﷺ کی سرشاری، عرفان و سلوک کے مقامات سے مکمل آگہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسلام کی خدمت کی سچی تڑپ عزم و استقلال کے کوہ گراں اور قائدانہ صلاحیتوں کے پیکر مجسم تھے۔ آپ ان صلاحیتوں کو استعمال کر کے اسلام اور قوت اسلام کے استیصال کرنے والی قوتوں کے خلاف ہمیشہ

Marfat.com

سینہ سپر رہے۔ آپ نے روح پرور خطبات سے اشاعت دین اسلام اور درستگی عقائد کے لیے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک عامۃ المسلمین کو علم وعرفان کی دولت سے مالا مال کیا اور فیوض وبرکات کے چشمہ سے لاکھوں تشنگان دین کو سیراب کیا اور برصغیر کے وسیع وعریض خطہ میں پشاور سے کراچی اور کراچی سے راج کماری تک اسلام کی روشنی کو عام کیا۔

آپ پروانہ شمع رسالت، حقیقت اسلام کے مظہر، ہمدردی خلق خدا کے پیکر جمیل، بلند کردار انسان، حریت پسند مجاہد، بے مثل خطیب، علمبردار انسانیت، آفتاب روحانیت اور انس و مروت کا حسین نمونہ تھے۔ پاکیزگی اخلاق، اتباع سنت مصطفیٰ ﷺ اور عزم وعمل کے علاوہ دیگر ظاہری و باطنی کمالات سے مالا مال تھے۔

شیخ القرآن پیر محمد عبدالغفور ہزاروی کے آباؤاجداد نے تقریباً ۱۲۰۰ھ میں علاقہ سوات سے ہجرت کر کے چمبہ تحصیل ہری پور ہزارہ میں آکر سکونت اختیار کی۔ آپ کے جد امجد حضرت مولانا محمد عالم رحمتہ اللہ علیہ کے چار صاحبزادے تھے، ان میں حضرت علامہ مولانا عبدالحمید اور حضرت علامہ مولانا عبدالحی رحمتہ اللہ علیہ نے علم وفضل کی دنیا میں بہت شہرت حاصل کی۔ ۹ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ میں بمطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۰۹ء بروز جمعۃ المبارک کی ایک سہانی صبح حضرت مولانا عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ایک بیٹے کی پیدائش ہوئی تو حضرت علامہ مولانا عبدالحمید نے اپنے والد ماجد مولانا محمد عالم رحمتہ اللہ علیہ کے پیر طریقت حضرت خواجہ محمد عبدالغفور المعروف سیدو شریف کی نسبت سے اپنے بیٹے کا نام عبدالغفور رکھا جو بعد میں شیخ القرآن ابوالحقائق او رعلامہ ہزاروی

Marfat.com

کے القابات سے جانے پہچانے گئے۔

حضرت شیخ القرآن بچپن ہی سے اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک تھے، دنیوی کھیل کود سے ہمیشہ دور رہے بلکہ علم و آگہی کے حصول کے لیے پوری زندگی وقف کردی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں چمبہ ہی میں اپنے والد ماجد حضرت علامہ مولانا عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ یہ گھرانہ کئی پشتوں سے علم و فضل کا گہوارہ تھا۔ چنانچہ پیدا ہوتے ہی قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی مقدس آواز سے آشنا تھے۔ اس علمی گھرانے اور والدین کریمین کی تربیت نے کندن بنا کر اوج ثریا تک پہنچا دیا۔ کہتے ہیں کہ ماں باپ اولاد کو آسمان سے زمین تک لاتے ہیں اور استاد بچے کو زمین سے عرش تک پہنچا دیتا ہے۔ کتنے خوش نصیب تھے حضرت علامہ ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ جن کو آسمان سے زمین پر پھر زمین سے عرش بریں تک پہنچانے والے وہی کردار ہیں۔ ان ہر دو کے انداز میں جو خلوص اور پیار کا رس ان کی صلاحیتوں کو نکھارنے میں گھلا ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہی تھا کہ یہ بچہ زمین پر رہتے ہوئے عرش حق پر پرچم اعزاز لہرانے والے ﷺ کے قدموں کو بوسے دے کر حقائق و معارف کے اُن اسرار سے پردہ کشائی کرے جو علوم و معارف کے دھنی لوگوں تک کے خواب و خیال میں بھی نہ ہوں۔

جب حضرت شیخ القرآن رحمتہ اللہ علیہ نے شعور کی آنکھ کھولی اس دور میں مسلمانوں کے زوال و انحطاط کے سائے تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ ان کے قندیل دل میں ایمان کا چراغ ٹمٹمانے کی حد تک روشنی دینے پر اکتفا کر رہا تھا۔ ان کے عقائد کی دیواروں میں شکوک و شبہات کی دراڑیں پڑ رہی تھیں۔ انگریز اور ہندو سامراج کی چکا چوند ان کی نظروں کو خیرہ کر رہی تھی۔ ظلم و ستم کی

Marfat.com

آندھیاں، جائیدادوں کی ضبطیاں، علم وفن کی بندشیں اور جذبہ محبت رسول ﷺ کو کچلنے کی سازشوں کا دور تھا۔ یہ صورت حال انتہائی سنگین بھی تھی اور خطرناک بھی لیکن

بشر بے چین ہو تو انقلاب آیا ہی کرتا ہے
گلوں کے داغ دھونے کو سحاب آیا ہی کرتا ہے

قانون خداوندی ہے کہ وہ ہر صدی میں صالح شخصیتوں کو پیدا کرتا ہے جو یاسیت وقنوطیت کی دلدل سے نکالنے کے لیے امت مسلمہ کے لیے سہارا بنتے ہیں جو اپنے سیرت وکردار کی خوشبو سے امت مرحومہ کی ذہنی کثافتوں کو دور کرنے کے لیے معاون بنتے ہیں۔ ایمانوں کو تازگی بخشتے ہیں، وہ لوگ مایوسیوں کی تاریک راہوں میں مینارہ نور ثابت ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ القرآن کو اللہ تعالیٰ نے علم و دانش کی ایسی روشنی مرحمت فرمائی کہ اس روشنی سے تاریکیاں چھٹنے لگیں۔ اہل ایمان کے سینے نور عرفان سے جگمگانے لگے۔

درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ لاہور تشریف لائے۔ لاہور سے دیوبند کا سفر اختیار کیا، وہاں سے دہلی پہنچے اور دارالعلوم فتح پور میں داخلہ لیا۔ علم کی چاہتیں، سفر کی صعوبتوں اور بھوک افلاس کی رکاوٹوں کو روندتی آگے بڑھتی رہیں اور ایک وقت آیا کہ راہی علم وفن، تفسیر، اصول تفسیر، علم اصول، علوم حدیث، علم تجرید، اقلیدس، علم ربع مجید، علم ربع مخبر، علم فقہ، علم بلاغت، علم منطق، علم تصوف، علم صرف، علم نحو، علم ریاضی اور علم اخلاق جیسے سمندروں کے ماہر غواص بن گئے۔

دہلی میں دوران تعلیم حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو خود ابھی طالب علمی کی منزلیں طے کر رہے تھے، نے مشورہ دیا کہ جس علم

Marfat.com

کی تلاش میں تم یوں پھر رہے ہو وہ تمہیں بریلی شریف مدرسہ منظر الاسلام میں ملے گا۔ شمع علم کے پروانہ نے بریلی کی راہ لی اور مجدد مائۃ سابقہ امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کے صاجزادے حضرت مولانا حامد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ سے دورہ حدیث تک پڑھا اور سند فراغت وہیں سے حاصل کی۔ بعد از فراغت مسند شیخ الحدیث پر فائز رہے، آپ کی حقائق آفرینی کے پیش نظر آپ کے استاد مکرم نے آپ کو ابوالحقائق کی کنیت سے سرفراز فرمایا۔

پنجاب میں آنے کے بعد آپ نے انجمن خدام الصوفیہ گجرات کے زیرانتظام سلسلہ درس و تدریس جاری فرمایا اور شیشانوالہ دروازہ گجرات کی جامع مسجد میں فن خطابت کے جوہر دکھائے۔ ۱۹۳۵ء میں آپ وزیرآباد منتقل ہو گئے اور تادم زیست جامع مسجد غوثیہ وزیرآباد کی سب سے بڑی مرکزی مسجد میں خطابت اور درس تدریس کے ذریعے امت مسلمہ کے لیے علم و فضل کے موتی بکھیرتے رہے۔

حضرت شیخ القرآن علامہ ہزاروی صاحب رحمتہ اللہ علیہ محراب و منبر کی خدمات اور فرائض درس تدریس میں ہی الجھ کر نہ رہ گئے بلکہ قومی و ملی مسائل میں گہری دلچسپی لی۔ مسجد شہید گنج کے لیے ''نیلی پوش تحریک'' کے سرگرم رکن رہے لیکن جب تحریک نیلی پوش کی کوششیں بارآور ہوتی دکھائی نہ دیں تو 19 اپریل ۱۹۳۸ء کو کلکتہ میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی، جس کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح فرما رہے تھے۔ اس عظیم الشان اجلاس میں حضرت شیخ القرآن علامہ مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ نے اسٹیج پر آ کر بڑا پرجوش اور دل پذیر خطاب فرمایا او تحریک نیلی پوش کو باقاعدہ طور پر

Marfat.com

ختم کر کے جملہ اراکین کے ساتھ مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان فرمایا۔ آپ کا یہ خطاب اتنا پُراثر تھا کہ قائداعظم محمد علی جناح بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ اور قائداہل سنت کی یہ پہلی ملاقات تھی۔ پھر سلسلہ رواں دواں ہی رہا اور یہ ایک نئی تحریک بن گیا۔ قائداعظم آپ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ بے پناہ مصروفیات کے باوجود آپ کی درخواست کو قبول فرما کر وزیرآباد شہر میں تشریف آوری کی دعوت کو قبول کیا۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی۔ اس تاریخی اجلاس میں علامہ ہزاروی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو مولانا ظفرعلی خان ایڈیٹر روزنامہ ''زمیندار'' کی نشست خاص کے ساتھ جگہ دی گئی۔ قرارداد پاکستان منظور ہوئی اور اس کے بعد قریہ قریہ، کوچہ کوچہ اور بستی بستی دیگر علماء اور قائدین تحریک آزادی کے ساتھ ساتھ شانہ بشانہ کام کیا۔ حیرت و افسوس ہے کہ آج جبکہ مجاہدین آزادی کو انعامات سے نوازا جا رہا ہے تو علامہ ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمات کو یکسر فراموش کیا جا رہا ہے۔

آپ کے وصال فرمانے کے بعد آپ کے صاحبزادے محقق ابن محقق حضرت علامہ مولانا پیرزادہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی اپنے وقت کے قابل قدر علماء میں شمار ہوتے ہیں اور آپ کے پوتے جناب محمد آصف ہزاروی صاحب پروفیسر گورنمنٹ شالیمار کالج باغبانپورہ لاہور کی علمی کاوشیں بھی بام عروج کو پہنچ رہی ہیں۔ آپ نے ایم اے میں اپنے دادا حضرت قبلہ شیخ القرآن پر پُرمغز مقالہ لکھا اور اس پر اول پوزیشن حاصل کر کے گولڈ میڈل حاصل کیا اور قرآن پاک و بائبل کے تقابلی جائزہ پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی

Marfat.com

کی ڈگری حاصل کی اور یوں آپ کی علمی میدان سے فراغت کے بعد اب میدان دعوت و ارشاد کی طرف راغب ہورہے ہیں۔ ۳۰ نومبر ۱۹۹۴ء سے جناح ہال لاہور میں چند سال عظیم الشان حضرت شیخ القرآن کانفرنس منعقد کر کے علماء و مشائخ اور عمائدین وطن سے داد تحسین وصول کی اور میڈیا نے اسے بھرپور نمائندگی بخشی۔

آپ نظریہ پاکستان اور دو قومی نظریہ کو اس سادہ انداز میں پیش کرتے تھے کہ حق و صداقت کے علمبردار کی آواز کانوں کے پردوں کے راستے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی اور عوام جوش وجذبات سے مغلوب ہوجاتے۔ گویا مجمع پر سحر طاری ہوگیا ہو، سیالکوٹ میں مجلس احرار اپنے جوبن پر تھی اور بابائے صحافت مولانا ظفر علی خان مرحوم نے حضرت قبلہ شیخ القرآن رحمتہ اللہ علیہ کو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر خطاب کی دعوت دی۔ دوسری طرف احراریوں نے جھنڈے گاڑ دیئے۔ نام نہاد آزادوں (احراریوں) نے ملت از وطن کے ڈونگرے بجانے شروع کردیئے۔ مسلم لیگ کے اجلاس میں عوام کی معمولی حاضری کی وجہ سے مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ جبکہ احراری اجلاس اپنے جوبن پر تھا۔ فن خطابت کا بادشاہ اٹھتا ہے اور دو قومی نظریہ پاکستان کی تشریح و توضیح اس پر تاثیر اور ولولہ انگیز انداز میں کرتا ہے کہ ماحول کی کایا ہی پلٹ گئی۔ آزاد وطن میں سانس لینے اور آزادی کے ساتھ زندگی گزارنے پر بندوں کی غلامی کو ترجیح دینے والے نام نہاد آزادوں (احراریوں) کی چل جھڑی کی تمام چکاچوند دیکھتے دیکھتے ہی ماند پڑنے لگی۔ عوام اس اجلاس سے اٹھ اٹھ کر مسلم لیگ کے اجلاس میں شرکت کرنے لگے حتیٰ کہ احراریوں کو اپنی بساط لپیٹنی پڑی اور ہر طرف لے

Marfat.com

کے رہیں گے پاکستان، ہماری آن ہماری شان پاکستان پاکستان'' کے فلک شگاف نعرے گونجنے لگے۔ بابائے صحافت مولانا ظفر علی خاں مرحوم بذات خود اپنے جذبات پر قابو نہ پاسکے، اٹھے اور فرط جذبات سے وہ شعر کہہ دیا جو آج تک خاندانِ ہزاروی کے لیے باعث فخر ہے۔ آپ نے فرمایا:

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
چشمہ ابل رہا ہے محمد ﷺ کے نور کا

تحریک پاکستان کے سلسلہ میں آپ نے قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ پر قاتلانہ حملے بھی ہوئے لیکن وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے۔

آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس میں بحیثیت مقرر شرکت فرمائی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ پیش پیش رہے۔ آپ کی گرفتاری کے لیے پولیس کئی بار ناکامی کا منہ دیکھتی رہی۔ آپ ایک جلسہ سے خطاب فرماتے تو دوسرے جلسے میں خطاب فرمانے کے لیے روپوش ہوجاتے اور پولیس اپنا سا منہ لے کر رہ جاتی غرض علامہ ہزاروی نہ صرف عالم دین، مفسر قرآن، صاحب فن خطیب محقق، صوفی باصفاء اور محدث تھے بلکہ آپ جنگ آزادی کے عظیم مجاہد تھے۔

جس شخص کی زندگی کا محور محراب ومنبر بھی ہو وہ میدان سیاست کا بہترین شاہسوار بھی ہو، ممکن ہے کہ لوگ سوچیں کہ اسے دنیا دل کی عمیق گہرائیوں میں ڈوبنے کا وقت کب ملتا ہوگا۔ نہیں ایسا نہیں اور ہرگز نہیں، بلکہ شاہسوار تصوف، سرشار عشق مصطفیٰ ﷺ خواجہ خواجگان آفتاب چشت اہل بہشت پیر مہر علی شاہ کی نگاہ نکتہ رس نے اس گوہر گراں مایہ کو چن لیا اور اپنے دربار خاص میں جگہ

Marfat.com

عطا فرمائی اور شرف بیعت سے سرفراز فرمایا اور تادم زیست گولڑہ شریف میں سالانہ اعراس میں صرف آپ ہی کی وجد آور تقاریر اور مواعظ حسنہ سنتے رہے۔ گولڑہ شریف کے محراب و منبر اور دیواروں کی گواہی آج بھی سنائی دیتی ہے۔ علامہ ہزاروی نے بھی اس بے تاج بادشاہ کے حضور اپنے دل کی پوری کائنات بطور نذر پیش کردی۔ دنیا نے دیکھا کہ لجپال نے اس نذر کو کس طرح شرف قبولیت بخشا۔

علامہ ہزارویؒ کے ہزاروں تلامذہ کی قال اللہ اور قال الرسول ﷺ کی مقدس آواز سے محراب و منبر بھی گونج رہے ہیں۔ چند مشہور تلامذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ حضرت صاحبزادہ علاؤالدین سجادہ نشین نیریاں شریف آزاد کشمیر، حضرت علامہ الحاج صاحبزادہ پیر سید عابد حسین شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف، صاحبزادہ خادم حسین سجادہ نشین آستانہ عالیہ چورہ شریف، صاحبزادہ غلام محمد، بھور ضلع میانوالی شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث محمد اشرف سیالوی صاحب سیال شریف سرگودھا پیرزادہ محمد عالم جمالی ڈیرہ غازی خاں، پیرزادہ محمد عبدالصبور ہزاروی صاحب گوجرانوالہ، صاحبزادہ محمود شاہ گجراتی، مفتی محمد ہدایت اللہ پسروری ملتان شریف، مولانا غلام رسول صاحب سمندری، حضرت علامہ مولانا محمد عبداللہ صاحب ملتان، حضرت علامہ مولانا محمد سلیم نقشبندی صاحب فیصل آباد، حضرت علامہ مولانا سعید احمد مجددی صاحب گوجرانوالہ، حضرت مولانا محمد یوسف چشتی گولڑوی صاحب، حضرت مولانا محمد صدیق سالک صاحب سیالکوٹ، حضرت مولانا محمد فاضل صاحب فیصل آباد، حضرت مولانا عبدالخالق شمس صاحب لاہور، حضرت مولانا

Marfat.com

عبدالحق صاحب بندیال، حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب کھڑی شریف آزاد کشمیر اور حضرت علامہ مولانا مقصود احمد صاحب خطیب دربار حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ لاہور۔

حضرت علامہ مولانا پیر خواجہ محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ بعد از نماز فجر باقاعدگی کے ساتھ سیر فرمایا کرتے تھے۔ آپ حسب عادت بروز جمعۃ المبارک ۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء بعد نماز فجر سیر کے لیے تشریف لے گئے۔ وزیرآباد کے شمال میں ایک برساتی نالہ پلکھو پل کے قریب پہنچے تو پنجاب گڈز کا ایک ٹرک جو گوجرانوالہ کی طرف سے آرہا تھا، پلکھو پل کے قریب آ کر ٹائی راڈ کھل جانے کی وجہ سے بے قابو ہوگیا۔ علامہ ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ سڑک کے کنارے کھڑے تھے کہ آپ سے آکر ٹکرا گیا۔ آپ پل کے جنگلے کے ساتھ جا لگے۔ اسی وقت آپ کو سول ہسپتال وزیرآباد میں داخل کرا دیا گیا۔ آپ کے حادثے کی خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ہزاروں کی تعداد میں دنیا اکٹھی ہوئی۔ پہلے ڈرائیو کو معاف فرمایا، پھر بھری محفل احباب میں چند بار کلمہ شہادت کا ورد کرتے کرتے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ○

آپ کا عرس مبارک ہر سال 7,8 شعبان المعظم کو حضرت پیرزادہ علامہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی چشتی نظامی کی سرپرستی میں وزیرآباد میں منعقد ہوتا ہے۔

خدا رحمت کند آں پاک باز و پاک طینت را

✲ ✲ ✲

Marfat.com

کریم ابن کریم

حضرت خواجہ محمد الدین ثانی لاثانی رحمتہ اللہ علیہ سیال شریف

میری تو حیثیت ہی کیا ہے۔ جانور تو اپنے دشمن کو بھی پہچان لیتا ہے اور میں اپنے دوست کو بھی نہیں پہچان سکتا۔ جو لوگ دشمن اور دوست میں تمیز کرنا جانتے ہیں اصل انسان وہی لوگ ہیں۔ دشمن کی صحیح پہچان ہونے اور اُس کی شاطرانہ چالوں سے آگاہی، دوست کی قدرومنزلت میں اضافہ کر دیتی ہے۔ خصوصاً وہ دوست جو علیم بھی ہو، بصیر بھی، خبیر بھی ہو اور بے پناہ اختیارات کا مالک بھی ہو۔ بے پناہ اختیارات کی وجہ سے وہ دوستوں سے دامن کترانے والا بھی نہ ہو۔ بلکہ دوست پر مشکل وقت آجائے تو اس کی مشکل کو آسان کرنے کے لیے ایسے ایسے طریقے اختیار کر جائے جیسے محسوس ہو، کہ قانونِ فطرت ہی بدل گیا ہے۔ آگ بجھا دینا کوئی کمال نہیں، وہ تو پانی سے بھی بجھ جاتی ہے، دہکتے انگاروں کو پھول بنانا اس کا کام ہے۔ سنگلاخ زمین سے بھی پانی نکالنے کے ہزاروں طریقے ایجاد ہو چکے ہیں لیکن ایک ننھے بچے کی ننھی ایڑیوں کی ٹھوکر سے ایسا چشمہ جاری کر دینا کہ ہزاروں سال بیت جائیں اور چشمہ خشک نہ ہو اور لاکھوں، کروڑوں، کھربوں، پدموں اور سنکھوں کی تعداد میں لوگ پانی پی جائیں اور پانی ختم نہ ہو، کام تو یہ ہے۔

قربان جائیں ایسی آنکھوں کے جنھوں نے ہر دوست کی دوستی سے منہ

Marfat.com

موڑ کر ایسے ہی دوست کا انتخاب فرما لیا۔ دوست کو بھی ان پر اتنا ناز ہے کہ وہ اپنے ہر طالب اور چاہنے والے کو بھی سبق از بر یاد کرانا پسند کرتا ہے۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَo صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ یعنی اے بہترین یاور و مددگار: ہمیں سیدھی راہ پہ چلا۔ ہاں سیدھی راہ کا میرے نزدیک مفہوم یہ ہے کہ یہ راہ اُن لوگوں کی راہ ہے جن پر تو نے اپنے ایسے ایسے انعامات فرمائے۔ کہ چشم عالم رشک کی نگاہ سے دیکھتی رہ جائے۔

برصغیر پاک و ہند میں چشتیت کا روشن مینار قائم کرنے والے، اس مینار کے لیے خلوص و لِلّٰہیت کا روغن فراہم کرنے والے، زہدُ وورع، عبادت و ریاضت، شب خیزی، شب بیداری سے اس کی نگرانی والے، دلوں کی دنیا کے فاتح لوگ، ذہن وفکر پر حکومت کرنے والے، رحمت خداوندی کی دولت سمیٹ سمیٹ کر اُجڑے دیاروں میں بہاروں پر بہاریں لانے والے، وہ لوگ ہیں جن کی سیرت وکردار کی روشن کرنیں گلی گلی، کوچہ کوچہ، بستی بستی، قریہ قریہ پھیلتی گئیں بلکہ اسلام کے پودے کو پروان چڑھانے کے لیے نوے لاکھ غیر مسلموں کا ایک مضبوط قافلہ اسلام میں داخل فرما کر ثابت کردیا کہ اب جہاں جہاں بھی، جس جس رنگ میں بھی، کوئی رہبر کوئی قائد، کوئی پیر کوئی فقیر اٹھے گا، اس کی اِس پاکیزہ راہ کو ہموار کرنے والوں کا قافلہ ہم نے تیار کردیا ہے۔

وہ سب کے سب اس دنیا کی دکان کے اوپر سے پھلانگ کر سیدھے معرفتِ خداوندی کی ''کان'' تک جا پہنچے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے، اس حقیقت سے بھی آگاہ کردیئے گئے کہ سنو! اللہ تعالیٰ کا قرب بلندی و پستی سے نہیں، ترک ہستی سے ملتا ہے۔

Marfat.com

ان آنکھوں میں بسنے والے، نکھرے اور دُھلے دُھلائے لوگوں کے فیض سے پنجاب کی جُوہ بھی محروم نہ رہی۔ بلکہ اس مردم خیز خطے نے ان کی جماعت میں اُن کے لشکر میں شامل کرنے کے لیے ایسے جری، ایسے نادر پیش کیے جن کے ناموں کے ذکر سے بھی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی ہیں۔

میرے کانوں میں رس گھولنے والی ایک ضرب المثل کتنا مزہ دے جاتی ہے کہ جاٹ بیٹا پٹھان کا ہوتا تو نہیں، لیکن ہے، اور سید بیٹا جاٹ کا ہوتا تو نہیں، پر ہے۔ پیر پٹھان نے تونسہ شریف والوں نے ایک جاٹ بیٹا کشت چشت کی زرخیزی بڑھانے کے لیے سیال شریف میں بھیج دیا اور اسی جاٹ بزرگ نے ایک سید بیٹا پیر مہر علی شاہ کی صورت پوٹھوہاری پتھریلی زمین گولڑہ شریف بھیج دیا، سبحان اللہ!

خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ایک بیٹے نے جنم لیا تو خواجہ صاحب کے دل میں آئی جو ہر وارثِ وارثت ملت ابراہیمی کی فطرت میں پیدا ہوتی ہے اور ہونی چاہئے کہ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ یعنی میری اولاد کو بھی یہ نعمت عظمیٰ مل جائے۔ اسی تمنا اور حسرت پر بیٹے کا نام ہی محمد الدین رکھ دیا یعنی سارا دین ہی محمد ہے۔ اب ماں اور باپ سے لے کر ہر شخص جس نے بھی اُسے گود اٹھایا، پہلے پیار سے اُسے دیکھا، پھر ایک فکر، ایک سوچ اور ایک مشن، اُس کے کان کے راستے جسم کے انگ انگ میں یہی پیغام دیتے ہوئے اٹھایا کہ اے بچے! یہ جان لے کہ محمد ہی سارا دین ہے۔ پھر یہ بات آگے بڑھی، بڑھتی گئی اور ہر شخص نیک و بد، اچھا برا، سبھی بلکہ خصوصاً اس دور کے نیکوں کے نیک، اچھوں سے اچھے، اعلیٰ سے اعلیٰ، پارساؤں سے پارسا، متقی سے متقی، پیروں کے پیر کی

Marfat.com

زباں سے بھی یہی پیغام اُس کے کانوں میں رس گھولنے لگا۔ یہ رس اُس کے جسم کے انگ انگ میں گھلنے لگا۔ گھلتے گھلتے پھر واقعۃً اُس کی فطرت میں یہ بات شامل ہوگئی کہ واقعی کہ دین سارے کا سارا محمد ہی ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

داستانِ حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کے رہ گئی

کڑوے اور شیریں بادام بظاہر ایک جیسے ہیں، بظاہر تکڑی اور ترازو میں تُلتے ہوئے بھی، ایک ہی وزن اور قیمت رکھتے ہیں لیکن اصل حقیقت سے جب پردہ اُٹھتا ہے تو ایک بادام اپنے اثرات ظاہر کرتے ہوئے، اپنی حیثیت اور قیمت کا حق ادا کردیتا ہے۔ دوسرا منہ میں آتے ہی اَخ تھوہ کرتے ہوئے پھینک دیا جاتا ہے اور اُس کی کڑواہٹ پورے جسم میں اُس سے نفرت بھر دیتی ہے۔ اس لیے ظاہر کو دیکھ کر ہر بادام کو ایک جیسا نہ سمجھ، جیسے ابراہیم نام رکھ لینے سے انسان ابراہیم نہیں بن جاتا۔ اسی طرح محمد دین نام رکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہاں اگر نام رکھنے کے ساتھ ساتھ فیضان نظر شامل ہوجائے تو بات بن جاتی ہے۔ اثر مؤثر کے وجود کی دلیل ہے۔ ابدا فیضانِ نظر کی دولت بانٹنے والوں نے دیکھ ہی لیا کہ اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ محمد دین چھوٹا ہوتے ہوئے بھی، گھر میں کھانا کھاتے، اپنے حصے کا کھانا باہر گلی میں بچوں میں بانٹنے لگا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنی توتلی زبان میں یہ بھی کہتا جاتا ہے: اباجی! امی جان! دیکھو میں لوگوں میں لنگر تقسیم کررہا ہوں۔

عقل مندو، دانش ورو، ذرا ٹھہرو، بات معمولی نہیں، نہ جانے فیضان نگاہ

Marfat.com

بانٹنے والے دونوں ماں اور باپ کے دل کی کیفیت کیا ہوگی اور وہ بارگاہِ خداوندی میں کتنی دیر سجدے میں گرے رہے ہوں گے کہ مالک! تیری کرم نوازی کہ ہماری نگاہ کے فیض کا پانی اس مٹی میں مرتا نظر آرہا ہے۔ جب یہ بات اپنے حصے کی روٹی بانٹنے سے آگے بڑھی تو گھر کی ہر چیز ادنیٰ ہو یا اعلیٰ، سونا ہو یا چاندی، غرباء و فقراء میں تقسیم ہونے لگی۔ درویشوں کے کھانے پینے اور کپڑوں تک خرید خرید کر دیئے جانے میں صرف ہونے لگی تو مائیں اور بیویاں جو اکثر زیور جیسی قیمتی چیز کے اس طرح بٹ جانے پر مرہی جاتی ہیں، یہاں ایسا نہیں ہوا بلکہ شمس الدین اور ان کی اہلیہ ہر رات کی خلوت میں بارگاہِ رب العزت میں اور بھی بچھ بچھ جاتے ہوں گے۔

ہجوم عام میں رُخسارِ یار کے بوسے
میری نظر نے نگاہیں بچا بچا کے لیے

۱۲۵۳ ہجری کا دور ہے۔ جب یہ ہونہار اس جہانِ رنگ و بو میں قدم رکھتا ہے۔ سرگودھا کے علاقہ کے جانگلیوں کو دیہاتی بدوؤں کو، پینڈو اور شہری بابوؤں کو، چرواہوں کو، شاہی تاج پہنانے کے لیے کسی ایسی ہی شخصیت کی اس علاقہ میں ضرورت تھی جو اللہ کریم نے پوری فرما دی۔

بعض اوقات ایک ناپسندیدہ شخص پوری محفل کو مکدر کر دیتا ہے۔ اور دوسری طرف ایک پسندیدہ شخصیت سے اجنبی محفل بھی دل کو گرفت میں لے لیتی ہے۔ ہماری ممدوح شخصیت، ایسی ہی پسندیدہ شخصیت نکلی کہ باپ نے حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے پہلے اپنی گود میں لے کر کئی بار فرطِ

Marfat.com

جذبات سے اپنے پاکیزہ اور یادِ ماہی کی لذت سے سرشار لبوں سے اُسے چوم چوم کر اپنی محبت اُس کے انگ انگ میں بھری ہوگی۔ پھر علم و فضل کی دولت سے مالا مال کیا ہوگا، پھر اپنی ہی مسند پر بٹھانے کے لیے، درد کی دولت کو عام کرنے کے لیے، محمد کے دین کو پھیلانے کے لیے، عشق خدا اور رسول سے ساری مخلوق کو سرشار کرنے کے لیے، اپنی جانشینی کا تاج پہنایا۔ اپنی مسند کی اہمیت کا احساس دلایا اور یہ مسند عطا کرنے والے پیر پٹھان کے حضور بھیجا، تونسہ شریف کی پاکیزہ خوشبو اس کے رگ جاں میں اتاری۔ ذرا سوچو! جب اس سارے خمیر میں گوندا ہوا شخص کسی بھی جگہ، کسی بھی بستی، کسی بھی مقام پر بیٹھتا ہوگا، گزرتا ہوگا تو حاضرین و ناظرین میں سے کس کا دل اپنے ہاتھ میں رہتا ہوگا۔

نیک اور قانع انسان کو گدا اور فقیر کہنا درست نہیں۔ گداگر تو ایک ایک پیسے کے لیے، ایک ایک کوڑی کے لیے، ہر چوکھٹ پر سر جھکاتا ہے، صدا دیتا ہے، جبکہ نیک اور قانع شخص خزانوں پر لات مارتا ہے۔ ہاں جو شخص اپنی آمدنی میں حلال و حرام کی تمیز نہ کرے۔ بزرگ اس کو گداگر کہتے ہیں۔ اور جو خزانوں کے اور بادشاہوں کے مالک پر نظر رکھتے ہیں۔ اصل میں وہی شاہ ہوتے ہیں کہ خزانوں اور بادشاہیوں کا مالک جو اُن کا ہوا، حضرت خواجہ محمد الدین رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے بچپن سے شعور کی آنکھ کھولنے تک، پھر زندگی کے ایک ایک لمحہ پر اپنے خالق و مالک کے سوا کسی پر نظر نہیں رکھی۔ پھر یہی وجہ ہوئی کہ مالک نے بھی انہیں کسی اور طرف دیکھنے نہ دیا بلکہ اس دروازے پر جو بھی آیا، پیٹ کی آگ بجھانے سے لے کر کارِ جہاں کی درازی کے مسائل

Marfat.com

کے حل تک اور پھر دل کی ویران دنیا کو بسانے والی، دولتوں تک، سجدوں سے نا آشنا جبینوں کو سجدوں کی لذت کی دولت کی عطاء تک، بے کیف و بے روح دلوں میں ماہی کی جُوت جگانے تک، ہر دولت تقسیم کرتے ہوئے کسی کو محروم نہ رکھا۔ پھر سیال شریف کی جُوہ میں آنے والے ہر شخص کے لب پر زبانِ حال سے یہ ترانا سنا جاسکتا تھا۔

گلیاں وچہ آوارہ ساں میں
سب توں ودھ ناکارہ ساں میں
لکھ چنگے سن میرے کولوں
تے لکھ چنگے بن میرے کولوں
رنگ دتا اک مہر نے مینوں
چُن لیا میرے مہر نے مینوں

جیسے سیدنا غوث صمدانی حضرت سید شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ نے بچے کو نصیحت کی کہ بیٹا! جھوٹ کبھی نہ بولنا۔ پھر شیخ نے زندگی بھر اس عہد کو نبھایا اور اس کے اثرات و نتائج سے دنیا آگاہ ہوئی۔ ہزاروں لاکھوں بے راہروں نے دینِ حق کی آگاہی پائی۔ اسی طرح حضرت خواجہ محمد الدین رحمتہ اللہ علیہ کو بھی والد صاحب بزرگوار حضرت خواجہ شمس الحق والدین رحمتہ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی کہ بیٹا! سخیوں کا وہ آستانہ عالیہ جہاں سے ہمیں جاگ لگی ہے۔ تونسہ شریف کی محبت کا قدم، کبھی بھی تیرے دل کے صحن سے نہ نکلے۔ حضرت خواجہ نے اپنے بزرگوں کے اس فرمان کو پروان چڑھایا۔ اب اُن کے سارے راستوں کا رُخ تونسہ شریف ہی رہا۔ اور ساری

Marfat.com

زندگی رہا۔ جوانی بڑھاپا، بڑھاپے کی آخری منزل، کندھوں کے سہارے چلنا اور اس سے بھی آگے کی ایک منزل نقاہت و کمزوری کی منزل، سب منزلوں کا رُخ تونسہ شریف ہی رہا۔ پیدل، سواری سے آگے عزیزوں دوستوں اور جاں نثاروں کے کندھوں کی سواری اور پھر چارپائی پر اٹھا کر لے جانے والوں کی دوش کی سواری، ہر سواری کا رُخ آخری دم تک تونسہ شریف ہی رہا۔

حاضری کا انداز دلفریب تھا، قابل رشک تھا، آپ جس کو دیوانہ پن کہہ سکتے ہیں۔ اُس سے بھی بہت آگے جا کر حاضری کے انداز اپنائے حتیٰ کہ خود ماہی کی چوکھٹ، خود اُٹھ اُٹھ کر آنے والے کو سینے سے لگاتی رہی اور نوازتی رہی۔

ایک بار آپ حضرت حافظ تونسوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ اجمیر شریف جارہے تھے۔ راستے میں ایک اسٹیشن آیا۔ اس کا نام تھا ''شاہ نال'' آپ کی نظر پڑی۔ وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ دوستوں سے مخاطب ہوکر وجدانی کیفیت میں فرمایا: دیکھو یار! ''ہوں ناں شاہ نال'' یعنی دیکھو میں اپنے شاہ کے ساتھ ساتھ ہی ہوں ناں۔ سبحان اللہ!

آپ کی ان کیفیات نے پنجاب بھر میں سلسلہ چشتیہ کو بھرپور فروغ بخشا۔ لوگ جوق در جوق، فوج در فوج، قافلہ در قافلہ آتے جاتے رہتے۔ پورے ملک کے گوشے گوشے سے مخلوق چلی آتی اور محبت سے سرشار گھروں کو لوٹتی رہی۔ محفل کا رنگ عجیب تھا کہ یہاں تقریر تھی نہ وعظ، بس دلوں کی تقدیروں کے فیصلے نگاہ سے ہی ہوتے تھے۔ خود حضرت حافظ محمد موسیٰ تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی شمس الدین کمالات میں اکرم ترین تھے لیکن ان کے

Marfat.com

بیٹے محمد الدین اُن سے بھی بعض مراتب میں برتر ہیں۔ پیر خانے کی طرف سے یہ شہادت بہت بڑا اعزاز ہے۔

حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ در وَے بود قیل و قالِ محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جس خانقاہی نظام میں مسجد و مدرسہ کی پاکیزہ روح شامل نہ ہو، وہ بُت پرستی ہے۔ خانقاہی نظام وہی مسحور کن ہوتا ہے جس میں مسجد و مدرسہ ہو اور اس میں قال اللہ و قال الرسول کی بھینی بھینی خوشبو کی مہک سے تربیتی رنگ بھرا ہوا ہو۔ سیال شریف میں یہ ضرورت اگرچہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے پوری فرما دی تھی لیکن خواجہ محمد الدین چشتی ثانی لاثانی سرکار رحمتہ اللہ علیہ نے تو ایک رنگ بھر دیا۔ مسجد کو، اللہ کے گھر کو سجدوں سے آباد کیا بلکہ لاکھوں جبینوں کو سجدوں کی لذت سے آشنا کیا۔ شب خیزی و شب بیداری کے لیے ڈنڈے کا استعمال نہیں کیا کہ ڈنڈے سے جھکا ہوا سر اس وقت تک ہی جھکتا ہے جب تک ڈنڈا موجود رہے۔ آپ نے اپنے دروازے پر ہر آنے والے کے دل میں یہ لذت ایسی بھر دی جیسے کسی کو اب اس نشے بغیر چین نہ آئے۔

خشک زاہدوں کی دنیا میں جو زہر بھرے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس زہر سے محفوظ فرمائے۔ اور یہ زہر جہالت کی وجہ سے مزید جان لیوا بن جاتا ہے۔ آپ نے اس کا علاج، اس مدرسہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی دے

Marfat.com

کر دیا۔ علم کی شمع کو روشن کرنے کے لیے ہر انداز اپنایا۔ طالبعلموں کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ ان کی سرپرستی فرمائی۔ ان کے خوردونوش اور دیگر ضروریات زندگی کی ذمہ داری اٹھائی۔ ملک بھر سے بڑے بڑے علماء کرام، مفتیان ذیشان اور اساتذہ کرام تلاش کر کے لائے گئے اور تشنگانِ علم وفن کی توجہ کا مدرسہ کو مرکز بنایا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آستانہ عالیہ سیال شریف میں ہر آنے والا آپ کے فیوض و برکات سے ہمہ پہلو فیض یاب ہونے لگا۔

ایک میں ہی اُس کا دیوانہ نہیں ہوں دوستو
اُس حسیں کو جس نے بھی دیکھا وہی شیدا ہوا

❀ ❀ ❀

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عطائے مصطفوی ﷺ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں حضرت عبداللہ بن السعدی حاضر ہوئے۔ اور آپ نے اُن سے پوچھا: میں نے سُنا ہے تم لوگوں کے کام کرتے ہو اور جب وہ تمہیں اُجرت دیتے ہیں تو لینے سے انکار کر دیتے ہو۔ آخر کیوں؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے غلام گھوڑے اور بہت کچھ دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں وہ میری اُجرت کسی اور مستحق کو مل جائے۔

تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرے دل میں بھی یہی خیال تھا۔ حضور نبی رحمت ﷺ جب کوئی چیز عطا کرتے تو میں عرض کرتا: یہ کسی مستحق کو عطا فرما دیں۔ ایک دن میں نے پھر ایسے ہی کیا تو آپ نے فرمایا: پہلے اس کو قبول کرو، پھر بے شک اس کو آگے صدقہ کر دو۔ (ضیاء النبی: جلد ۷، ص ۹۰)

Marfat.com

دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قمر

حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ

سیال شریف سرگودھا

اسلاف کے قصے سنے، پڑھے، کتابیں دیکھیں، رسالے نظر سے گزرے، بڑے بڑے دلنواز و دلگداز قصے، دلگداز ودلنواز ہوئے، چشت اہل بہشت جنہوں نے کیمیا نگاہی سے تاریخ ہندوستان کی تاریخ بدلی، صرف ایک شخصیت نے ایک کروڑ کے قریب قریب مالک و خالق سے دوری کی گندگی سے لتھڑے ہوئے اور حیوانوں سے بدتر لوگوں کو صفت محبوب خدا سے متصف ہوکر وَیُزَکِّیھِمْ کے منصب پر بیٹھ کر، توحید و رسالت کی طہارت سے نہلا دیا اور پاک لوگوں کی بزم میں بیٹھنے کے قابل بنا دیا بلکہ چند ایسے ہیرے تراشے، خراشے کہ انسانیت کے سر پر سجنے لگے۔ زیب دینے لگے، انہوں نے نظروں کو ہی خیرہ نہیں، دلوں کے دالانوں میں بھی جم کر بیٹھ گئے کہ صدیاں بیت گئیں ہیں، اپنا قبضہ چھوڑنے پر آمادہ نہیں اور نہ ان سے زمینِ دل چھڑانے پر کوئی آمادہ ہوا ہے۔ یہ قبضہ اور گہرا ہوتا چلا جارہا ہے اور دل ہے کہ انہیں اپنی حویلی سے نکلنے ہی نہیں دیتا۔

Marfat.com

جن کی تعلیم کے ایک اشارے سے چاند، سینہ چیر کر رکھ دے، سنگ ریزے جن کی مٹھی میں بولنے لگیں، گونگے بہرے، خطابت کے شہسوار بنیں، ان کے مشن کو، ان کے چراغوں کی روشنی کو آگے پھیلانے، دیئے سے دیا روشن کرنے کا عزم لے کر اٹھنے والے لوگوں کے حضور بھی، زمین اپنی وسعت کی طنابیں کھینچنے لگتی ہے۔ مینارہ و بخارا کے فاصلے یکساں کم ہونے لگتے ہیں۔ دریا بحباب اندر آنے لگتے ہیں، یہ کوئی اچنبے کی بات نہیں۔

خواجہ اجمیر اسی قافلہ کے سالار تھے، سالار اعظم تھے، کئی راجے، مہاراجے اپنے تاج آپ کے قدموں پر رکھ کر ابدی بادشاہی اور ابدی راج کے سزاوار ہوچکے تھے، ایک کروڑ کا تیار کردہ قافلہ پھیلتا پھیلتا سورج کی شعاعوں کی طرح، ہر تاریک گلی اور ہر گلی کی تاریک نکڑ تک پہنچا۔ ان میں وحیدالعصر حضرات نے ہندوستان کے چاروں کونوں پر اپنے اپنے مورچے سنبھال لیے، ہمالیہ کی چوٹیوں، دہلی کے کوچہ وبازاروں گجرات کاٹھیاواڑ کے محلوں، ملتان اور سندھ کے ریگستانوں کے دروازوں کے اندرون بیرون سڑکوں شاہراہوں، پشاور و سرحد کے پہاڑوں کی غاروں، غرض ہر سمت ایسے قبضے جمار رکھے تھے کہ اگر کوئی زلف کی زنجیر کی قید میں پاشکستہ ہوکر گرنے سے بچ بھی گیا تو تیر نگاہ نے اس کا کام کردیا اور ہمیشہ کے لیے اسیر ہوگیا۔

پنجاب کا وہ مردم خیز اور زرخیر علاقہ جو پنجاب کا مغز اور گودا کہلاتا ہے، اس کے مرکزی مقام یعنی سرگودھا کے قرب و جوار میں سرگودھا جھنگ روڈ پر ایک چھوٹی سی بستی میں جاٹ سیال رہتے ہیں یعنی بھولی بھالی قوم بھی ایسے ہی چشت اہل بہشت کے دامن الفت میں اسیر ہوئی۔

Marfat.com

تمام مے کدہ کردیا سیراب جس نے
وہ چشم یار تھی، شراب تھی، کیا تھا؟

اس خاندان نے اپنی شناخت کے طور پر لفظ سیال کو حذف کر کے اپنی پہچان چشت اہل بہشت سے کرانا ضروری سمجھا، یہ الگ بات کہ وہ یہ شناخت جتنی مٹانے کی لگن میں تھے۔ قدرت اسی قدر اس کو بڑھانے کی تدبیر فرما رہی تھی، اب دنیا میں کوئی بستی ہوگی، کوئی کونا کھدرا ہوگا جس میں ان سیالوں کی نسبت سے سیالوی کہلانے والے موجود نہ ہوں۔

زِحالِ زارِ مُشتاقان چہ پُرسی
کہ آہُو دَریم وماہِی بَہ بَرشُد

کوئی ہوگا جس کی اولاد کا پھل پک کر بھی میٹھا رہتا ہو، یہ ایسا پھل ہے جتنا پکتا جاتا ہے، اتنا ہی کڑوا، کسیلا، پھیکا، کھٹا اور بدذائقہ ہوتا جاتا ہے۔ چشت اہل بہشت کا کاشت کیا ہوا یہ پودا جوں جوں پروان چڑھتا جاتا ہے۔ اس کا سایہ گھنا اس کے پتے سرسبز، کلیاں نکھرتی، پھول پھولتے مہکتے اور پھل قندخند ہوتے جاتے ہیں۔ جو شخص اس درخت کے سائے میں بیٹھا، جس نے اس کی کلیاں سونگھی جو اس کے پھولوں کی مہک میں گم ہوا، جس نے بھی اس کا پھل چکھا وہ اس کا سایہ وہ اس کی مہک اور اس کی مٹھاس کبھی فراموش نہ کرسکا۔ میری نظروں کے سامنے سے کئی ایسے فرخندہ نصیب لوگ گزرے جن کے جسم و روح سے سیال شریف کی محبت و عشق کا شیرہ اب بھی نچڑتا ہوا سیال نظر آتا ہے۔

Marfat.com

اشکوں سے تر ہے پھول کی ہر ایک پنکھڑی
رویا ہے کون تھام کے دامن بہار کا

جس طرح کھاری پانی سے پیاس نہیں بجھتی اسی طرح غلط صحبت سے مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ آیئے! ہم آپ کو ان کی صحبت میں لے چلتے ہیں۔ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ. جن کی قربت بدبخت و بدنصیب نہیں رہنے دیتی، چشت اہل بہشت کے عرفان کا وہ سیال چشمہ، سیال شریف ضلع سرگودھا ہی میں ہے۔ ان میں ہر فرد دامن دل می کشد، دامن دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور گوشت خور پودوں کی طرح اپنے قریب آنے والوں کو اپنے ہی اندر کھینچ لیتا ہے، بلکہ محبت سے بھینچ لیتا ہے۔

ان حسن و جمال کے شاہکاروں میں قرار العصر رونق بزم ولایت، محرم راز حقیقت، خوش نگاہ خوش جمال و کمال حضرت شیخ الاسلام پیر محمد قمر الدین رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔

بار اللہ میری زباں پہ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میرے زباں کے لیے

میری کیا حیثیت ہے اور میری بات کا وزن کتنا ہے، یہ میں جانتا ہوں، اس لیے اپنی بات نہیں کرتا، میں آپ کو ایک مرجع خلائق جامع درِ جہاں مجدد گولڑوی السید پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی بزم میں لے چلتا ہوں۔ ان سے عرض کرتے ہیں، وہ کون خوش خصال و خوش جمال تھا، جن کے حضور آپ نے بھی گھٹنے ٹیک دیئے، وہ کون تھا۔ جو سیال شریف کی ایک چھوٹی سی بستی میں آپ کے دامن دل کو کھینچ رہا تھا۔ ہاں وہی ذات والا صفات تھی خواجہ قمر الدین

Marfat.com

سیالوی جس کی ایک شاخ تھی۔ ایک کلی تھی، شگفتہ کلی تھی اور وہ تھے آپ کے پردادا حضرت حضرت شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ

محترم غفور احمد گولڑوی اپنے ایک شزرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

آپ کے پردادا حضرت شمس العارفین کے علم وفضل زہد وتقویٰ اور حسن و جمال کا اندازہ حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس ایمان افروز واقعہ سے ہوتا ہے۔ حضرت سیدنا گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے جب جملہ علوم ظاہری سے فراغت حاصل کرلی اور باطنی طور پر سلسلہ قادریہ کے بزرگ حضرت پیر سید فضل دین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ (آپ کے ماموں) سے فیض حاصل کرلیا۔ پھر بھی معرفت خداوندی کی پیاس نہ بجھی اور آپ نے مرشد حق کی تلاش میں رخت سفر باندھا، روانگی سے قبل آپ نے اپنے طور پر چار شرائط طے کرلیں کہ میں اس شخص کی بیعت کروں گا جس میں یہ چار خصوصیات پائی جاتی ہوں۔

1- ظاہری حسن و جمال میں بھی بے مثل و بے مثال ہو۔

2- علم میں بھی مجھ پر فوقیت رکھتا ہو۔

3- عمل اور تقویٰ میں بلند مقام پر فائز ہو۔

4- سید ہو اور قادری سلسلہ سے تعلق رکھتا ہو۔

یہ شرائط طے کر کے رخت سفر باندھا اور کئی اولیاء کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا لیکن تشنگی نہ بجھی۔ آخر میں سیال شریف حاضر ہوا تو پہلی نظر پڑتے ہی پہلی شرط ہار بیٹھا، بے ساختہ زبان سے نکلا: تجھ سا حسین آنکھ نے دیکھا نہ کہیں ہے۔

دوسری شرط علم تھی، میں حاضر ہوا تو فرمایا: شاہ صاحب تشریف رکھیں، اور

Marfat.com

آپ نے مسئلہ وحدت الوجود شروع کر دیا۔ یہ میرا پسندیدہ موضوع تھا اور اس میں کافی درک بھی رکھتا تھا۔ ابتداء میں تو کچھ کچھ سمجھتا رہا، پھر جوں جوں پرواز بڑھتی گئی میں پیچھے رہتا گیا۔ حتیٰ کہ ایک مقام پر میں سراپا حیرت و استعجاب ہو بیٹھا اور آپ اپنی اونچی پرواز میں تھے کہ میرے ادراک کے شہباز کی پرواز وہاں تک نہ تھی۔ تیسری شرط عمل تھی، میں نے دیکھا: آپ کا کوئی ایک عمل بھی ایسا نہ تھا جو سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق نہ ہو، اس کے بعد چوتھی شرط سے خود ہی دست بردار ہو گیا اور دست حق پرست میں ہاتھ دے کر بیعت ہو گیا۔''

یہ بات اور گواہی تو پردادا کی تھی، آپ کہیں گے: یہ تو پدرم سلطان بود والی بات ہے۔ تم خواجہ قمرالدین رحمۃ اللہ علیہ کی بات کرو، تو آیئے غزالی زماں محدث و مفسر دور حاضر حضرت سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر اکتفا کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ جامعہ فریدیہ ساہیوال کے سالانہ اجلاس کے موقع پر حضرت ممدوح تشریف لائے۔ اس وقت غالباً فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد نوراللہ بصیر پوری، حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ آلومہار شریف بھی موجود تھے۔ امام ابن شہاب زہری پر بات شروع ہوئی، خبر واحد، خبر مشہور اور خبر متواتر پر طویل گفتگو رہی۔ اس پر حضرت شیخ الاسلام نے اپنی عظمت و شفقت کے جو نقوش فقیر کے دل و دماغ پر ثبت فرمائے وہ کبھی نہ مٹ سکیں گے۔ حضرت شیخ الاسلام کی یادیں اور ملاقاتیں کبھی فراموش نہیں ہو سکتیں، وہ حلم و وقار کا مجسمہ تھے۔ ان کے دامن کرم سے ہزاروں نہیں لاکھوں عقیدت مند وابستہ ہیں، وہ ہم سے جدا ہو کر عالم آخرت کو رحلت فرما گئے اور ہم جیسے ناکارہ لوگ رہ گئے،

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ان کے طفیل ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

ذَهَبَ الَّذِيْنَ يُعَاشُ فِيْ اَكْنَافِهِمْ بَقِيَ الَّذِيْنَ حَيَاتُهُمْ لَا تَنْفَعُ

(ضیا حرم حضرت شیخ الاسلام نمبر 105)

جس طرح کھاری پانی سے پیاس نہیں بجھتی اس طرح بری صحبت سے مقصود حاصل نہیں ہوتا، صحبت ایک ایسا عمل ہے جو صوفی کو سو چلوں سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ سالہا سال کی مسافت لمحوں میں طے ہو جاتی ہے۔ منوں پانی سے بھی پاک نہ ہونے والا باطن بس اک نگاہ التفات سے منزہ و مزکیٰ ہو جاتا ہے۔ نوافل و اوراد و وظائف کی لاکھوں تسبیحات کے پھیرے بیکار ہو جاتے ہیں اور ایک لمحہ کسی کی محفل کا، کارآمد ہو جاتا ہے۔ آپ دیکھتے نہیں وہ گھاس کا کھلواڑہ وہ فصل وہ کھیت وہ باغ جو مہینوں اور سالوں میں تیار ہوتا ہے۔ آگ کی ایک چنگاڑی اسے چند لمحوں میں راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے۔ جس طرح آگ کی ایک چنگاڑی سارے کھلواڑے کو جلانے کے لیے کافی ہوتی ہے، ایسے ہی پرخلوص آنسو بہانے والے کی صحبت صدیوں کے گناہوں سے میلے کالے کمبل دھو دھا کر رکھ دیتی ہے۔

جن کے فیضان صحبت سے بگڑتے سنورتے ہوں، غلیظ پاک ہوتے ہوں، ان کی اپنی فیض بار نگاہوں کے پروردہ کی عظمت کا اندازہ لگانا اتنا زیادہ مشکل نہیں۔ حضرت خواجہ خواجگان حضرت محمد قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات موصوف نے انہی نفوس قدسیہ کی تربیت سے فیض یاب ہو کر زندگی کے ہر شعبہ میں کردار کا وہ نکھار پیش کیا ہے جس کے ہر لمحہ کو جھک کر سلام کا خراج پیش کرنا پڑتا ہے۔

Marfat.com

ندانم آں گُلِ خنداں چہ رنگ و بو دارد
کہ در ہر چمنے گفتگوئے اُو دارد

عبادت وریاضت:

عمل کی حقیقت یہ ہے کہ عمل ہوتے ہوئے بھی عمل کرنے والا عمل کو ہیچ جانے، عمل پر بھروسہ نہ کرے، مالک کی رحمت و کرم پر بھروسہ کرے، عمل بہرحال ضروری ہیں، اس کی تاثیر، رحمت اور جذب حق پر موقوف ہے۔ یہ عمل ہی کی تاثیر ہے شاید کہ طوطی اور مینا کو پنجرے میں بند کرلیتے ہیں، کوے اور چغد کو پنجرے میں کوئی بند نہیں کرتا۔

عمل کی نیت پر بھی انحصار ہے، نیت کا تعلق اگرچہ دل سے ہے لیکن چہرہ دل کی کھلی کتاب ہوتا ہے، انسان ہزار چھپائے، پڑھنے والے پڑھ لیتے ہیں۔ عبادت میں خاص طور پر عمل کو بڑا داخل ہے۔ قیام ہو یا رکوع و سجود وقطرہ ہائے آبدار ٹپکتے ہیں اور نظر والے ان قطروں کے اندر کی خوشبو اور غلاظت دونوں کو محسوس کرلیتے ہیں۔

دور حاضر کے ایک ہزار من خالص سونے سے زیادہ قیمتی شخصیت، زہد و تقویٰ کا نقطہ عروج حضرت پیر کرم محمد کرم شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے چشم دید واقعات کی پوری تاریخ کو اپنے چند حروف میں یوں سجا کر پیش فرماتے ہیں:

"کہ ان گنہگار آنکھوں نے اس طرح نماز پڑھتے کسی کو نہیں دیکھا"

حضرت خواجہ صاحب اور پورے خاندان سیالویہ کے پیر خانہ تونسہ شریف

Marfat.com

کے خطیب حضرت علامہ مولانا محمد دین صاحب نے ایک حیرت انگیز اور عظیم واقعہ ارشاد فرمایا، آپ فرماتے ہیں:

ایک دن 21 شوال المکرم .1386ھ کو حضرت شیخ الاسلام نماز عصر جماعت کے ساتھ ادا فرما رہے تھے اور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ خان محمد تونسوی بھی جماعت میں شامل تھے اور امامت کے فرائض حضرت محترم قاری غلام امجد صاحب ادا فرما رہے تھے۔ امام صاحب سجدے میں گئے تسبیحات مکمل فرما کر سجدے سے سر اٹھایا۔ ان کے تتبع میں سب نے سر اٹھایا لیکن شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ سجدے سے نہ اٹھے۔ حتیٰ کہ نماز مکمل ہوگئی۔ دعاءِ خیر بھی ہوگئی اور حضور بندہ پرور ہنوز لذتِ سجدہ سے سرشار ہیں۔ سب حیران تھے کہ آج یہ کیسی نماز ادا ہو رہی ہے۔

آپ کے سجدے کی کیفیت سے سرشار سب حضرات منتظر ہیں کہ دیکھیں یہ سجدہ کتنا طویل ہوتا ہے۔ آخر آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور باقی نماز مکمل فرمائی۔

جب آپ دعا سے فارغ ہوئے تو حضرت خواجہ خواجگان خان محمد تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا۔ قمرالدین آج یہ کیسی نماز تھی۔ آپ نے عرض کیا: حضور بنگلہ میں چل کر عرض کرتا ہوں۔

بنگلے میں پہنچ کر ارشاد فرمایا: فقیر نے جونہی سجدے میں سر رکھا۔ سارے پردے چھٹ گئے، ہٹ گئے اور جان کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگئی۔ حضرت مولانا محمد دین صاحب فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اس وقت حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل فرما رہے تھے اور

Marfat.com

مجھے ارشاد فرمایا: قمرالدین! تم بھی غسل کرلو، میں نے بھی غسل کیا۔

آپ نے خواجہ خان محمد تونسوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور! اسی غسل کی وجہ سے تاخیر ہوئی۔ حضرت خواجہ خواجگان نے فرمایا: ہم کیسے مان لیں۔ آپ نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور غسل کیا ہے تو آپ نے ایک برتن طلب فرمایا، سر سے ٹوپی اتاری اور اپنی زلفوں کو نچوڑا جن سے پانی ٹپک رہا تھا اور وہ برتن میں داخل ہو رہا تھا۔

واقفِ سِرِّ خدا ہر بندہ نیست
آں عزیزاں رانشان دیگر است

ہر بندہ، اسرار الٰہی سے واقف نہیں ہوتا۔ ان عظیم لوگوں کے نشانات و علامات علیحدہ ہی ہوتی ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کی زلفوں سے ٹپکنے والا پانی دیکھ کر حاضرین پر کیا گزرئی ہوگی اور ان کی قلبی و ذہنی کیفیات کا عالم کیا ہوگا۔ وہ جانیں یقیناً اس کے بیان کرنے کا یارا، راوی میں نہیں ہوگا۔ اسی لیے تو بیان نہیں کیا البتہ راقم الحروف کی دلی تمنا ہے کہ اے کریم! تیری زلف میں جو موتی پرونے والے ہیں، میرا جی کرتا ہے میں اپنے آنسوؤں کے موتی ان کے حضور میں تحفہ میں پیش کروں۔

جی کرتا ہے تحفہ میں بھیجوں مَیں اُنہیں آنکھیں
درشن کا تو درشن ہو، نذرانے کا نذرانہ

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشاری:

لوگ کہتے ہیں: عشق ایک بیماری ہے، میں کہتا ہوں کہ ہاں بیماری ہے

Marfat.com

لیکن یہ بیماری جان لیوا نہیں، جان فزا ہے۔ اس بیماری کی دوا سے شفا ہی نہیں، بقا بھی ملتی ہے۔ باقی تمام بیماریوں سے شفا پانے کے لیے ہزاروں حکیموں، ڈاکٹروں اور طبیبوں کے دروازوں کی کنڈیاں کھڑکانی پڑتی ہیں لیکن اس بیماری میں صرف اپنے محبوب کا دیدار ہی کافی ہوتا ہے۔ محبوب کی ہر ادا پر مرمٹنا اور اس سے محبت کے اظہار کے نئے نئے طریقے اور انداز اپنائے جاتے ہیں۔ یہ وہ نسخے ہوتے ہیں جو کتابوں میں لکھے نہیں ملتے، یہ نسخے طالب خود ہی تجویز کرتا ہے۔ خود ہی اجزائے ترکیبی ترتیب دیتا ہے اور خود ہی استعمال کرتا ہے۔

ہوسکتا ہے عشق مجازی بھی ہو یا عشق حقیقی، لیکن عشق تو عشق ہی ہوتا ہے اگر یہ عشق محبوب ذات الٰہی سے جائے تو کئی فرہاد، کئی قیس، کئی مجنوں اور کئی مہینوال ہیچ نظر آنے لگتے ہیں۔ حضرت خواجہ پیر سیال بھی عشق میں مبتلا تھے اور اس عشق کی بیماری نے انہیں جینا سکھا دیا تھا۔ ہنسنا اور رونا سکھا دیا تھا، اس عشق کی بیماری کو اور بڑھانے کے کئی نسخے خود تیار کرنے کے قابل بنا دیا تھا۔ وہ نسخے اور ان نسخوں کے اجزاء ترکیبی ایسے ترتیب دیئے کہ کئی دیکھنے والے خود اس عاشق کے عشق میں ڈوب جاتے۔

راحتِ قلبِ حزیں، مولائے کائنات رحمت و راحت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس کو عشق نہیں، ہر شخص کی محبت کا اپنا اپنا انداز ہے۔ جونہی محبوب رب کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی آیا۔ بے ساختہ زباں سے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھول پیش کئے اور دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو کسی تصور میں گم ہو کر چوما اور آنکھوں سے لگایا اور ٹھنڈک وسکون حاصل کیا۔ کچھ حضرات مزید آگے بڑھے اور ساتھ ان جذبات کا اظہار بھی کیا۔ قُرَّةُ عَيْنِىْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللهِ، اے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے پیارے اور مقبول ترین رسول مقبول آپ کی ذات مبارکہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں لیکن آیئے! اس عاشق صادق کے انداز محبت کو دیکھتے ہیں:

آپ کی عادت مبارکہ دیکھ کر ایک اجنبی اور غیر بھی جھوم جھوم جاتا ہوگا، جونہی سرور قلب و جاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی آتا جسم پر کپکپی طاری ہوتی، آنکھیں موتیوں سے بھر جاتیں، دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو چوما، ﷺ کا نذرانہ پیش کیا اور اپنی قلبی کیفیت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے: قُرَّةُ عَيْنِىْ بِتُرَابِ اَقْدَامِ كِلَا بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اے میرے کریم و رؤف و رحیم آقا: آپ کے کتوں کے قدموں کی خاک پاک کے لمس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں، سبحان اللہ!

بات کرنا اور ہے، اس پر اس بات کے مطابق عمل کا مشاہدہ پیش کرنا اور ہے۔ بیان کردہ عمل کا مشاہدہ آپ کے سفر حج اور سفر مدینہ المنورہ کے لمحات میں جھانکا جاسکتا ہے۔

آپ ایک بار حج پر تشریف لے گئے، مدینہ منورہ حاضری دی اور اپنے آخری سفر کا لباس، کفن خریدا اور ارباب محبت سے کہا: اس کفن کو مدینہ منورہ کی گلیوں میں بچھا دو، مدینہ منورہ کے باسی، شہر رسول مقبول کے مقبول لوگ، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوسی رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ کے قرب و جوار کے مزے لینے والے لوگ اس کے اوپر سے گزریں۔ ان کے قدموں سے مس شدہ مٹی کے ریزے میرے کفن کو آلودہ کریں، اور شہر خوباں کی مٹی کے ذرے میری قبر کو منور کریں۔

Marfat.com

بتاؤ! یہ عشق کی بیماری کو اور چلا دینے والے حضرت خواجہ صاحب کے خود ساختہ نسخے کسی اور عاشق نے تیار کئے، یا ان جیسا کوئی نسخہ استعمال کیا۔

شکر کرتا ہوں خدا نے کرلیا ہے دل میں گھر
بت وگرنہ آبسے تھے خالی مندر دیکھ کر

عبادت اور عشق کے معیار پر پورا اترنا بہت مشکل کام ہے۔ عبادت میں بھی عابد لوگوں نے ایسی ایسی راہیں آباد کردی ہیں کہ کوئی ہوگا جو ان راہوں پہ چل کر منزلوں کو سر کرتا ہو اور اسی طرح عشق کی راہوں کے انوکھے زاویے تیار کرنے والوں نے بھی انتہا کردی۔ لہٰذا ان دونوں کے معیار کو سر کرنا بہت مشکل ہے۔ البتہ خدمت خلق کا ایک شعبہ ایسا ہے کہ اس راہ میں اٹھایا ہوا قدم خواہ وہ کتنا ہی حقیر سا ہو، کبھی ضائع نہیں جاتا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس راہ میں دین مصطفوی کے قمر اور چاند ایسے طلوع کیے ہیں کہ نظر کو خیرہ کئے دیتے ہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ اس حوالہ سے ایک نسخہ آپ کے انگ انگ میں بس چکا تھا اور وہ نسخہ یہ ہے کہ۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

یعنی طریقت تسبیح و مصلیٰ اور سجادہ و گدڑی کا نام نہیں بلکہ طریقت صرف اور صرف خدمت خلق کا نام ہے۔ مخلوق خدا کا خادم ہی عنداللہ و عندالناس مخدوم ہوتا ہے، جو خلق سے دامن کشاں رہا۔ وہ خالق سے بھی دور ہوا بلکہ خود خالق بھی اس سے منہ موڑ گیا۔ اللہ کے بندے! صرف اپنے دلوں کو ہی نہیں، اپنی جیبوں کو بھی ہوس مال وزر سے پاک رکھتے ہیں۔

Marfat.com

آپ کی چوکھٹ کا دروازہ ہر ایک کے لیے کھلا تھا، لنگر کا سلسلہ ہمہ وقت جاری رہتا۔ ہر گدا و ہر فقیر کے لیے دسترخوان بچھا رہتا۔ اس دسترخوان کی وسعت صرف انسانوں تک نہیں، چرند پرند، حیوانوں اور چوپائیوں تک وسیع تھی۔ دن کو آئے یا رات کو، جو جو تمنا کھانے کی لے کر آتا وہ اس کے لیے پہلے سے تیار ہوتی اور کسی نہ کسی بہانے اس کو جتا بھی دیا جاتا جناب یہ آپ کی چاہت آپ کے حضور حاضر ہے، چونکہ پیٹ کے بھوکے کا قبلہ دسترخوان ہی ہوتا ہے، اس لیے وہ اس طلب کے پورا ہونے پر ہی فریفتہ ہو جاتا۔

عام سخی آدمی بھی کوئی معمولی شخص نہیں ہوتا۔ اس کے لیے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دے رکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے ایسے مقرر کر رکھے ہیں جو ہر وقت یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے مالک! کرم فرما، اور کسی سخی کو ذلیل و رسوا نہ فرما، لیکن مسند ارشاد کے وارث سخی کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ وہ آنے والے طالب کی آنکھیں، ہاتھ، پیٹ اور جیب ہی نہیں بھرتا وہ اس کے دل کے خالی کوچے بھی آباد کر دیتا ہے۔ حضرت خواجہ خواجگان سرگروہِ عاشقان چشت اہل بہشت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ عیلہ کے ساتھ بھی تو ایسا ہی ہوا تھا کہ ایک مست ملنگ فقیر درویش کو کھانا پیش کیا اور اس نے خوش ہو کر اپنے روحانی خزانوں کے فیض کے دھانے کھول دیئے، ایک لقمہ اپنے دانتوں سے چبایا۔ معین الدین کو کھانے کو کہا: کھا! جس کے کھاتے ہی آپ کے اندر کے خشک روحانی سوتے نہ جانے کیسے جاگ اٹھے۔

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند
سگ را ولی کنند مگس را ہما کنند

Marfat.com

بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں باریابی:

وہ کنواں کتنا خوش نصیب تھا جس میں اچانک ایک دن بلاوجہ بلاطلب حضرت یوسف علیہ السلام جیسا عظیم شخص آکر مہمان ہوا ہو، وہ گھر کتنا رشک آور ہوگا جس کی کھڑی دیواریں سالہا سال سے کسی کی راہ دیکھنے کو ایستادہ ہوں، اور مایوسیوں کی تاریکیاں پانی پر جمنے والی کائی کی طرح قبضہ جما بیٹھی ہوں۔

جب ہجر وفراق کے تھپیڑے کھاتے کھاتے آنکھیں فرش راہ کئے ہوئے ایک عرصہ بیت گیا ہو، اس گھر میں کرم فرماتے ہوئے جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئیں، اس کو بقعہ نور بنادیں تو سمجھ لو، اس گھر کی ویرانیاں ختم، اداسیاں ختم، ہجروفراق کے لمحے ختم بلکہ وہ گھر باعث رشک عالمین ہوجائے گا۔

کدی میرے گھر وی آقا جی آؤ
میری عمر گُلّی سچیندے گذر گئی۔

<u>محترم غفور احمد گولڑوی صاحب اپنے ایک مضمون ''مردخدا'' میں لکھتے ہیں:</u>

حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا واقعہ حضرت صاحبزادہ عزیز صاحب مدظلہ نے مجھے سنایا کہ حضرت خواجہ محمد قمرالدین رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے خود آپ سنایا، حضور فرماتے تھے:

''حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کا دور تھا، میں رات کو اٹھا۔ حضرت ثالث رحمتہ اللہ علیہ آرام فرمارہے تھے۔ میں نے اٹھ کر وضو کیا تاکہ نفل پڑھوں، بڑا پیارا سماں تھا، سکوت تھا اور سکون بھی بلکہ گہرا سکوت چھایا ہوا

Marfat.com

تھا۔ خیال آیا کہ پیارا وقت ہے۔ آج تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوجائے۔ چنانچہ میں مسجد میں داخل ہوا، جیب سے دیا سلائی نکال کر روشن کی، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نورانی شخصیت عربی لباس زیب تن کئے جلوہ گر ہے۔ میں نے خیال کیا کوئی عرب صاحب ہیں لیکن اس چہرہ میں اتنی جاذبیت اور کشش تھی کہ جی چاہتا تھا قربان ہوجاؤں۔ قریب جا کر عرض کیا:

مِنْ اَیْنَ اَنْتَ وَمَا اِسْمُکَ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں اور آپ کا نام کیا ہے۔ حضور سرور ہردوسرا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَنَا مُحَمَّدٌ جِئْتُ مِنْ طَابَا میں محمد ہوں اور بطحا سے آیا ہوں۔

بس اتنا سنتا تھا کہ میں قدموں میں گر پڑا۔ قدم بوسی کر کے گھر کی طرف دوڑا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دودھ لا کر پیش کروں۔ دودھ میں جلدی جلدی چینی ڈالی اور دوڑتا ہوا مسجد میں آیا مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جاچکے تھے۔ میں زار زار رونے لگا کہ مجھ سے غلطی سرزد ہوگئی۔ حضرت ثالث غریب نواز کے قدموں میں گر پڑا اور رونا شروع کر دیا۔

آپ نے ارشاد فرمایا: قمرالدین! تجھے مبارک ہو جتنا کرم تم پر ہوا ہے یہ بھی بہت زیادہ ہے اور تجھ پر اس آستان کی ذمہ داری بھی آپڑی ہے، تم نے اب بارگراں کو اٹھانا ہے۔ اگر تم زیادہ دیر بارگاہ میں حاضر رہتے تو تجلی برداشت نہ کرسکتے۔

اسی انداز کا ایک اور واقعہ روایت ہے۔

کہ ایک دن بنگلہ شریف میں بیٹھا تھا۔ میرے ذہن میں خیال آیا کہ کاش

Marfat.com

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرم فرمائیں اور زیارت نصیب ہو، تھوڑی ہی دیر بعد حضور تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے، خیر و عافیت کے بعد میں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: حضور آپ کی حدیث پاک کے الفاظ یہی ہیں: اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ یا اس کے علاوہ کوئی اور الفاظ ہیں، اور میں نے راوی کا ذکر نہیں کیا۔

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ وقت خاموش رہے۔ اس کے بعد فرمایا: قمر الدین یہ میرے الفاظ ہی ہیں: اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ پھر ارشاد فرمایا: میری حدیث بیان کرتے وقت راوی کا ذکر ضرور کرنا چاہئے"۔

حسرت لیے ہوئے تھا وہ بھی تری دید کی
جس سے بھی میں نے تیری گفت و شنید کی

یہ وہ انوار کی تجلیاں ہیں جو ہر کسی کے نصیب میں نہیں۔

چوما ہے اپنی آنکھ کو رکھ رکھ کے آئینہ
جب سے ہوئی ہے مجھ کو زیارت حضور ﷺ کی

✿ ✿ ✿

☆ ایمان اُن اشیاء کو تسلیم کرنے کا نام ہے جو نظر نہیں آتیں۔ اس ایمان کا صلہ یہ ملتا ہے کہ وہ نظر آنے لگتی ہیں۔

☆ جو شخص گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اُس کو محض ایک آدمی سمجھو، جو اُس پر نادم ہوتا ہے، اُس کو ولی کہو، اور جو بدکاری پر اِتراتا ہے، اُسے شیطان قرار دے دو۔

Marfat.com

قُرب اور بُعد

قُرب اور بُعد، یعنی نزدیکی اور دُوری، زمانی ہو یا مکانی، بذاتِ خود کوئی معنی نہیں رکھتی۔ بعض اوقات بہت زیادہ قُرب بھی محروم رکھتا ہے اور بعض اوقات دُوریاں بہت دُور لے جاتی ہے۔ بسا اوقات دُور والے قریب والوں سے نمبر لے جاتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ قرب والے مزے لیتے ہیں اور دور والے ترستے رہ جاتے ہیں۔

گھر کی دیوار ایک ہے، رشتہ داری میں بھی کوئی ایک واسطہ دوری کا نہیں، پیدائش کے وقت سے بچپن، لڑکپن، اُبھرتی جوانی، نکھرتا شباب، وہیں گزرتا دیکھا ہے کاروبارِ حیات ہو یا لین دین، بڑوں کا ادب ہو یا چھوٹوں پر شفقت، گفتگو میں ہر لفظ تول تول کر زبان سے نکلتا دیکھا۔ کہیں کسی لمحے نظر کی خیانت کا ایک شمہ نہیں دیکھا۔ لین دین میں، اعتبار کا خراج ہر ایک سے وصول کرتے دیکھا۔ باہمی مخاصمات اور لڑائی جھگڑوں سے نہ صرف گریزاں بلکہ ہر مسئلے کا حل ایسا نکالتے دیکھا کہ دیکھنے والا عش عش کر اُٹھے۔ بے یارومددگار اور بے سہاروں کا بازو بنتے دیکھا، قول اور قرار کا پکا، قدم قدم، محیر العقول، حیران کُن، واقعات کا تسلسل، چہرے کے حسن کے نکھار پر، اپنے ہی بڑوں کا فدا ہو ہو کر بارش مانگتے دیکھا اور فضا کی بسیط وسعتوں میں کہیں چھپے بادل گھر کر آتے دیکھا اور برستے دیکھا۔ اسی طرح (فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ

Marfat.com

قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ) کا اعلان و چیلنج اور جھنجھوڑنا، ذہن کے خشک سوتے جگانے کے لیے کافی تھا کہ لوگو! میں نے تم میں اس سے پہلے ایک زندگی گزاری ہے۔ تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے میری زندگی کے کسی لمحے کوئی جھول ہو تو دکھا دو۔

لیکن واحسرتا یہ قُرب، بدنصیبی و بدبختی کی دبیز تہوں میں سے ایک تہ بھی نہ کھول سکا بلکہ محرومی اور دوری اور بڑھتی گئی۔ بڑھتی گئی حتیٰ کہ قولِ فیصل نازل ہوا: (تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ) تباہ و برباد ہوا ابولہب۔ اور وہ ہو بھی گیا، یہ کم عقلی کی خارش، بولہب کو، اس کی بیوی کو اور اس کے بیٹوں کو بھی لگ گئی۔ وہ قریب رہ کر بھی، ہر نظارہ دیکھ کر بھی محرومی کی دلدل میں گرتے چلے گئے۔ خدا کرے یہ خارش، کم عقلی کی خارش، بے عقلی و گستاخی کی بو کی سڑاند والی خارش، کسی کو نہ لگے۔ چودہ صدیوں سے ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں، کھربوں، پدموں، سنکھوں انسان کی زبان سے نکلنے والی آواز (تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ) جہنم کے گہرے پاتال میں بھی نہ جانے اُس کو کتنے کرب میں مبتلا کرتی ہو گی۔

اور بھی کئی تھے جو اُس شہر مکہ میں، امن کے شہر میں، حرم شریف کے پڑوسی، بڑی شان والے، مرتبے والے، دانشور، سیانے ابوالحکم، اُن میں کوئی ایک بھی ایسا نہ نکلا جس کی آنکھ سے کالے شیشوں والی عینک اُترتی اور وہ اس امی ﷺ کو ہر حال میں کالا ہی دیکھنے پر اصرار کرنے والے کبھی اُس رنگ میں بھی دیکھ لیتے جس رنگ میں بنانے والے نے انہیں بنایا تھا، سنوارا تھا، نکھارا تھا۔ ہاں! جس نے انہیں ایک نظر اُس رنگ میں دیکھ لیا وہ پکار اُٹھا۔

Marfat.com

سُبْحَانَ اللّٰہ مَا اَجْمَلَكَ مَا اَحْسَنَكَ مَااَکْمَلَكَ

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء، گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

اور کئی لوگ کتنی دُور تھے، بہت دُور، سینکڑوں میل دور لیکن اُس دُوری میں بھی وہ قُرب کے مزے لیتے تھے۔ اُن کے ذہن میں، خیال میں فکر میں سوچ میں بس وہی سمائے ہوئے تھے۔ اُن کی محبت اُن کے پیار، اُن کی لگن، اُن کی چاہت کی شِیرینی میں ہر وقت ڈوبے رہتے۔ اُن کا تصور ایک حسین تصویر کی صورت میں خلوتوں میں جلوتوں میں سمایا رہتا۔

دِن تیرے خیالاں وچہ لنگدا، راتیں سوواں تے تیرے سُفنے نے

تیری یاد بناں میرے چن سجناں، جیہڑا ساہ آیا اوہ حرام اے

محرومیوں میں ڈوبے ہوؤں کو وہ ایک آنکھ نہ بھائے جنہیں محمد ﷺ جیسا شخص بھی اچھا نہ لگا، وہ کیسے انسان تھے قتل کرنے پر اُتر آئے۔ مارنے مرنے پر تُل گئے۔ جب وہ باذن اللہ شہر مکہ سے نکلے تو رستے میں ایک جھونپڑی میں ٹھہرے، صرف چند لمحے، ہاں صرف چند گھڑیاں، اور ایسا نور اُجالا کر گئے کہ بوڑھی، دیہاتی، گنوار اور پینڈو عورت ام معبد رضی اللہ عنہا فدا فدا ہوگئی۔ جب آپ سرکار میرے آقا میرے مولا، راھئی مدینہ منورہ ہوئے، جھونپڑی میں انوار کی کرنیں بکھیر کر تشریف لے گئے تو وہ دشمن جان اُدھر کہیں آ نکلے اور بوڑھی مائی کو حُلیہ بتا کر پوچھنے لگے: کوئی ایسا ایسا شخص تو یہاں نہیں آیا تھا تو وہ پُکار اُٹھی تم نہ جانے کس کی تلاش میں ہو۔ مَا اَدْرِیْ مَا تَقُوْلُوْنَ قَدِمْنَا فِیْ حَالِبُ الْحَائِلِ. پتہ نہیں، کس کے متعلق پوچھ رہے ہو۔ ہاں! میرے ہاں تو ایک ایسا

Marfat.com

شخص تھوڑی دیر کے لیے یہاں آیا تھا جو دودھ نہ دینے والی بکریوں کو بھی دودھ دینے والی بنا دیتا تھا۔ قریش چیخ اُٹھے۔ ہاں ہاں! ہم اُسی کی تلاش میں ہیں۔ وہ کیوں محروموں کو بانصیب بناتا چلا جاتا ہے۔ وہ کیوں اندھیروں کو اجالوں میں بدلتا جاتا ہے۔ وہ گرے ہوؤں کو کیوں اُٹھاتا چلا جاتا ہے۔ وہ دودھ نہ دینے والی کم نصیب بکریوں کو بانصیب دودھ دینے والی کیوں بناتا چلا جاتا ہے۔ وہ ہمیں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔

لیکن کوئی اُم معبد کے دل سے پوچھے: اُس کا عالم کیا تھا وہ بھی تو اُسی شہر کے پڑوس میں عمر گزارے بیٹھی تھی۔ تُف اُن قریبیوں پر جو قریب رہ کر بھی دور رہے او ہزار جان فدا اُن دور رہنے والوں پر جو شاید کہیں ایک دوبار دیکھ پائے اور پوری زندگی دیکھنے کو بے چین و بے قرار رہے۔

اِک دن وہ مل گئے تھے سرِ راہ گزر کہیں
پھر دل نے بیٹھنے نہ دیا عمر بھر کہیں

نظروں پر دُور بین لگا کر دیکھ لینے والوں نے بتایا ہے کہ چاند زمین سے لاکھوں کروڑوں میل دور رہتا ہے؛ رہتا ہوگا لیکن میرا وجدان کہتا ہے: وہ دور کب تھا، اتنی دور رہنے والا ہوتا تو رات کی تاریکیوں میں انگلیوں کے اشاروں پر کیوں نثار نثار ہوتا۔

فلک پر چمکتے ہوئے چاند نے بھی
پیمبر کی انگلی کو تعظیم دی ہے
کبھی دائیں جھک کر کبھی بائیں جھک کر
ہمیں بھی غلامی کی تعلیم دی ہے

Marfat.com

مدینہ منورہ سے قرن نہ جانے کتنی دور ہے آپ نقشہ پر دیکھ لیں، وہ جتنی بھی دور ہے اتنا دور وہ سارے زمانے کے لیے ہے۔ وہ جب بھی اتنا ہی دور تھا۔ اب بھی وہ اتنا ہی دور ہے لیکن سنا ہے اور یہ شنید صرف شنید ہی نہیں۔ میرے نزدیک تو یہ شنید دید سے زیادہ معتبر ہے کہ وہاں ایک شخص اویس نام کا رہتا تھا، اللہ اُن سے راضی ہو۔ وہ اتنی مسلمہ و مصدقہ دوریوں میں رہتے ہوئے بھی اتنا دُور نہ تھا۔ سُنا ہے جب حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اُن کے پاس تشریف لائے، تو انہوں نے پوچھا: میرے مہربان مہمانوں! کرم نوازو! تمہاری قسمتوں کی عظمت پر ہزار بار نثار جاؤں کہ تم نے صدیوں قرب کی لذت کے مزے لیے ذرا یہ تو بتاؤ! میرے کریم آقا کے ابرو باہم ملے ہوئے تھے یا جُدا جُدا تھے۔ انہوں نے کہا: اویس! آنکھ کی پتلی چہرے کے کتنے قریب ہوتی ہے اور اُس کا کام بھی صرف دیکھنا ہی ہوتا ہے اور اُس کا کوئی اور کام بھی نہیں ہوتا اس کے باوجود جس کے پاس وہ آنکھ بن کر رہتی ہے وہ حیاء سے اُس کے چہرے کو دیکھ نہیں سکتی، ہمیں بھی پُتلی ہی سمجھو۔

تو آپ نے فرمایا: اے میرے محبوب کی آنکھوں کی پُتلیو! نثار جاؤں، تمہاری اس حیا کے میں نے ایک دعا مانگی تھی وہ میری دعا قبول ہوئی۔

میں جب دیکھوں جدھر دیکھوں جسے دیکھوں تجھے دیکھوں
تو میری آنکھ کی پُتلی میں یوں تحریر ہو جائے

پھر وہ میری آنکھوں کی پتلیوں میں تحریر ہوگئے اور ایسے ہوئے کہ آپ کی کوئی ادا، کوئی فعل، کوئی رنگ مجھ سے چھپا نہیں رہتا، اب تو آنکھیں بند بھی کرتا ہوں ناں، تو وہ پھر بھی، میری پتلیوں میں سمائے رہتے ہیں ہاں۔

Marfat.com

جے رَب دل دیا اکھیاں دیوے چانن دیوے نوروں
محبوباں نوں ویکھی جانواں کیا نیڑے کیا دُوروں

ہاں میرے محبوب کے دونوں ابرو باہم یوں ملے ہوئے تھے جیسے (قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی) اے اللہ! اے میرے پیارے مولیٰ! ہمیں بھی ایسی آنکھ عطا کردے جو دورونزدیک سے بھی دیکھے، تو اُنہی کو دیکھے جن کا دیکھنے کا انداز تجھے بھی پسند آیا اور بھا گیا۔ (قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ) ہمیں فاروقی آنکھ دے دے جو میدان جہاد میں ساریہ کو دور سے دیکھ کر دشمن کے حملے سے آگاہ کردے تو غوث الاعظم کی آنکھ دے دے وہ فرماتے ہیں: ؎

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا
کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ

کہ میں اللہ تعالیٰ کے تمام ملک یوں دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ پہ رکھا ہوا رائی کا دانہ۔

گائے اور بھینس کے تھنوں کے قریب ایک کیڑا چمٹا ہوتا ہے، سفید سا۔ چچڑ کہتے ہیں اُسے، وہ دودھ دینے والے دودھ دان تھنوں کے کتنا قریب ہوتا ہے لیکن دودھ سے کتنا دور ہوتا ہے۔ شاید ساری زندگی دودھ کا ایک قطرہ بھی اس کے نصیب نہ ہوا ہو کیوں کہ وہ تو گائے اور بھینس کا خون چوسنے والا ہوتا ہے، خون چوسنے والوں کی قسمت میں دودھ کہاں، دودھ تو وہ دور رہنے والا آکر لے جاتا ہے جو اُس سے محبت کرتا ہے، اُس کی خدمت کرتا ہے، اُس سے پیار کرتا ہے۔

اے کاش! قرب ایسا نصیب ہو جس میں دُوریاں حائل نہ ہوں، قرب

Marfat.com

ملے تو ابوبکر صدیق سا، اور بُعد اور دُوری بھی ملے تو حضرت اویس کی سی، رضی اللہ عنہ۔

شیر خوارگی کی عمر، انتہائی معصومانہ عمر، اگر ایسے بچے کی ہو جس کے لیے اُن کے اعلیٰ نگہبان وخالق نے فرمایا: (وَ حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ) کہ ہم نے اُس پر باقی سب دودھ پلانے والی حرام کردی تھیں، سوائے اُس کی اپنی ماں کے، جو دودھ پینے کی مدت میں بھی حلال وحرام کی تمیز کرنا جانتا تھا، اپنے و بیگانے کو پہچانتا تھا، اچھے اور بُرے میں فرق رکھتا تھا اور جو دودھ کو اپنے اوپر حرام ہونے والے دودھ دانوں کی پہچان رکھتا تھا، اُس کی باقی دوسری ادائیں کیا کم دلفریب ہوں گی، کیا کم حسین ہوں گی، کیا وہ کم دل موہ لینے والی ہوں گی، یہ مقامات و درجات معلوم کرنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے ہی پوچھ لو۔ ان کی بیوی حضرت صفورا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھ لو، خود اللہ رب العزت کی مقدس کتاب قرآن پاک بھی اس کی خوبصورت اداؤں کے تذکروں سے بھری پڑی ہے۔ لیکن فرعون قریب رہ کر بھی محروم ہی رہا، بدنصیب کہیں کا۔

میرے مالک! میرے نگہبان! میرے خالق! مجھے ایسے قُرب سے بچا لے جو مجھے اتنا دور کردے جو مجھے نفرتوں کی بھینٹ چڑھا دے۔

میرے حصہ میں بُعد زمانی اگر آ ہی گیا ہے تو کرم فرما۔ اُس کی رحمت کی ادنیٰ سی بارش کے چند چھینٹے ایسے ڈال دے کہ ہر لمحہ قُرب کی لذتوں سے سرشار ہی رہوں۔

آمین یارب العالمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ علیہ وسلم الفاً الفاً بعد الف

انسان تو درکنار، اگر مٹی بھی اللہ والوں کی ہم صحبت ہو جائے تو اس میں بھی بزرگی آ جاتی ہے۔ لوگ اس پر جوتا رکھنا پسند نہیں کرتے، آنکھوں

Marfat.com

کا سُرمہ بناتے ہیں۔

یہ بزرگ انسانوں کے سر کا سایہ ہم پر سایہ گُناں تھا، اب اِن کی قبر کی مٹی ہم پر سایہ گُناں ہے۔

جس شخص کا تعلق بادلوں کی پانی سے بھری مشکوں سے ہوجاتا ہے، وہ بخل اور کنجوسی سے کام کیوں لے گا، وہ تو اپنے بیگانے، اچھے اور بُروں سب پر برسے گا، آ، اس کی سخا سے جھولیاں بھرلیں۔

بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جن کو یوسف علیہ السلام جیسی شخصیت بھی اچھی نہیں لگتی، اغواء کرتے ہیں اندھے کنوئیں میں پھینکتے ہیں اور چند کھوٹے سکوں بیچ دیتے ہیں۔ ایسا نہ بن، اپنی آنکھ میں حُسن پیدا کر، اور مخلوق خدا کو اُس رنگ میں دیکھ، جس رنگ میں مالک نے اُسے پیدا کیا ہے۔ پھر تیری نگاہ میں کوئی بھی بُرا نہ رہے گا۔

جو چشمہ گھر میں بہہ رہا ہو، وہ مانگے کی نہر سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

صرف وہ بہار ہی لذت افروز ہوتی ہے جو روئے یار کے دیدار سے حاصل ہوتی ہے۔

اگر عام انسان کے ندامت کے آنسوؤں کی جزا حوض کوثر ہے تو خواص کے راتوں میں عشق الٰہی اور محبت رسول ﷺ میں آنسو بہانے کا اجر کیا ہوگا۔

نیکوں پر نکتہ چینی کرنے والوں کا انجام انتہائی خوفناک ہے۔ ابولہب کا انجام تمہارے سامنے ہے، چاند پر تھوکنے والے ذرا ٹھہر! کہیں ایسا نہ ہو یہ تھوبا تیرے منہ پر ہی آگرے۔

✻ ✻ ✻

Marfat.com

شجرِ محبت کا گلاب

ولی کامل حضرت مولانا محمد ذاکر علیہ الرحمتہ (محمدی شریف جھنگ)

ہوسکتا ہے دنیوی اعتبار سے "پدرم سلطان بود" کہ کسی کا یہ دعویٰ کہ "میرا باپ بادشاہ تھا" کوئی معنی نہ رکھتا ہو لیکن ہماری تو پہچان ہی یہ ہے کہ ہمارا بھی کوئی تھا۔ اگر یہ بات اتنی غیر اہم ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک بچے کا تعارف کراتے ہوئے حضرت خضر علیہ السلام کا جو عبداً من عبادنا کی شان کے مالک تھے۔ یوں نہ کہتے: وَ اَمَّا الْغُلَامُ فَکَانَ اَبَوَاہُ مُسْلِمَیْنِ کہ اس بچے کے والدین مسلمان تھے۔ جس بچے کے ماں باپ مسلمان تھے اس دور کے نبی و ولی اس کے گھر کی دیواریں تعمیر کرتے پھرتے ہیں۔ اس کے پوشیدہ خزانوں کی حفاظت کرتے پھرتے ہیں اور اس بچے کا حسب نسب یاد کرتے پھرتے ہیں۔ کیا یہ واقعہ منشاء خداوندی کا عکاس نہ تھا جس کا تذکرہ لازوال اور ازلی و ابدی کلام کا حصہ بنا دیا گیا اور اس قصہ کے پڑھنے والوں کو اس قصہ کے ایک ایک حرف کی زبان سے ادائیگی پر دس دس نیکیوں کی خیرات ڈیڑھ ہزار سال سے بٹ رہی ہے اور قیامت تک بٹتی رہے گی۔ اور یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ ۱۷/۷۱ کہ وہ دن یاد کرو جب ہم لوگوں کے ہر طبقہ کو ان کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے، والی بات بھی آخر کوئی معنی رکھتی ہے۔ اگر قیامت کے

Marfat.com

دن بھی کسی کو اس کے کسی بڑے کی نسبت اور حوالہ سے بلایا جائے گا تو دنیا میں اس نسبت اور حوالہ کی قدر نہ کرنا کون سی دانشمندی ہے۔

شجرۂ طریقت تو چلتا ہی ''پدرم سلطان بود'' کی بنیاد پر ہے۔ راقم الحروف کا اپنا ایک عندیہ ہے۔ یہ عندیہ خوش فہمی سمجھ لیں یا کچھ اور کہ مجھے جو کسی دروازے سے بھی جھڑکیاں نہیں ملتی باوجودیکہ ناکارہ خلائق ہوں۔ میری حرکتوں کو نظرانداز کرتے ہوئے بڑے بڑے کہتے سنے گئے ہیں کہ ''جا کتیا تیرا منہ نہیں ماردا...... تیرے سائیاں دا منہ ماردا اے'' کہتے ہوئے دُرکارتے نہیں بلکہ سینے سے لگا لیتے ہیں تو کیا اس میں شجرہ کی کوئی اہمیت نہیں۔ مجھے تو اس بات پر فخر ہے کہ

محبت کا شجرہ جو مجھ کو ملا ہے
خدا کا شکر جا کے تجھ سے ملا ہے (ظفر چشتی)

اس لیے شجرہ نسب ہو، یا شجرہ طریقت یا شجرہ محبت ہر اعتبار سے اس کی اس دنیا میں بھی قدرومنزلت ہے اور کل روز محشر بھی انشاء اللہ اس حوالہ کی کوئی نہ کوئی قدر ضرور ہوگی۔ ''میرا نام کرے گا روشن دو جگ میں نام تمہارا''

حضرت مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب و نسبت ہر دو اعتبار سے قابل فخر ہے۔ نسباً وہ حضرت مولانا عبدالغفورؒ (ف ۱۹۴۶ء) بن میاں عبدالرحمٰنؒ (۱۹۱۲ء) بن میاں غلام محی الدین بن میاں خدا یار بن میاں کریم بخش بن میاں خیر محمد بن حافظ شیخ سعد اللہ بن میاں امام الدین المعروف فقیر میاں محمد جوانؒ (ف ۱۶۱۸ء) بن حافظ اللہ داد جیسی شخصیات کے چشم و چراغ ہیں۔ گندم از گندم بروید جو، زجو۔ یہ گلاب کا پھول گلاب کے پودے پر ہی لگا تھا۔ یہ کریر کے درخت پر نہیں لگا تھا۔ اس لیے جب مولانا محمد ذاکر کا تذکرہ آئے گا تو اس

Marfat.com

شجرہ سے چلتے چلتے اپنے جدِ اعلیٰ حضرت عون المعروف قطب شاہ رحمتہ اللہ علیہ (ف ۵۵۶ھ، ۱۱۶۱ش) کے توسط سے امام الاولیاء، میرے ایمان کے قبلہ نما، بنیادِ عشق، از ابتداء تا انتہا حضرت مولا علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔ میں ان کے چمنستان میں، نکھار پانے والی ہر کلی کو، ہر شاخ کو، اور ہر جڑ کے ہر ریشے کو سلام کرتا ہوں۔ حضرت علامہ مولانا محمد ذاکرؒ کے اجداد میں ایک درخشندہ نام فقیر میاں محمدی (ف ۱۶۱۸) آتا ہے۔ ان کا شجرہ طریقت سلسلہ عالیہ سہروردیہ سے جا کر ملتا ہے اور مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ نے ان تمام نسبتوں واسطوں اور حوالوں میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ساتھ بھی نسبت کو قائم کرلیا اور سیال شریف سے وابستگی اختیار کرلی۔

''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات'' بچپن ہی میں بڑائی کے آثار کی جھلک نظر آرہی تھی۔ اگرچہ کھلنڈرا پن بھی، عقل و دانش کا محتاج ہے۔ کوئی دیوانہ تو کوئی کھیل بھی ڈھنگ سے نہیں کھیل سکتا۔ اس کے لیے بھی فہم و فراست کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ ایسا دانشور تھا جس نے فہم و فراست اور دانش و عقل کی دولت سے کھیل بھی تعلیم کا کھیلا۔ ابتدائی تعلیم محمدی شریف، چنیوٹ جامعہ عباسیہ اور سیال شریف ضلع سرگودھا سے حاصل کی۔ دنیا کے سب سے سچے انسان امین و صادق راحتِ قلب حزیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچی خبر ارشاد فرمائی کہ لَا یَشْبَعَانِ طَالِبُ الْمَالِ وَطَالِبُ الْعِلْمِ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کہ دو افراد کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔ طالب مال و دولت کا اور طالب علم و فراست کا۔ اس طالب علم و فراست کی طلب علم و فراست نے دارالعلوم دیوبند تک پہنچا دیا جہاں اعتدال پسند عالم دین حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ (۱۸۷۵-۱۹۳۴) سے دورہ حدیث پڑھا۔

Marfat.com

علم تن پروری یا تن زنی کے لیے ہو تو اس سے زیادہ زہریلا اور خطرناک کوئی سانپ نہیں اور اگر یہ علم من پروری کی خوراک بن جائے تو اس سے زیادہ حیات بخش کوئی شے نہیں۔

عِلم را بَرتَنْ زَنی مارے بود
علم را گر مَنْ زنَی یارے بود

آپ نے اپنے علم کو سانپ نہیں بننے دیا۔ بلکہ حیات ابدی بخشی کا سامان بنانے کے لیے اپنے من کی دنیا کے بادشاہ کے حضور جبیں سائی کی سعادت حاصل کی اور ضیاء الملت والدین حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ (۱۸۸۷-۱۹۲۹) کی قدم بوسی کی۔ دست در دست پیر سیال دے دیا اور شرف بیعت حاصل کیا۔ کہ اب

میرا نام کرے گا روشن دو جگ میں نام تمہارا

''بڑوں کی ہر بات بڑی'' یہ سن ۱۹۳۱ء کی بات ہے کہ خالق تصور پاکستان شاعر مشرق حکیم الامت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ کے جد امجد حضرت علی المرتضیٰؓ نے ارشاد فرمایا تھا: کہ علم پڑھانے سے بڑھتا ہے۔ اپنے طلب علم کی حرص کی تکمیل کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ اس حاصل کردہ علم کی ایک نئی شمع جلاؤ۔ ممکن ہے آپ کے خلوص نیت سے یہ ''شمعِ علم'' فروزاں ہوتے ہوتے کسی روز سراج منیر بن جائے۔ مشورہ صحیح ہو تو مان لینا چاہئے۔ حضرت مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مشورہ پر عمل کیا اور چنیوٹ سے اٹھارہ میل دور جامعہ محمدی شریف کی بنیاد رکھ دی، یعنی بیج بو دیا۔

Marfat.com

اس کو ورثہ میں یہ فیضان بہم آیا ہے
اس کے آباء نے ریاضت میں شرف پایا ہے
نور قرآن یہاں انہوں نے پھیلایا ہے
ان بزرگوں کا یہاں چار طرف سایہ ہے
انہیں انوار کو حضرت نے جلا بخشی ہے
وسعتیں دی ہیں، چمک دی ہے، ضیا بخشی ہے

۱۹۳۱ء کے آغاز کی ننھی سی کونپل نے آج دارالعلوم کا نام پایا ہے جس میں عربی، فارسی، سنسکرت، ہندی، فرانسیسی، انگریزی زبانوں کی تحصیل تک کی بنیاد رکھ دی۔ اپنے اسلاف کی روایات صالحہ کے پیش نظر جدید و قدیم علوم کی ہم آہنگی پیدا کر کے اپنے اخلاف کے لیے خوبصورت قابل قدر اور قابل تقلید روایت قائم کر دی۔

وہ لوگ جو خانقاہوں میں بیٹھ کر فقط اللہ اللہ تک محدود رہ جاتے ہیں اور وقت کی ضرورت و اہمیت کے مطابق تسبیح و مصلیٰ کھینچ کر میدان میں نہیں لے آتے۔ دین کے خلاف اٹھنے والی طوفانی آندھیوں کے سامنے خم ٹھونک کر پہاڑ بن کر کھڑے ہونے کی خو نہیں پاتے۔ آپ ان کے جبہ و دستار کو تسبیح و مصلیٰ کو سلام کرنا چاہتے ہیں، سو بار کریں لیکن ''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی'' کے مصداق مَیں تو ایسے چنگیزیت زدہ اسلام کو سلام کرتا ہوں۔ ہاں مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ایسی چنگیزیت کو دور سے سلام کیا۔ حالات کو پڑھا، مستقبل کی تصویر دیکھی اور مغرب سے آئی ہوئی اور چھائی ہوئی آندھی کے خلاف اور خود ہندوستان ہی سے ہندو اور یہود کی طرف سے اٹھنے والے

Marfat.com

عصبیتِ کفر کا طوفان روکنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس وقت کے مسلمانانِ ہند کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ میں ۱۹۳۶ء میں شامل ہو گئے اور تادم آخر وفاداری بشرط استواری کا نمونہ بنے رہے۔ پھر حب دین، حُب وطن کی مسلم لیگ سے بہتر تصویر جمعیت العلماء پاکستان کے ساتھ وابستگی بھی اسی کا ثمر تھا۔

تحریک پاکستان سے تخلیق پاکستان تک اور پھر اس کے بعد تعمیر پاکستان تک جوانی سے بڑھاپے تک یعنی وہیل چیئر کے پہیوں میں آخری حرکت تک قابل فخر کردار ادا کیا۔ یونینسٹی اور خوشامدی وڈیروں اور چمڑی سفید اور سیاہ ترین دل والوں کے جوتوں کی پالش کا صدقہ چوہدراہٹیں پانے والوں نے اپنی امارتوں، وزارتوں میں تن پروری مردم آزاری اور عاقبت نااندیشی جیسے کارناموں کے سوا کچھ نہ کیا لیکن اس گدڑی پوش، فاقہ کش نے دنیا کے بنائے ہوئے موت و حیات کے تمام پیمانوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور خدمت خلق، علم پروری، غریب پروری کے ساتھ ساتھ جسم و روح دونوں کی سیر حاصل اغذیہ کا اہتمام کیا۔ ایک طرف ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیوں کو خوبصورت راستوں کا روپ دیا تو دوسری طرف نان جویں کے محتاجوں کے لیے لنگر خانے کے دروازے کھولے اور تیسری طرف روحانی بالیدگی کا سامان فراہم کرنے کے لیے شب زندہ داروں کی ایک پوری جماعت تیار کر دی اور چوتھی طرف وابستگی بزرگان کے آداب فرزندی سکھانے میں انوکھی اور البیلی روایات قائم کیں۔ یہ چوکھی تحریک تادم زیست جاری و ساری رہی۔

بچپن تھیں لگ پیری تائیں کر گئے کم نرالے
منصوبے کئی تیار چا کیتے عالی منصب والے

Marfat.com

چھپر اک پوا کے اتھے نلکہ اک لگوایا
بنھ توکل مرد خدا دے پھر اسکول چلایا
عید گاہ اک بنائی اتھے دینی درس کہایا
جامعہ محمدی شریف پیارا سوہنا نام رکھایا
بھی بنوایا لنگر خانہ لنگر خوب چلاون
مسکین، یتیم، غریب ہمیشہ لنگر ایتھوں کھاون
دینی درس بنایا ایسا دنیا فیض اٹھاوے
کتنے عالم فاضل ہوئے حد حساب نہ آوے
کئی محدث مفتی بن گئے عالم فاضل بھارے
کئی معلم مدرس بن کے اپنے گھر سدھارے

آدم وشیطان، عباد الرحمٰن، وعباد ابلیس، حزب اللہ وحزب الشیطن، نمرود و ابراہیم، فرعون وموسیٰ، یزید وحسین کا معرکہ تا قیام قیامت جاری رہے گا اور جاری رہنا چاہیئے۔ حضرت مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کا ہر لمحہ عباد الرحمٰن کے ٹولے میں شمولیت کا اعلان کرتا رہا۔ یوں تو بے حد وعد واقعات آپ کے صفحات زندگی میں بکھرے موتیوں کی طرح ذہن وفکر کو بالیدگی بخشتے ہیں لیکن ایک واقعہ ایسا منصۂ شہود پر آیا جس نے جھنگ کی تاریخ میں ایک نیا باب رقم کیا۔ اگر اس کا تذکرہ نہ کیا جائے تو قاری کی تشنگی معلومات ہمیشہ بدعائیں دیتی رہے گی اور وہ واقعہ سانحہ حسوبلیل ضلع جھنگ ہے۔

حسوبلیل ضلع جھنگ کی ایک وڈیروں کی بستی ہے۔ اس میں ایک بدعقیدہ باطن اور بدسرشت شخص نے اپنی بدباطنی کا ثبوت دیتے ہوئے تاریخ اسلام کی

Marfat.com

ایک عظیم شخصیت فخر اسلام و داعی اسلام حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان مبارک میں گستاخی کی انتہا کردی۔ آپ کا پتلا بنایا، گدھے پر سوار کیا گیا، لمبی داڑھی مبارک بنا کر تضحیک آمیز انداز میں گلی گلی کوچہ کوچہ پھرایا گیا۔ عمر ابن خطاب مردہ باد (نعوذ باللہ) کے نعرے لگوائے گئے۔ اصحاب ثلاثہ کو گالیاں دی گئیں۔ پتلے پر جوتیاں برسائی گئیں، آگ میں جلایا گیا اور یہ ساری قبیح حرکات مخدوم نذر حسین کے ڈیرے پر کی گئیں۔

اہل سنت کا کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ اہل سنت سراپا احتجاج بن گئے۔ اہل ایمان کے سینوں میں نفرت کی آگ بھڑک اٹھی لوگ سراپا احتجاج بن گئے۔ حضرات علماء کرام تک بات پہنچی۔ پھر یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح عوام و خواص، علماء مشائخ حتیٰ کہ مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہ کے پیرخانہ پیر سیال تک جا پہنچی۔ حضرت مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہ کے زیر قیادت ایک بھرپور تحریک کا آغاز ہوا۔ ایوان صدر اور ایوان عدالت کی دیواروں میں زلزلہ آگیا۔ مخدوم نذر حسین شیعیت کی پرانی روایت سے منہ نہ موڑ سکا اور کُوفِیْ لَا یُوْفِیْ نے اپنے عندیہ سے بے وفائی کرتے ہوئے عدالتوں میں اس واقعہ کے رُو پذیر ہونے سے انکار کرنے لگا اور مکر گیا لیکن دولت و ثروت اور حکومتی سرپرستی کے زیر اثر پلنے والے اس خناس کا اس تحریک نے حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ وہ گدڑی پوش فقیر جس نے زندگی بھر کسی کے گھر جا کر ایک ووٹ تک نہیں مانگا، اس کے مقابلے میں بلامقابلہ ہمیشہ کامیاب ہونے والا ذلت و رسوائی بھری شکست کے کیچڑ کا تھوبہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کے اور اس کی ذریت کے منہ پر مل گیا۔ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃُ. دنیا بھی خراب، آخرت بھی خراب

Marfat.com

اس کے اخلاص نے انسانوں کے دل جوڑ دیئے
سطوت و نخوت و پندار کے بت توڑ دیئے
بغض کے دھارے محبت کی طرف موڑ دیئے
جو غریبوں سے اکڑتے تھے وہ سر پھوڑ دیئے
قوم کے غم سے جو دل اس کا بھرا پاتی تھی
ممبری قدم اس کے چومنے آتی تھی

ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت تو خود مالک حقیقی کر رہا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا۔ وَلَوْ کَرِهَ الْکَافِرُوْنَ. یعنی اگرچہ یہ کافروں کو مشرکوں کو بے ایمانوں کو کتنا ہی برا لگے لیکن اس قافلے میں شمولیت کا اعزاز بھی تو کچھ کم نہیں۔

سرزمین ہندوپاک میں اُگنے والا جنم لینے والا اور پھر پروان چڑھنے والا ایک ناپاک پودا مرزا قادیانی جہنم مکانی علیہ العنتہ زمانی کے دعویٰ نبوت پر اہل ایمان کا سراپا احتجاج ہونا ایک فطری تقاضا ہے۔ اس فطری تقاضے سے مجبور ہوکر کفر کے ایوانوں میں دراڑیں ڈالنے والے پُرجوش مسلمانوں کا ریلا جو پورے پاکستان میں آگے بڑھنے لگا تو اس ریلے میں مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ شامل نہ ہوتے تو حیرت ہوتی۔ آپ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت اور ۱۹۷۴ء میں چلنے والی تحریک میں ایک مرد میدان کی صف میں سب سے آگے نظر آئے۔ قید و بند کی صعوبتیں ان کے کمزور و بیمار جسم کے اندر "بُنْیَانٌ مَرْصُوْص" صفت ایمان کو متزلزل نہ کرسکیں۔ حتیٰ کہ اس جسارتِ مرد و دیت کے باوجود دعویٰ اسلام کرنے والوں کو، اسلام سے خروج کا سرٹیفکیٹ دے کر اور پاکستان اسمبلی

Marfat.com

ویسنٹ سے مہر تصدیق لگوا کر ہی دم لیا۔

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

ایک فقیر نے کسی دروازے پر دستک دی۔ اندر سے ایک غلام نکلا۔ آپ نے پوچھا: تیرا آقا کیا کر رہا ہے۔ اس نے کہا: کچھ نہیں بس آرام فرما رہے ہیں۔ فقیر نے پوچھا: تیرا آقا بندہ (غلام) ہے یا آزاد۔ اس نے بڑے فخر سے کہا۔ جی وہ بندہ (غلام) نہیں آزاد ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ہاں اگر بندہ ہوتا تو بندگی میں ہوتا۔ بندگی سے محروم رہنے والے کی آزادی بھی کیا آزادی ہے۔

حضرت مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ بندے تھے اور صحیح معنوں میں بندے تھے یعنی اس کے بندے تھے جبھی تو وہ ساری زندگی ہزار ہا مصروفیات کے باوجود اپنا ہاتھ بھی یار والے اور دل بھی یار والے ہی رکھتے رہے۔ وہ بے بندگی زندگی شرمندگی کے داغ سے ہمیشہ محفوظ رہے۔ خود بھی یاد محبوب میں محو رہے اور اپنے چاہنے والوں کو بھی یہ لذت بندگی کی خیرات بانٹتے رہے۔ جو دم غافل سو دم کافر کا سبق انہیں خود بھی ازبر یاد تھا اور ان کے بیلیوں کو بھی یاد تھا۔

ظفر چشتی کو وظیفے سارے ازبر یاد تھے
اور اب کچھ بھی نہیں ورد زباں ان کے بغیر

دانشوروں کا ارشاد ہے جہاں یوسف ہو، وہی جنت ہے۔ خواہ وہ کنعان کا گہرا اور اندھا کنواں ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی جنت کی تلاش میں موت ایک پل ہے جو طالب کو مطلوب سے ملاتا ہے۔ اس لیے جو شخص موت سے جس قسم کی توقع رکھتا ہے موت اس سے وہی سلوک کرتی ہے۔ اگر کوئی موت کو اپنا دوست

Marfat.com

سمجھتا ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے تو موت بھی اس سے دوستوں والا سلوک کرتی ہے۔ "تبسم برلب اوست" جو بکھر جاتا ہے تو وہ دوست کو دیکھ کر ہی بکھرتا ہے اور اگر کوئی موت کو اپنا دشمن سمجھتا ہے تو وہ بھی دشمنوں والا سلوک کرتی ہے۔

مولانا محمد ذاکر تہتر سال کے طویل دن اور راتیں محبوب سے جدائی کے کاٹ چکے تھے۔ جدائی ایک لمحہ کی بھی صدیوں سے تعبیر ہوتی ہے۔ نہ جانے انہوں نے یہ ہجر وفراق کا سفر کیسے کاٹا، اس کا ثبوت ان کا آٹھ سال تک مسلسل بیمار رہنا اور انتہائی تکلیف دہ مراحل سے گزرتے رہنا اور پھر کربناک حالات علالت میں فرائض مذہبی، معاشرتی علمی وعملی اور دیگر ذمہ داریوں سے غافل نہ ہونا ان کے جذبات دروں کا غماز ہے۔

عشق کوئی بیرونی اور خارجی چیز نہیں جسے کہیں سے لاکر، دل کی مشینری میں ایک پرزے کی طرح فِٹ کردیا جائے۔ یہ تو کرم نواز کے کرم کا ایک قطرہ ازلی ہے، جس نے جس دل کو اس کا متحمل دیکھا، اس کو اس نعمت لازوال کا مصدر بنادیا۔ اسی لیے کہتے ہیں: محبت کی نہیں جاتی، ہوجاتی ہے۔ جانے آنکھ کی پتلی میں وہ چمک کہاں سے خُودرَو پودے کی طرح چمک اٹھتی ہے۔ اور وہ چمک کیسے اپنے مطلوب کا انتخاب کرتی ہے۔ پھر اس انتخاب پر اس کے ساتھ ہی تخلیق ہونے والے کان، اس کے ساتھ ہی پیدا ہونے والی زبان، اس کے ساتھ ہی منصہ شہود پہ آنے والا دل، اس کی ہاں میں ہاں ملاکر، اسی مطلوب کی چاہت میں اس کی طلب میں اس کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ آنکھوں کے راستے دل کی ویران بستی میں اترنے والا پورے جسم کا پوری جان کا محور بن جاتا ہے،

Marfat.com

مقصود بن جاتا ہے، مطلوب بن جاتا ہے، اس کی طلب میں، اس کی چاہت میں، اس کے وصال کی حسرت میں ڈوب جانا کمال بندگی تصور کر لیتا ہے۔ دنیا و مافیہا کی ساری رعنائیاں، سارے حسن، ساری رنگینیاں اس کی نظر میں پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں، کوئی لعب، کوئی لالچ، کوئی خوف، کوئی حزن وملال اور کوئی دباؤ سدراہ نہیں بنتا۔ اس کا جینا بھی اسی کے لیے، اس کا مرنا بھی اسی کے لیے، اس کا اوڑھنا، اس کی یاد، اس کا بچھونا، اس کی یاد، اس کے آنسو اس یاد میں، اس کے قہقہوں کی گھن گرج میں، اس کی یاد، اس کے آگے اس کے پیچھے اس کی خلوت میں اس کی جلوت میں، اس کی یاد۔

حُسن بنائے دردِ دل عشق دوائے دردِ دل
دل ہے برائے دردِ دل، دل کا خدا بھلا کرے

بیسویں صدی عیسوی کے آغازیہ میں، خاکدان محمدی شریف میں، عشق و مستی کے قطرۂ کرمِ ازلی کے مصدرِ حسیں نے جنم لیا۔ ثانی لاثانی حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے نومولود کا نام محمد ذاکر رکھا۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہیں ہی ذاکر، اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں، اس حقیقت کے اعتراف میں اپنے گھر والوں سے لے کر دنیا جہاں کا ہر فرد، اپنا بیگانہ، جونہی انہیں دیکھتا، اس کی زبان سے فوراً محمد ذاکر، محمد ذاکر جاری ہو جاتا۔

ابراہیم اور یوسف نام رکھ لینے سے نہ تو آدمی ابراہیم بن جا ہے اور نہ یوسف، جب تک ذاتِ باری تعالیٰ اپنی خاص عنایات سے نہ نواز ے، بلکہ حضور ختمی مرتبت سید ولدِ آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد اس

Marfat.com

مقام و مرتبہ کی حرص میں ایک قدم بھی، کفر کی دلدل میں پھنسا دیتا ہے۔ البتہ اگر حالات سازگار ہوں، علم و فضل کی بہار ہو، نگاہ کے فیض سے فیضیاب کرنے والے میسر آجائیں تو ان عظیم مرتبت شخصیتوں کے چاہنے والوں کی صف میں تو شامل ہوسکتا ہے۔

حضرت محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ کے والدین کریمین نے ان مینارۂ ہائے نور سے فیض پانے والوں کی صف میں لاکھڑا کرنے کے لیے ہر وہ انداز اختیار کیا، جو اُن کے بس میں تھا۔ علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے لیے روز اول سے طلب علم کی آخری سیڑھی کے چڑھنے تک ایسے اساتذہ کرام کا اور روحانی پیشوا کا انتخاب کیا، جنہوں نے اس ہیرے کی تراش خراش کر کے نظروں کو خیرہ کردینے والا ہیرہ بنادیا۔

آپ کے عظیم اساتذہ کرام میں آپ کے دادا جان حضرت میاں عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ شروع ہوتا ہے اور حضرت سیداللہ جوایا شاہ صاحب حضرت مولانا سلطان محمود کھوکھر چنیوٹ (جھنگ) حضرت علامہ مولانا محمد شاکر صاحب حضرت مولانا محمد صادق صاحب جامعہ اسلامیہ بہاولپور، حضرت مولانا محمد حسین شاہ پوری ثم اجمیری دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف ضلع سرگودھا، مولانا محمد حسین صاحب، مولانا معین الدین چشتی اجمیری جیسے جلیل القدر اساتذہ سے علم و فضل کی عطاؤں سے ذہن وفکر کی جھولیاں بھریں اور فیضانِ نظر سے دل کی دنیا میں انقلاب آور بھیک لی، روحانی تربیت، تزکیہ نفس، سیاسی شعور، جذبہ جہاد فی سبیل اللہ کی مشق، حضرت خواجہ خواجگان مجاہد تحریک خلافت، محمد ضیاء الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی۔

Marfat.com

مرکز رشد وہدایت اور مرکز علوم، دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف سرگودھا سے فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم دیو بند کا رخ کیا جو اس دور میں ایک معروف اور نیک نام درسگاہ تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت علامہ مولانا محمد ذاکر صاحب کی درخواست پر دارالعلوم دیو بند میں مجاہد ملتِ اسلامیہ، رہبر کامل فیوضات روحانیہ حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لے گئے۔ آپ کی آمد پر، دارالعلوم دیو بند میں، آپ کے اعزاز میں تعطیل عام کی گئی اور آپ وہاں تین دن قیام فرما رہے۔

حضرت مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ نے ۲۷-۱۹۲۶ میں دارالعلوم دیو بند سے تفسیر و حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکمیل فرمائی۔ اس دور کی مشاہیر شخصیات جن سے آپ نے شرفِ تلمذ حاصل کیا، ان میں مولانا محمد انور کاشمیری، مولانا محمد رسول خاں مرحوم اور مولانا اعزاز علی مرحوم کے اسماء گرامی سرفہرست ہیں۔

علوم وفنون کے تشخص کی آنکھ نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی بھی تو اس میں بینائی نہیں ہوتی۔ ہم نے بڑے بڑے علم کے شملوں والوں کو بھٹکتے دیکھا ہے۔ نخوت وکبر کی دلدل میں ٹھوکریں کھا کر گرتے دیکھا ہے۔ فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ جیسی جھڑکیاں ملتے دیکھا ہے، لعنتوں کے طول وسلاسل اور زنجیروں میں گرفتار ہوتے دیکھا ہے۔ اگر علوم وفنون کے تشخص کو کسی صاحب نظر سے فیضانِ نظر مل جائے تو بینائی سوائی، دوگنی بلکہ چارگنی ہوجاتی ہے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

Marfat.com

آپ نے بھی قال قال کی گردانوں کی تکمیل کے بعد ''حال'' کی دنیا کی لذتوں سے سرشاری کے لیے آستانہ عالیہ سیال شریف میں پھر حاضری دی اور تیرہ سال کا طویل عرصہ خدمت مرشدِ گرامی میں گزارا جن کی صحبت کا ایک لمحہ صد سالہ طاعتِ بے ریا سے بہتر ہو، اس کی صحبت میں تیرہ سال کی طویل رفاقت و خدمت نے کیا رنگ لیا ہوگا اور مرشدِ کامل نے کیا کیا نوازشیں کی ہوں گی۔ خصوصی نگاہ و التفات کے ساتھ کیسے کیسے اوصاف حمیدہ اور کمالات روحانیہ سے نوازا ہوگا۔ آپ کی صاف و شفاف اور بے داغ زندگی کے چمن میں کیا کیا گلہائے رنگارنگ بکھیرے ہوں گے۔

زمین زرخیز تھی، کسان سمجھ دار تھا، وہ کاشت و برداشت کے اصول و ضوابط سے آگاہ تھا، موسم جوبن پر تھا، رحمت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں، حضرت خواجہ خواجگان محمد ضیاء الدین سیالویؒ نے انعام الٰہی کے قطرہ ازلی یعنی عشق رب ذوالجلال اور عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیج آپ کے سینہ بے کینہ میں بو دیا۔

دنیا کی معمولی شراب کی مستی اتنی ہوتی ہے، عشق الٰہی کی شراب کی مستی کے اثرات کا عالم کیا ہوگا۔ اس کا اندازہ ساحل دریا پر کھڑے لوگوں کو نہیں ہوسکتا، کم از کم ایسے مستوں کا قُربِ محبت پانے والے کچھ نہ کچھ اندازہ لگا لیتے ہیں۔ ہم نے آپ کی سیرت طیبہ کے چند اوراق جو دیکھے ہیں، ان سے عیاں ہوتا ہے کہ مسند ارشاد پر بیٹھنے والا یہ بطل جلیل سمجھ گیا تھا کہ

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

Marfat.com

آپ نے خدمت خلق کو محور بنایا، وہ بستی، جس کے راستے مسدود، جس کی گلیاں تاریک، جس کے چوپال انوار و تجلیاتِ علوم وفنون سے محروم تھے۔ وہاں راستے بنائے، گلیوں کی تاریکیاں ختم کیں، چوپالوں میں علم کی شمع روشن کی، الف اللہ او ربا سے بسم اللہ کے سبق سے آغاز کیا اور آج وہ بستی علم کے مختلف شعبہ جات کا گنجینہ بنی ہوئی ہے۔ دارالحفاظ، دارالتصنیف و التالیف، دارالافتاء، دارالمکتب، دارالرحمت، شعبہ سائنس، شعبہ زراعت، موتمر تعلیمات اسلامیہ، شعبہ نشر واشاعت ماہنامہ الجامعہ انجمن اصلاح معاشر، ادارہ سماجی بہبود، اس کے علاوہ عصری تعلیمات کے کثیر شعبہ جات، کلیہ اصول الدین (COLLEGE OF THEOLOGY) اس کلیہ میں قرآن پاک، تفسیر و اصول تفسیر، حدیث واصول حدیث، تقابل ادیان اور علم کلام قدیم و جدید کی تعلیم، کلیۃ الحقوق والتشر یع اسلامی (Law College) اس کلیہ میں فقہ، فقہ اسلامی، اصول فقہ، تاریخ ارتقاء فقہ، ترتیب و تدوین فقہ اسلامی، عصری قانون (Modern Law) بین الاقوامی قانون (International Law) کلیہ الالسنہ والادب (College of Languages and Literatures) اس کلیہ میں عربی، فارسی، اردو، بنگالی. جرمن، فرانسیسی، روسی، انڈونیشی، چینی، جاپانی، ان تمام زبانوں میں تحریر و تقریر کی مہارت تامہ پیدا کرنے کی کوشش کلیۃ الاداب الاجتماعیہ (College of Social Saiences Humanities) اس کلیہ میں فلسفہ، منطق، تصوف اسلامی، مابعد الطبیعیات، عمرانیات، تاریخ و سیر، معاشیات اور سیاسیات کی تعلیم، کلیۃ العلوم (Science College) اس کلیہ میں طبعیات، ریاضی، کیمیا، حیاتیات، حیوانات، نباتات، فلکیات، علم الطبقات، تشریح ابدان، کلیۃ الطب

Marfat.com

الاسلامی (Islamic Medical College) اس کلیہ میں طب قدیم و جدید تاریخ طب اور ہومیوپیتھی کی تعلیم، کلیۃ الفنون (Technical College) اس کلیہ میں تمام شعبہ جات کا انتظام جو تمدنی ضروریات سے متعلق ہیں۔ مثلا خطاطی، طباعت، بلاغت، پولی ٹیکنیک، صابن سازی، ہوزری، خیاطی، نجاری، ظروف سازی، ریڈیو سازی، ٹیلی ویژن کی ترتیب و ٹیکنیک، ٹائپ، ادویہ سازی، گھی، شہد، پھلوں کے تحفظ کی صنعت، کلیۃ البنات الصالحات (Girls College) اس میں طالب علم کی تعلیمی دینی و شرعی ماحول میں علوم عصریہ کلیہ تربیت المعلمین (Traning College) اس کلیہ میں اسلام اور دیگر ادیان کا تقابلی جائزہ علیٰ وجہ البصیرت کرایا جائے گا۔ اس کی تعلیم میں جدید تقاضوں کو پیش نظر رکھا جائے گا اور ہمہ گیر تبلیغ و اشاعت اقصاء عالم تک پہنچائی جائے گی۔ دارالتصنیف و الاشاعت، اس شعبہ میں علوم جدید و قدیم کی تحقیقات کا کام ہوگا اوران کی اشاعت کا معقول انتظام، انصرام ہوگا۔ انشاء اللہ!

یہ اس بوریا نشین مرد قلندر، حضرت علامہ محمد ذاکرؒ کے جامعہ محمدی شریف کے ذہنی وفکری منصوبہ جات کی تفصیل ہے۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے ان کے دست و بازو کا

لگتا ہے، اک درد کا مارا، سب درد کے ماروں کا مداوا کرنے پر سر بکف ہے۔ یہ اس کے عشق کی ہزار ہا گھاتوں میں سے ایک پہلو کا تذکرہ ہے۔ سیاست کی گندگی میں لتھڑے لوگ، پاکیزگی، غلاظت، بلند حوصلگی، عزم صمیم، حق وصداقت کا نعرہ بلند کرنا اور بہرانداز و پہلو اس کی حفاظت کے لیے پہرہ دینا، دور حاضر میں ممکن نہیں سمجھتے۔ بلکہ سیاست کو ایک گندہ کھیل کہتے اور سمجھتے

Marfat.com

ہوئے بھی نہیں چاہتے کہ پاک لوگ اس میدان میں آئیں اور پاکیزہ اور معقول سیاست کی بنیاد رکھیں بلکہ اگر کوئی نیک فطرت شخص اس ارادے کا اظہار بھی کردے تو منت سماجت پر اتر آتے ہیں۔ اس سے کام نہ چلے شدید ترین حملوں کی لپیٹ میں گندگی سے بھرے ٹوکرے پھینکنے شروع کردیتے ہیں۔ سات پشتوں تک کھنگال کے لے آتے ہیں، اس سے بھی کام نہ چلے، ہوس زر کے جال بچھائے جاتے ہیں اگر کوئی ان کو پاٹ جانے کی ہمت رکھتا ہو تو مرنے اور مارنے پر تل جاتے ہیں۔

حضرت علامہ مولانا محمد ذاکرؒ نے اس گندگی کی آلودہ سیاست میں بھی پاکیزگی کا دیپ جلانے اور خوشبو سے ہر ایک کو معطر کرنے اور ایک مقدس پیشانی کی روشنی سے اس ماحول کو منور کرنے کا عزم فرمایا تو کون سا انداز تھا جو آپ کو روکنے کے لیے اختیار نہ کیا گیا لیکن وَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ کا سبق ازبر یاد رکھنے والے فقیر نے ہر قدم آگے ہی بڑھایا، پیچھے نہ ہٹے۔ مجھے آپ کے سیرت نگاروں کی طرف سے ایک انوکھی بات پہنچی کہ جب معرکہ سیاست عروج پر تھا تو ایک بوڑھی مائی اپنے خالق و مالک سے باتیں کرتی سنی گئی۔ وہ بات جس سادگی سے کہی گئی، اس سادگی کے خوبصورت روپ میں آپ تک پہنچا دوں تاکہ روایت بیان کرنے میں خیانت نہ ہو۔ وہ کہہ رہی تھی:

''اللہ پاکا! فقیر نوں نہ ہراویں، سیانا بنیں نہیں تاں فقیر دی ہار تیری ہار ہوسیا۔ ہر کوئی آکھ سی: اللہ پاک ہر گیا'' یعنی سوہنیا پاک ربا، کہیں فقیر شکست نہ کھا جائے۔ عقلمندی سے کام لینا نہیں تو فقیر کی شکست، تیری شکست ہوگی۔ ہر کوئی یہی کہے گا: دیکھ اللہ پاک شکست کھا گیا ہے۔

Marfat.com

اللہ پاک نے اپنے اس پاک بندے کو ایک بار بھی شکست نہیں ہونے دی اور لطف کی بات یہ کہ غالبًا اللہ پاک نے اپنے فقیر کے کان میں یہ بات بھی کہہ دی ہوگی کہ کسی سے ووٹ مانگنے بھی نہ جانا، ہاں جس نے کبھی کسی سے ووٹ کی بھیک نہیں مانگی، اور اس کے باوصف ایک دفعہ پنجاب اسمبلی کے الیکشن میں کامیاب ہوا اور دو دفعہ نیشنل اسمبلی کے لیے کامیاب ہوا۔

جبکہ ان کے مقابلے میں کھڑے ہونے والوں کے قد اتنے لمبے تھے کہ ان کے سر تک کو دیکھنے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔ ان کی جڑیں اتنی مضبوط تھیں کہ مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ کے سوا کوئی ان کو بلڈوز نہ کرسکا۔ ان کے ہاتھ اتنے لمبے اور مضبوط تھے کہ خود ان کے اپنے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایک فقیر اور بے دست و پا درویش ان کے مضبوط اور لمبے ہاتھ توڑ بھی سکتا ہے۔

یہ وہ شہادت ہے جو اغیار نے بی بی سی کے پلیٹ فارم سے اس وقت ساری دنیا کو سنائی۔ جب ۲۵ نومبر ۱۹۷۶ء کو پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع جھنگ کا وہ برگزیدہ شخص اور مردِ آہن فوت ہوگیا۔ جو تین دفعہ اسمبلی کا رکن چنا گیا مگر اس نے اپنی زبان سے کسی سے ووٹ نہیں مانگا۔

کیا کوئی اس حقیقت سے انکار کرسکتا ہے کہ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ کہ جو اللہ کے لیے ہوجاتا ہے اللہ اس کا ہوجاتا ہے۔ لاؤ کوئی تلاش کرکے ایسا شخص جو سیاست کے میدان میں قدم رکھے اور کبھی کسی سے ووٹ مانگنے نہ جائے بلکہ مرزائیوں قادیانیوں کے سولہ ہزار ووٹ کی پیشکش بھی ٹھکرا دے کہ چونکہ کامیاب ہوکر ہم نے ان کا کوئی کام نہیں کرنا، اس لیے ان کے ووٹ کیوں مانگیں، سچ ہے۔

Marfat.com

مشعلِ علم کا شہروں میں جلانا آسان
راہ ہموار پہ رہوار چلانا آساں
اُجلے ماحول میں جوہر کا دکھانا آساں
جاگنے والوں کو کچھ اور جگانا آساں
گہرے اندھیروں میں انوار بسانا مشکل
بیچ ویرانوں کے گلزار کھلانا مشکل

ایک درویش نے ایک گھر کے دروازے پر دستک دی، اندر سے ایک کنیز، غلام، نوکرانی نکلی، درویش نے پوچھا: تیرا آقا کیا کررہا ہے۔ اس نے آقا کی مصروفیت بتائی۔ پھر درویش نے پوچھا: تیرا آقا بندہ (غلام) ہے یا آزاد، اس نے جواب دیا: آزاد تو درویش نے کہا: جبھی تو دیگر کاموں میں مصروف ہے، اگر بندہ ہوتا تو بندگی میں ہوگا۔

حضرت علامہ مولانا محمد ذاکر آزاد نہیں تھے کہ دنیا اور دنیا داری کے کاموں میں مصروف رہتے۔ وہ واقعی بندے تھے، غلام تھے، اور بندے بھی حرص و ہوا کے نہیں، پیٹ کے نہیں، خواہشات کے نہیں، بلکہ صرف اس کے بندے تھے۔ جس نے ان کو دنیا کے تمام بندوں سے ممتاز کردیا ہوا تھا۔ رازی دوراں اور رومی عصر حاضر حضرت علامہ اقبالؒ نے اس امتیاز کو بیان کیا ہے۔

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر
ایں سراپا انتظار او منتظر

آپ نے ترک دنیا کی تو سلطانی وقت کے تاج ان کی گردِ راہ میں رہے

Marfat.com

ترک دنیا گیر تا سلطان شوی
وگرنہ ہمچو چرخ سرگرداں شوی

اگر شیطان کو پاک جگہوں سے دھتکارنے کا انتظام کرنا، اللہ پاک کی سنت ہے تو مخلصین صالحین کی معیت اختیار کرنے کے لیے کوشاں رہنا، بھی تو اسی کا فرمان ہے۔ ان کے ساتھ سے مشکلیں آسان ہوجاتی ہیں۔ اے میرے مالک! اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، ہمیں ان لوگوں کے راستے پر گامزن رکھ، جن کی معیت اختیار کرنے کا حکم تو نے میری عبادت کے ہر قیام میں محفوظ کردیا ہے۔

جن لوگوں پہ ہے انعام تیرا
اُن لوگوں میں لکھ دے نام میرا

دوست کا دوست سے ملنے کا وقت قریب آ لگا۔ اور اس ملاقات کے لیے ۳ ذی الحج ۱۳۹۶ھ بمطابق ۲۵ نومبر ۱۹۷۶ء بروز جمعرات صبح ساڑھے آٹھ بجے کا وقت مقرر ہوا تھا۔ داعی اجل حاضر ہوا اور رفیق اعلیٰ سے ملنے کی سنت محبوب الٰہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پیش کی جو بطیب خاطر آپ نے قبول فرمائی اور پھر ۳۷ سال تک یہ آفتاب و ماہتاب روشنی علم وعمل بکھیرتا بکھیرتا غروب ہوگیا۔ انا للہِ وانا الیہ راجعون o

عاشق زار تیرے صبر و رضا کے صدقے
تری ہمت کے تیرے عزم و وفا کے صدقے
تری راتوں کے تیرے صبح و مسا کے صدقے
لمبی زحمت میں تیرے ذکر خدا کے صدقے

Marfat.com

تو نے اللہ کے ہاں رتبہ بڑا پایا ہے
اولیا کی صف اول میں تیرا نام آیا ہے

آپ نے پوری زندگی اللہ والوں کے اس فرمان کے مطابق گزاری اور اسی فرمان کے مطابق دنیا سے رخصت ہو گئے۔

دنیا اتے رکھ فقیرا ایسا بہن کھلون
کول ہوویں تے ہسن لوکی دور ہوویں تے رون

اے ذکرِ محمد میں ہمیشہ مصروف رہنے والے مولانا محمد ذاکر صاحب اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں آپ پر نازل ہوں اور ہوتی رہیں۔

***

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۥ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

***

Marfat.com

اہلِ عرفان کی باتیں

نفس عبادت قبول کرلیتا ہے، خدمت خلق سے اجتناب کرتا ہے، یہ اس پر بہت گراں ہوتا ہے۔

اہل عرفان کی محبت وصحبت، مشقت سے محفوظ رکھتی ہے جب کہ باقی ہر شے کی محبت وصحبت کسی نہ کسی طرح کلفتوں، پریشانیوں اور مصیبتوں کی دلدل میں پھنسائے رکھتی ہیں۔

جس شخص کے آنے سے خیر وبرکت ہوتی ہے اس کے لیے تکلفات کی حاجت نہیں ہوتی کیونکہ وہ کسی شئے کے لیے نہیں، وہ شئے والے کے لیے آتا ہے۔

جو دنیا، دین کی مددگار بننے کی بجائے دین کے راستے کی رکاوٹ بن جائے، وہ دنیا دین پر قربان کردینی چاہیے، یا اُس پر تھوک دینا چاہیے۔

اگر علیم کی طرف سے بھیجے ہوئے باادب لوگوں کو قبول کرلیا جاتا ہے تو بے ادب افراد کے آنے پر بھی رویہ میں تبدیلی نہیں آنی چاہیے۔ ان سے بھی اسی طرح شفقت ومحبت اور نرمی سے پیش آنا چاہیے۔

اہل عرفان حضرات کو دنیا اور دنیاداروں کے وجود سے بو آتی ہے ورنہ اس سے کبھی دور نہ بھاگتے البتہ اہل عرفان جو منتہی ہوتے ہیں ان کا رویہ اس سے مختلف ہوتا ہے۔

Marfat.com

وہ ناپسندیدہ لوگوں کے بھی قریب ہی رہتے ہیں تاکہ وہ عرفان کی دولت اور خزانے ان میں تقسیم کرسکیں ورنہ یہ نعمت ان سے واپس لے لی جاتی ہے۔ ایسی دولت کا چھن جانا کس کو پسند ہے؟ وہ اُن کے پاس ناپسندیدہ لوگوں میں بانٹنے ہی کے لیے ہوتی ہے۔

گھر کی چوکھٹ سے اندر داخل ہونے والا مہمان، اللہ کی عطا ہوتا ہے اور اللہ والے اللہ تعالیٰ کی عطا سے کبیدہ خاطر نہیں ہوتے۔

بیعت کے بغیر میل جول رکھنے والے صرف جلوت کے ساتھی ہوتے ہیں اور بیعت کرنے والے بیعت کے بعد خلوت کے ساتھی ہوجاتے ہیں۔ بیعت کے فوراً بعد مرشد پر اس کی تربیت واجب ہوجاتی ہے۔

جس شخص کا ہر قدم؛ ہر نقش پاء، منزل نما لگتا ہو، دل کو چاہئے اس کے قدم چوم لے۔

یہ راز کی بات ہے۔ ایک رازدان ﷺ نے صدیوں پیشتر اس راز سے پردہ اٹھا دیا کہ مالک پکارتا رہا، پکارتا رہتا ہے۔ مردان حق اس کے حضور سربسجود ہوکر اس کی رحمت، اس کی بخشش، اس کا فضل اور اس کی محبت مانگتے رہے، کائنات پر سکون طاری ہوتا رہا، اور غافل سوتا رہاحتیٰ کہ سپیدہ صبح نمودار ہونے لگا۔ آسمان سے ندا آنا بند ہونے لگی۔ (ھل من مستغفر فاغفرله) ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ اس کی بخشش کردی جائے۔ اب اس کے ''ہرکارے'' کی زبان سے اعلان ہونے لگا: (الصلوٰۃ خیر من النوم) لوگو! نماز نیند سے بہتر ہے۔ (حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح) لوگو آؤ نماز کی طرف، آؤ فلاح کی طرف۔ کچھ لوگ اس وقت بیدار ہوئے اور حاضر ہوکر

Marfat.com

سربسجود ہوگئے۔ غافل اب بھی بیدار نہ ہوا، وہ اپنے بستر پر لیٹا رہا۔ کھلا دشمن تھپک تھپک کر سلاتا رہا، اس کا داؤ چل گیا، دشمن جیت گیا، غافل ہار گیا، دکھ ہارنے کا نہیں، ہار کر بھی ہار نہ ماننے کا ہے۔ وہ کہتا ہے: میری جیت ہے کیا سب کچھ لٹ جانا بھی جیت ہی ہوتی ہے۔

چرند، پرند، درند، وحوش و طیور، ذرہ ذرہ بیدار ہوگیا۔ غافل نہ جاگا۔ وہ اپنے رب کی تسبیح میں، تہلیل میں مصروف ہوگئے۔ اشرف المخلوقات کہلوانے پر اصرار کرنے والا بیدار نہ ہوا، آنکھ بیدار نہ ہو تو مقدر بیدار نہیں ہوتا۔

اب سورج کی شعائیں بیدار ہوگئیں، زمین پر پھیلنے لگیں، فضا کو منور کرنے لگیں، وہی کائنات جس پر پہلے ''ہو'' کا عالم تھا۔ وہیں ''ہاؤ ہو'' کا شور بلند ہوا۔ کاروبار دنیا نے لوگوں کو اپنے نرغے میں لے لیا۔ اب ہر شخص کے سر پر طلب دنیا، آسودگی حیات اور خواہشات کی کوئی نہ کوئی دھن، سوار ہے۔ غافل، ایک ظلمت سے دوسری ظلمت میں ڈوب گیا۔ ان کے روحانی اور جسمانی امراض میں مسلسل اضافہ ہونے لگا۔ ہسپتال مریضوں سے بھرنے لگے۔ عدالتوں میں مقدموں کی بھرمار ہونے لگی۔ جیلیں مجرموں سے بھرنے لگیں۔ بازار کی ریل پیل میں اضافہ ہونے لگا۔ مسجدیں ویران ہونے لگیں، مؤذن کی اذانیں عدم توجہ سے سنی جانے لگیں۔ غفلتوں، فریب کاریوں، ریاکاریوں کے طوفان آنے لگے۔ ایک افراتفری، بے چینی اور بے قراری ہے اور حزن و ملال کا پلہ بھاری ہو رہا ہے۔

اپنے ہی جیسے انسانوں کو خوش کرنے کے لیے بڑوں کی کاسہ لیسی کے لیے، چھوٹوں کے بے جا نخرے بازیوں کے لیے، دین کے، ایمان کے، ذہنوں

Marfat.com

اور ضمیروں کے سودے ہونے لگے لیکن جو سب سے بڑا ہے جس کے اختیارات کا اندازہ ممکن نہیں، جس کی قدرت کا انگوٹھا ہر لمحہ میری سانس کی نالی کی جڑ پر ہے۔ جس کے ہلکے سے اشارے سے ایک میں ہی نہیں، نظم زندگی کی رعنائیاں بھسم ہو کر رہ جائیں، ادھر دھیان ہی نہیں۔

(صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ) جب حق کی سرفرازی کے لیے نکلنے والی آواز کانوں کو نہ بھائے، جب غیر ہی کے گیت گانے کو جی کرتا رہے، جب خیر کی طرف دیکھنے سے طبیعت بوجھل ہو جائے، تو انسان بہرا، گونگا اور اندھا ہو جاتا ہے، پھر واپس لوٹ نہیں سکتا۔ دنیا کی حقیقت دُوری ہے اور دین کی حقیقت حضوری ہے۔

محبت، اعمال کے خلوص کی جان ہے۔ محبت کی بیداری ہی دراصل بیداری ہے حق سے محبت کر، بیدار ہو، بیدار بخت ہی بیدار ہوتے ہیں، بیدار رہتے ہیں۔

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
پھر حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سایہ تلے

❀ ❀ ❀

صد کُتب صد ورق در نار کُن
روئے دل را جانبِ دلدار کُن

Marfat.com

چنگیاں دی آشنائی

حضرت قبلہ سیدی ومولائی پیر سید محمد اسماعیل بخاری

کرمانوالا شریف اوکاڑا

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب جامعہ حزب الرسول جامعہ حضرت میاں صاحب شرقپور شریف میں زیرِ تعلیم تھا۔ حضرت ثانی صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ بقید حیات تھے۔ گاہے گاہے آپ جامعہ میں تشریف لایا کرتے اور اساتذہ کرام سے حالات کے بارے میں جامعہ کے حوالہ سے اور طلباء کے مسائل پر گفتگو فرماتے۔ طلباء پر بھی دستِ شفقت رکھتے۔ خود مجھے بھی آپ سے محبت بھری بھری چپت کھانے کا شرف حاصل ہے۔

ایک دن آپ صبح ہی صبح جامعہ میں تشریف لائے۔ اس دن طلباء کے جھوٹے کھانے کے برتن دھونے کی میری باری تھی۔ میں اور میرا ایک ساتھی نلکے کے نیچے برتن دھو رہے تھے کہ حضرت ثانی صاحب قبلہ تشریف لے آئے۔ ہمیں برتن دھوتے دیکھ کر فرمانے لگے: بیٹا! یہ رات کے کھانے کے برتن ہیں، رات کو ہی صاف کر کے سویا کرو۔

اُن دنوں طلباء کو صبح ناشتہ دینے کا رواج نہیں تھا۔ یا تو رات کو کھانا ملتا یا پھر دوپہر کو اسباق کے بعد تقریباً ایک بجے طلباء کے لیے یہ وقفہ بڑا صبر آزما

Marfat.com

ہوتا تھا۔ اکثر ہم بچے کھچے ٹکڑے اِدھر اُدھر محفوظ کرلیا کرتے۔ کئی بار ایسا ہوتا کہ اگر کہیں روشن دان یا کھڑکی کے کہیں اوپر سے کوئی سوکھا ٹکڑا مل جاتا تو ہم اُسے صاف کر کے چبا کر کھا لیتے اور پیٹ کے جہنم کی آگ بجھا لیتے۔ اس لیے اکثر طلباء رات کے کھانے میں سے کچھ نہ کچھ بچا کر رکھ لیتے اور صبح ناشتے میں استعمال کرلیتے اور اسباق پڑھنے کے قابل ہوجاتے۔ یہی وجہ تھی کہ برتن رات کونہیں دھوئے جا سکتے تھے اور صبح برتن دھوئے جاتے۔

ایک بار پھر میری باری تھی اور میں اسی طرح برتن دھونے میں مصروف تھا کہ اچانک آپ تشریف لے آئے۔ آپ نے مجھے برتن دھوتے دیکھا۔ میں نے اُٹھ کر سلام کیا۔ آپ نے مجھے دیکھا، پہچان لیا اور ایک ہلکی سی دائیں ہاتھ سے بائیں طرف چپت لگاتے ہوئے ارشاد فرمایا: تجھے پہلے بھی کہا تھا کہ برتن رات کو دھویا کرو۔

اُس ایک شفیق و مہربان بزرگ کی مشفقانہ چپت کا لمس آج بھی میرے بائیں گال پر اپنے وجود کا احساس دلاتا ہے۔ کبھی کبھی تو مجھے یوں احساس ہوتا ہے کہ اس وقت اپنی حرکت سے باز نہ آیا اور جب بھی میری باری آتی، میں نے صبح کو ہی برتن دھوئے۔ میری اس کوتاہی پر، ان کی بھنوؤں پر کبھی شکن نہیں آئی۔ وہ شفیق لوگ کبھی ناراض نہ ہوئے۔ اگر ان اللہ والوں کی شفقت ومہربانی کا یہ عالم ہے تو خود اللہ تعالیٰ اور اس کا محبوب کیوں نہ کرم فرمائیں گے اور میری کوتاہیوں سے صرفِ نظر فرمائیں گے۔

اللہ والوں کے شہر میں، اللہ والوں کے مدرسہ میں، اللہ والوں کے سائے میں پلتے پلتے دیگر اہلِ کرم کا ذکر بھی چھڑ جاتا۔ ان میں حضرت میاں رحمت علی

Marfat.com

صاحب گھنگ شریف والے کا ذکر خیر بھی آتا، جو ہمارے گاؤں میں تشریف لایا کرتے اور گاؤں کی کثیر تعداد اس کے حضور حاضری دیتی، جیسے وہ امی تھے۔ ایسے ہی نہ جانے ہمارے ساتھیوں میں یہ بات بھی مشہور ہوگئی کہ حضرت قبلہ کرمانوالے حضرت سید محمد اسماعیل بخاری شاہ صاحب بھی اُمی ہیں اور آپ نے کوئی تعلیم وغیرہ کہیں سے حاصل نہیں کی، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ آپ کے کشف وکرامات کا بڑا شہرا تھا۔ کرم کی بھیک مانگنے اور اپنی خالی جھولی بھرنے کی تمنا لیے ہم بھی کرمانوالہ شریف اوکاڑا جا پہنچے۔

بچپن تھا، وہ نقشہ کچھ اس طرح ذہن میں محفوظ ہے کہ آپ کے ڈیرے سے دور ایک چھوٹی سی کچی مسجد تھی، صبح کوئی دس گیارہ بجے کا عمل ہوگا۔ چھ سات بیلی، دو زانو خاموش بیٹھے ہیں اور قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ بوجہ علالت چارپائی پر آرام فرما ہیں۔ بندہ نے دست بستہ سلام عرض کیا اور پائنتی کی طرف قبلہ رُخ بیٹھ گیا۔

آپ نے دریافت فرمایا: مولوی جی! کہاں سے آئے ہیں۔ میں نے عرض کیا: حضور! شرقپور شریف سے۔ ارشاد ہوا: مولوی جی! نعت پڑھ دے او۔ عرض کیا: جی۔ فرمایا: ایک نعت سنائیں۔ میں نے الصا' ۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھا۔ ابھی میرے منہ سے یارسول اللہ نکلا ہی تھا کہ آپ غصے کے ساتھ کڑک کر اٹھے اور فرمایا: اوئے مولوی! وہابی ہوگیا ہے۔

غصے اور جلال میں، آپ کی آنکھیں سرخ ہوگئیں، بیماری کی حالت میں بھی اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ میری تو جیسے جان نکل گئی کہ مجھ سے کیا خطا ہوگئی۔ جو حضرت صاحب کی طبع مبارک پر ناگوار گزری ہے۔ گویا ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ خوشی و مسرت کا ماحول اچانک خوف و حیرت میں ڈوب گیا۔ کس میں

Marfat.com

جرأت تھی کہ بات کرتا۔

تھوڑی دیر گزری کہ آپ نے اس سکوت کو خود ہی توڑا اور فرمایا: مولوی! پڑھنا ایں۔ میں نے عرض کی جی۔ فرمایا: کی پڑھنا ایں۔ عرض کیا، شرح جامی۔ فرمایا: حروف ندا کنے نے۔ عرض کیا: چار۔ فرمایا: کیہڑے کیہڑے۔ عرض کیا: یا، ایا، ہیا اور ایُّ۔ فرمایا: ''یا'' کس لیے آتا ہے۔ عرض کیا: قریب اور بعید دونوں کے لیے۔ فرمایا: ایُّ کس لیے آتا ہے۔ عرض کیا۔ بالکل قریب کے لیے۔ فرمایا: اگر ''یا'' قریب اور بعید دونوں کے لیے آتا ہے تو آپ یارسول اللہ کہہ کر یہ وہم ڈالنا چاہتے ہیں کہ حضور دُور بھی ہو سکتے ہیں۔ نماز میں السلام علیک ایھا النبی کہتے ہو کہ اے میرے قریب ترین نبی! آپ پر سلام ہو اور اب کہہ رہے ہو: السلام علیک یارسول اللہ۔

اللہ اکبر! آپ کا اس انداز کے ساتھ مسئلہ سمجھانا کمال تھا۔ شاید یہ بات زندگی بھر سمجھ نہ آتی جس انداز سے آپ نے سمجھا دی اور دوسری بات یہ بھی بتا دی کہ درویشوں کے ذہن میں جو بات سمائی ہوئی ہے کہ ہم کچھ پڑھے لکھے نہیں ہے،

امی بھی پڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور جو تعلیم امی پڑھ کر آتے ہیں، وہ دنیا کے مدرسوں، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹی کی تعلیمات سے فزوں تر ہوتی ہے۔ ان کی تعلیم کسی مکتب کی مرہونِ منت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ فیضانِ نظر ہوتا ہے۔ یہ حکیمانِ بدن تو صرف بدن کی امراض وعلتوں کو جانتے ہیں اور ہم سے زیادہ جانتے ہیں لیکن یہ حکیم روحانی و دانشور لوگ جو کچھ جانتے ہیں، وہ ان حکیموں اور دانشوروں کے ذہن وفکر سے بالا ہوتا ہے۔

خرد سے راہ رو روشن بصر ہے

Marfat.com

خِرد کیا ہے؟ چراغِ راہ گزر ہے
درون خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغِ راہ گزر کو کیا خبر ہے

دروازے سے باہر لٹکتی ہوئی کُنڈی کو کیا خبر؟ کہ اندر کیا ہے۔ راہ گزر کو کیا خبر؟ اندرونِ خانہ کیا کیا اسرار پوشیدہ ہیں۔ یہ تو کوئی گھر والا ہی جانے، یا وہ جانے جس کے گھر میں بیٹھنے والے سے روابط ہوں، سلام دعا ہو، تعلقات ہوں۔

ہم جتنے وہاں تھے، وہ سارے کے سارے نہ سہی، کم از کم میں تو یقیناً دروازے سے باہر لٹکتی ہوئی کُنڈی ہی کی طرح تھا اور اب تک ان اللہ والوں کے اندرون خانہ چھپے رازوں سے بے خبر ہوں۔

کوئی باخبر ملے، کوئی ہم راز ملے، کوئی گھر والا مل جائے جو دروازے سے باہر صدیوں سے ہم لٹکنے والوں کو اندرونِ خانہ چھپے رازوں کی خبر دے دے۔ اقبال کی آرزو پوری ہونے کا وقت کب آئے گا اور اُس دعا کے اہل کون خوش نصیب ہوں گے۔

خدایا آرزو میری یہی ہے
میرا نورِ بصیرت عام کردے

میں ہمیشہ دوستوں سے دعائیں کرواتا ہی رہا اور مہربانوں سے دعائیں حاصل نہ کرسکا۔ دعائیں نہ لے سکا، کوئی مہرباں تو ایسا ہو جو میری دعا کے قبول ہونے کی مجھے دعائیں دے۔

خرد کی گُتھیاں سُلجھا چکا میں
میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

❀ ❀ ❀

Marfat.com

حسن صورت و سیرت

حضرت شاہ فقیر محمد چوراہی رحمتہ اللہ علیہ (چورہ شریف، اٹک)

دلوں کی بینائی کا نور پر نور دلوں کے نور سے ہی مل سکتا ہے۔ اندھوں کے لیے تو دن بھی، رات ہی ہوتی ہے۔ ان سے تو آنکھ کے نور کی بھیک بھی طلب نہیں کی جاسکتی۔ اور دلِ بینا کی روشنی، اندھی قبر کے اندھیروں کو بھی پر نور کردیتی ہے۔ وہ نور، جو عقل و شعور کو عشق و عقیدت کے نور سے منور کردے۔ فکر و نظر کو بصیرت کی دولت بخشے دل و دماغ کو جاں نواز اور حیات انگیز کردے۔ علم و عمل کو ایقان و عرفان سے آشنا کردے، عزم صمیم کو جراتوں استقامتوں کا پہاڑ بنا دے، جہد مسلسل کو منزل سے ہمکنار کردے۔

کوہِ طور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نور کی وجہ سے ہی رقص کرنے لگا۔ اور وہ باکمال صوفی بن گیا اور نقص سے پاک ہوگیا۔ ہاں! وہ آپ ہی کی وجہ سے جلوہ ذات الٰہی کا حامل ہوا ورنہ وہ تو ایک پتھر تھا جس کا ایک ٹکڑا سو گھڑوں کو توڑ سکتا ہے، لیکن کسی چشمے کا منہ بند نہیں کرسکتا۔ اب وہ آنکھوں میں سمانے لگا۔ آنکھوں کو حسن بخشنے لگا، بصارت بانٹنے لگا، پتھر نہ ہوتا تو بصیرت بھی عام کرتا۔

دنیاء دل کی بستیوں کو بسانے والے محمد ﷺ کے فقیر ایسے دریا جو ہر نہر کو

Marfat.com

پانی سے بھر دیتے ہیں۔اُن کی سخاوت اُن کے ظرف اُن کی عظمت کا کیا کہنا وہ تو خس کے تنکوں کو بھی اپنے سروں پر اٹھائے پھرتے ہیں۔

سیالکوٹ کی ایک جنوبی بستی میں ایک بچہ پیدا ہوا، خوبصورت چمکتی آنکھیں، ستواں ناک، نکھرتا چہرہ، ماں نے اور باپ نے اس ایک بچے کو اپنے جذبات کی رو میں علی کی پوری جماعت کا نام دے دیا یعنی نام جماعت علی رحمتہ اللہ علیہ رکھ دیا۔ ہاں ایک فرد بھی جماعت ہوسکتا ہے بشرطیکہ اس کے بڑھتے حوصلے، دھڑکتے دل، مچلتے جذبے حکم خداوندی کے پابند ہوں۔ اس کی زندگی لا یعنی افعال واعمال کے اندھیروں میں گھری ہوئی نہ ہو۔ وہ مومن کی طرح شفاف ہو، سورج کی طرح روشن، سمندروں کی طرح گہرا، دریاؤں کی طرح رواں دواں ہو، گلاب کی سی مہکتی طبع، شہد سے میٹھی گفتگو، آسمانوں سے اونچی سوچ، وادیوں کی طرح پرسکون، صحراؤں سے زیادہ کشادہ، حالات بدل، تقدیر بدل، انقلاب آفریں اور پیہم رواں دواں ہو۔

یہ ساری نعمتیں، عنایات نوازشیں طلب کرتے کرتے حاصل کرتے کرتے شاید پوری زیست کا سفر ختم ہوجائے اور اگر کسی مرد کامل، درویش خدا مست محمد ﷺ کے فقیر پیر طریقت واقف راہ حقیقت خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمتہ اللہ علیہ کی چوکھٹ نصیب ہوجائے تو تمام منزلیں دفعتہً طے ہوجاتی ہیں اور جماعت علی پکار اٹھتے ہیں۔

قابل تھا نار کے مجھے جنت نصیب ہوئی
اس در کی حاضری سے میری قسمت بدل گئی

برصغیر پاک و ہند میں ایک گرو ہوئے ہیں۔ گرو نانک بڑے گر کی بات

Marfat.com

کہہ گئے۔ کہتے ہیں۔

پریم نگر کو جا کے نبی نگر کو جا
نبی نگر میں بیٹھ کے یار کے درشن پا

رعشہ کے مریض کے ہاتھ کی حرکت کا محرک بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ تندرست ہاتھ کی حرکت کا اصل محرک بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ دونوں کی حرکت میں فرق یہ ہے کہ بندے کی اپنی مرضی سے کی ہوئی حرکت پر اکثر ندامت ہوتی ہے لیکن رعشہ کے مریض کے ہاتھ کی حرکت پر کبھی ندامت نہیں ہوتی۔ کیوں نہ ایسا کرلیا جائے کہ صحت مند ہاتھ بھی اصل محرک پر چھوڑ دیا جائے کہ خود کردہ را علاج نیست والی کیفیت سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

اٹک کی دور دراز وادیوں میں سفر محبت کرتے کرتے جب کوئی چور چور ہوا تو واقعی وہ چور چور ہو چکا تھا۔ اس کے ہاتھ کی حرکت اس کی آنکھ کی بصارت اس کے کان کی سماعت اس کے دل کی دھڑکن پھر اس کی اپنی نہیں تھی۔ وہ سب کچھ مالک حقیقی کے سپرد کر چکا تھا۔ اس کی گرفت نے، اس کی رفتار نے لاکھوں کے دل لئے جو آیا چور چور ہوا اور واپسی کا رستہ بھول گیا۔ ان میں پوری ملت اسلامیہ کے امیر حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے۔ فقیہ اعظم حضرت العلام مولانا مفتی محمد شریف سیالکوٹی، حضرت پیر طریقت پیر حکیم خادم علی سیالکوٹی، حضرت پیر طریقت حافظ عبدالکریم رحمتہ اللہ علیہ جیسی سپہر طریقت کے نیّر انِ تاباں سے کون ناآشنا ہے۔ یہ سب آسمان علم و حکمت کے بادشاہ، طریقت و شریعت کے میر کارواں، راہبری و رہنمائی کی روشنی کے مینار ہیں۔ ہاں یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنا سب کچھ اس کے سپرد کر دیا۔

Marfat.com

اس نے بھی ان کی ہر حرکت ایسی بنا دی جس پر ندامت نہیں، بلکہ ان کی ہر حرکت کو قابل تقلید بنا دیا۔

دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے
اپنے دونوں ہاتھ نکلے کام کے

تو بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح اس کے آگے اپنی گردن رکھ دے۔ اس کے ہاتھوں قربان ہونے کے لیے تیار ہوجا۔ پھر وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ کی جلوہ سامانیاں دیکھ۔

راولپنڈی کے شہر کی ایک گلی میں ایک رنگ ساز کپڑے رنگ رہا ہے۔ سرخ، نیلے، پیلے، اُودے، جو رنگ کوئی اسے کہتا ہے اس کا کپڑا اسی رنگ میں رنگ دیتا ہے۔ خواجہ فقیر محمد چوراہی کا گزر وہاں سے ہوتا ہے۔ رنگ ساز کو دیکھا، محنتی آدمی ہے اور اپنے کام میں مگن ہے، مسلسل تگ و دو کا دھنی وہ شخص پسند آیا۔ آنکھوں کو بھا گیا۔ دل کی بیماری کی تشخیص اور اس کا علاج تو کوئی دل والا ہی کرسکتا ہے۔ فرمایا: نوجوان ہماری دستار بھی رنگ دو۔ للاری بولا: زہے نصیب حضور۔

رنگ ساز نے ایسا کپڑا پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس دستار نے اس کا وہی حال کردیا۔ جو یوسف علیہ السلام کی قمیض نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا کیا تھا۔

اس نے پوچھ ہی لیا: بابا! آپ کون ہیں۔ فرمایا: میں بھی رنگ ساز ہوں۔ ہاں رنگ ساز، تُو لباس کو رنگ دیتا ہے اور میں ملبوس کو رنگ دیتا ہوں۔ تیرا دعویٰ ہے کہ میرا رنگ بہت پکا ہوتا ہے۔ میرا دعویٰ ہے، میرا رنگ بھی بہت پکا ہے۔ تو مخلوق کے بنائے ہوئے رنگ استعمال کرتا ہے اور میں خالق کا رنگ

Marfat.com

استعمال کرتا ہوں۔ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً. اس کا رنگ سب رنگوں سے بہترین رنگ ہوتا ہے۔

اس نے عرض کیا: بابا جی! میرا رنگ دیا ہوا تو آپ نے دیکھ لیا، ذرا اپنا رنگ بھی دکھا دیجئے۔ بابا فقیر محمد چوراہی رحمتہ اللہ علیہ کی عشق الٰہی کا رنگ چڑھانے والی بھٹی جوش میں آ گئی۔ رنگ ساز کو سینے سے لگا کر اسے ہی بھٹی میں جھونک دیا۔بس پھر کیا تھا وہ رنگ ساز، وہ للاری بذات خود ایسے رنگ میں رنگ دیا گیا کہ رنگ ظاہر و باطن میں سرایت کر گیا۔ روشن دان کی روشنی سورج کے سفر کی وجہ سے گھر کے چاروں طرف دوڑتی ہے۔ یہ انوکھی روشنی یہ رنگ دیکھ کر وہ قدموں میں گر گیا اور کہنے لگا: بابا! تو میرا آقا ہے اور میں ایک غلام کی طرح ساری عمر تیرا خدمت گار۔ یہ کپڑے رنگنے والا للاری عید گاہ شریف والے معروف ہوئے۔

بارش کا قطرہ صدف کے منہ میں گرے تو گوہر بنتا ہے اور اگر سانپ کے منہ میں گرے تو زہر بن جاتا ہے۔ یہ للاری اور رنگ ساز حافظ عبدالکریم تھے۔ پھر انہیں سے ان گنت ایسے ملبوس کے ذہن و فکر کو رنگ دینے والے پیدا ہوئے۔ صوفی نواب دین صاحب، پیر محمد معصوم زریں زر بخت موہری شریف وغیرہم یہ اور ان جیسی تمام خوش نصیب شخصیات قطرے تھیں۔ اور فقیر محمد چوراہی صدف، صدف کے منہ میں ابر رحمت کا چھینٹا آیا، گوہر بنتا بناتا چلا گیا۔

کچھ ان کے خلق نے کر لی کچھ ان کے پیار نے کر لی
مسخر اس طرح دنیا میری سرکار نے کر لی

عشق حقیقی اور عشق مجازی میں فرق یہ ہے کہ جس عشق میں رقیب برا لگے

Marfat.com

وہ عشق مجازی ہے اور جس عشق میں رقیب رگ جاں سے بھی زیادہ قرب کا مقام پالے۔ وہی عشق، عشقِ حقیقی ہوتا ہے بعض نے یوں بھی کہا ہے کہ عشق مجازی ہوتا ہی نہیں، عشق صرف حقیقی ہی ہوتا ہے۔ ایک شوریدہ سر اور دریدہ بدن نے کہا: عشق نہ حقیقی ہوتا ہے اور نہ عشق مجازی ہوتا ہے۔ وہ بس عشق ہی ہوتا ہے آرے سے کٹانا، کھال کھنچوانا، اپنی صلیب خود اپنے کندوں پر اٹھائے پھرنا، اپنا کٹا ہوا سر خود اپنی ہی ہتھیلی پر رکھنا صرف عشق ہے صرف عشق۔

شاہ فقر و غنیٰ شہنشاہ گدا و فقیر حضرت فقیر محمد چوراہی کے لیے دنیا ایسی رقیب تھی جو ان کے قریب رگ جاں ہو، اس لیے کہ ساری دنیا کا مطلوب اور ان کا محبوب ایک تھا اور اسی ایک کی طلب و چاہت میں ان کی نظر صرف ایک منظور پر اٹکی ہوئی تھی۔ جبھی تو وہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے پیار کرتے رہے اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے لیے وہ آنکھوں کا نور تھے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

چینی اور نکتہ چینی میں فرق یہ ہے کہ چینی، مٹھاس بن کر رگ و ریشوں میں سرائت کر جاتی ہے جبکہ نکتہ چینی کڑوی گولی بن کر حلق میں پھنستی ہے اور پورے جسم میں کڑواہٹ بھر دیتی ہے۔ شاہ فقیر محمد چوراہی کے ذکر کا مقصد وحید یہی ہے کہ نکتہ چینی کی کڑوی گولیوں سے پرہیز کا سبق دیا جائے اور ان کے میٹھے ذکر سے پوری کائنات کے جسم میں چینی کی مٹھاس بھر دی جائے۔

ان کا ذکر، ان کی تمنا، ان کی یاد
وقت کتنا قیمتی ہے آج کل

✿ ✿ ✿

Marfat.com

حضرت امیر ملت اور عشق رسول ﷺ

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ علی پور سیداں نارروال

آیا ہے زباں پر تیرا اسم گرامی
گرچہ یہ زباں اس کی سزا وار نہیں ہے

عقل اور عشق ہر دو متحارب نعمتیں کبھی نہیں وہبی ہیں ورنہ ہر عاقل کی اولاد بھی عقلمند ہوتی اور ہر قیس کا بیٹا بھی نجد کے جنگلوں کی خاک چھانتا۔ ایسا نہیں ہوا اور شاید ایسا کبھی نہ ہو، عقل کی نعمت، شعور و آگہی عطا کرتی ہے۔ ایک ایک قدم پھونک کر رکھتی ہے، آنکھیں کھول کر رکھتی ہے، اپنے اور بیگانے اچھے اور برے دوست اور دشمن کی تمیز رکھتی ہے۔ سرمایہ حیات سنبھال سنبھال رکھتی ہے۔ نفع و نقصان کی بنیاد پر سوچتی ہے نہ اس کی طلب کی انتہا ہے اور نہ اس کی ہوس کی انتہا ہے۔ اگر کوئی شخص ان کو نعمتیں سمجھتا ہے تو یہ ساری نعمتیں اسی عقل کی عطاء ہیں لیکن عقل کی نعمت کے ہزار فوائد ہوتے ہوئے بھی اس میں ایک نقص تو ضرور ہے کہ ہوتی بہت بڑی عیار ہے، سو بھیس بدل لیتی ہے کبھی ملا، کبھی زاہد، کبھی حکیم، کبھی شاطر و چالاک، کبھی ناصح و ہمدرد۔

لیکن عشق بیچارا سبحان اللہ! کیا نعمت خداوندی ہے آنکھ کھولے تو صرف اسی کو دیکھے جو اس کی آنکھ کی پتلی میں تحریر ہو چکا، آنکھ بند کرے تو گھنٹوں

Marfat.com

اسی کے تصور میں گم رہے۔ اس کا اپنا صرف وہ جو اس کے مطلوب کا ہے اس کا بیگانہ وہ جو اس کے محبوب سے بیگانہ ہوا، جس راستے اس کا محبوب نظر نہ آئے وہ راستہ ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دے، نہ نفع دیکھے، نہ نقصان، نہ دوست دیکھے، نہ دشمن اس کا نفع اسی ذات سے وابستہ ہونا اس کا نقصان اس سے دور ہونا۔

بسا ہے تیرے بدن میں کون گل بدن سا درد
.کہ بو گلاب کی آتی ہے تیرے پسینے سے

یہ معیار تو عشق قیس کا ہے لیلیٰ کا ہے، شیریں کا ہے، فرہاد کا ہے لیکن ہم جس عشق کی بات کرنے والے ہیں وہ عشق بلالی کی بات ہے، وہ عشق رومی و جامی کی بات ہے، وہ عشق بوصیری وسعدی کی بات ہے۔ ہاں یہ عشق امیر ملت کی بات ہے۔ یہ عشق مدینے کے کتوں کے پیر چماتا ہے۔

اگر آنکھیں مدینہ و نجف کی خاک سے سرگیں نہ ہوں تو دانشکدۂ فرنگ کے جلوے آسانی سے بدمست کر لیتے ہیں۔ جب ذہن کی لوح پر عظمت مصطفیٰ ﷺ کا نقش جلی حروف سے مرقوم نہ ہو تو اس لوح پر کوئی سا نام بھی کندہ کر سکتے ہیں جب سرور عالمیان محبوب رب ذوالکرم ﷺ سے بندہ مومن کا رشتہ محبت کٹ جائے، یا کمزور پڑ جائے تو ہر صیاد لعین اس کو نخچیر لگا کر مرغ بسمل بنا سکتا ہے۔

میرا ممدوح، میرا امیر، امیر ملت سید بادشاہ، حضرت سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ممدوحوں کا ممدوح، ہندوستان میں بسنے والے بیس کروڑ انسانوں کا ممدوح، پیروں کا پیر، سیدوں کا بادشاہ عشق رسول اکرم ﷺ میں اپنے دور کے

Marfat.com

عاشقوں ممدوحوں، محبوں اور محبت کے دعوے داروں کا بادشاہ۔

بار اللہ میری زبان پر یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

میرا ممدوح پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ جن کے نانا جان ﷺ کی ثنا خوانی کا ڈھول میں نے اپنے گلے میں ڈالا ہوا ہے گلی گلی بجاتا پھرتا ہوں اور روزی کماتا پھرتا ہوں وہ بھی اپنے اسی نانا جان ﷺ کے عشق کی مستی میں ازخود رفتہ تھے۔ یہ انہی کے عشق کی مستی تھی کہ انہیں ایک خاص قسم کا سادہ، صاف ستھرا، پاکیزہ اور خوبصورت لباس مرغوب تھا۔ انہی کی محبت کا اثر تھا کہ شب بھر قدم جائے نماز کے ساتھ چپک جاتے، سجدے میں سرنیاز جھک جاتا تو پھر اٹھنے کی لذت بھول جاتا، انہی کی یاد میں راتوں کے تاریک سناٹے اشک باری کی آبشار سے مسرور ہوتے۔

یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے لپٹ کر درودیوار کے ساتھ

حسن خلق کا لبادہ، بول مین رس بھری مٹھاس کی چاشنی، راہ چلتے نظروں کا خمیدہ پن، مخلوق خدا سے محبت، سوالیوں کی جھولی کے ظرف سے زیادہ بھیک عطا فرمانا، خاک مدینہ ونجف سے سرگیں آنکھوں کا فیضان تھا۔

ہم نے پیار کو درد بنا کر جیون میں بس گھولی
اس نے درد کو پھول بنا کر بستی کو مہکایا

جیسے سمندر ہیروں، جوہروں اور دنیا بھر کی دولتوں سے بھرپور دامن کا مالک ہو کر نہ مغرور ہوتا ہے اور نہ کنجوس وبخیل، عجز اتنا کہ خس و خاشاک جیسی

Marfat.com

حقیر چیزوں کو بھی اپنے سر پہ اٹھائے پھرتا ہے اور سخی اتنا کہ غوطہ خور کے کشکول کو مایوس نہ کرے۔ سمندر کی صفت سے زیادہ متصف ملتِ اسلامیہ کا امیر، امیر ایسا کہ نہ دولت عشق و مستی کی کمی، نہ دولت عشق و محبت رسول ﷺ کی، نہ مال دنیا کی کمی نہ عجز و انکسار کے تابدار ہیروں کی۔ آپ برسر بازار سیاست آئے تو افق کائنات پہ چھائے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی مہکار میں ڈوبا ہوا وطن عزیز عطا فرما گئے۔ جس میں ہر متنفس تا حیات سکھ کا سانس لے اور بے حدوعد دعاؤں کا نذرانہ پیش کرے۔ اگر شہر دل بر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جائے تو قدم قدم سجدوں کا خراج بانٹتا جائے۔ جُبہ و دستار کے پورے کروفر کے وقار کو شہر دلبر ﷺ کی گلی کے قدموں میں ڈھیر کرتا جائے۔ وہ دستار جن پر تاج سکندری بھی لوٹ لوٹ جائے، وہ دستار اور پگڑی ماہی کے شہر کے زخمی کتوں کے زخم دھونے اور مرہم پٹی کے لیے لیر لیر کر دے تو اس اعزاز پر آنسوؤں کے تابدار موتی پیش کر کے جذبات تشکر و امتنان کی ردا میں لپیٹ کر اپنے دامن میں چھپا لے۔

چلتے چلتے درد سے پوچھا پیروں کے ان چھالوں نے
بستی کتنی دور بسا لی دل میں رہنے والوں نے

عقل اور کھیل میں باہم کوئی میل جول نہیں کہ عقل مند اپنا وقت کھیل میں ضائع نہیں کرتے لیکن یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ عقل سے معذور اور پاگل بچہ کوئی کھیل کھیل ہی نہیں سکتا جس عقل کی دین کھیل کود جیسی حقیر چیزیں ہوں اس عقل کو کیا کرنا اور جس عشق کی انتہا یہ ہو کہ انتہائے طلب اپنا رنگ دکھائے اور محبوب خود چل کر محب کے گھر میں آجائے، اس عشق پر میری جان بھی

Marfat.com

قربان۔ شاید یہی وجہ تھی کہ آپ عشق رسول ﷺ کی وادی میں اس قدر آگے بڑھ چکے تھے کہ کئی بار ان کے محبوب محبوبِ کائنات ﷺ رات کے تاریک سناٹے میں ان کی کٹیا کو مہکا جاتے تھے۔

وہ بلا لیں اگر یہ بھی کچھ کم نہیں
اُن کا تشریف لانا بڑی بات ہے

عقل ہمیشہ اپنی آنکھوں پر تنقیدی عینک لگا کر رکھتی ہے اس کی تنقید اور نکتہ چینی سے آج تک کوئی نہیں بچ سکا۔ ہر کسی میں کوئی نہ کوئی نقص نکال لیتی ہے اور کوئی نہ کوئی عیب چن لیتی ہے۔ فلاں ایسا ہے، اس کو یہ نہیں آتا اور اس کو اس کی خبر نہیں جبکہ عشق کے مذہب میں نکتہ چینی ہی حرام ہے۔

محبوباں تے۔ نکتہ چینی جیہڑا کرن توں باز نہیں آوندا
اصل منافق جانیں اس نوں اوہ جھوٹا پیار جتاندا
سانوں دسیا عشق دے مفتی جیہڑا مڑ مڑ ایہہ فرماندا
اعظم جتھے دل لگ جاوے اُوتھے عیب نظر نہیں آوندا

یہ تو عام سے محبوب کی بات ہے کہ محبّ کو اس میں کوئی عیب نظر نہیں آتا اور اگر محبوب ہی ایسا ہو کہ خُلِقْتَ مُبَرَّاءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ جسے دیکھنے والے بے ساختہ پکار اٹھیں: سبحان اللّٰہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک.
جس میں گمان نقص بھی کفر ہو، جو ایسا پھول ہو جو از ابتدا تا انتہا خار سے دور ہو جو ایسی شمع ہو جو دھوئیں سے پاک ہو، پھر اس میں عیب کون نکالے، وہی محبوب میرے ممدوح کا محبوب تھا۔ اس کی باتیں سننے اور اسی کی باتیں کرتے رہنا اس کی زبان سے نکلے کئی ہزار الفاظ من وعن انہیں ازبر یاد ہوں جبھی تو وہ محدث

Marfat.com

علی پور کہلائے۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر ایمان کی بنیاد رکھ

میری آنکھ نے وہ جلوہ نہیں دیکھا اگر وہ جلوہ زیبا میرے پیش نظر ہوتا تو ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ کے حکم کی تعمیل میں اُسے بار بار دیکھتا کہ نظر کی تکرار بھی نظر کو گہرائی میں لے جاتی ہے۔ محبوب کی دید نہ ہو تو اس سے اندھا ہونا زیادہ بہتر ہے۔ الحمدللہ! میں ان اندھوں میں شامل نہ ہوا جن کی آنکھیں بھی تھیں۔ روئے زیبا بھی پیش نظر تھا لیکن وہ اسے نہ دیکھ سکے۔ میرے نزدیک برگ و گل کے ظاہری حسن میں ڈوب جانے والا اندھا ہی ہے جو اس پھول کے رنگ کے ظاہری حسن ہی میں ڈوب گیا لیکن ان میں رنگ بھرنے والا نہ دیکھ سکا، حالانکہ وہ بھی وہیں کہیں چھپا بیٹھا تھا۔ تیری نظر کمزور ہے اور تو اس کو نہیں دیکھ سکتا تو کسی ماہر کاریگر سے دیکھنے والی عینک لے لے، وہ تمہاری صلاحیت کے مطابق دور و نزدیک سے دیکھنے والی عینک دے سکتا ہے۔ بینائی درست ہوجائے تو ایک پھول یا پتی ہی نہیں بلکہ جدھر بھی نظر اٹھاؤ گے تمہیں ادھر ہی محبوب کا جلوہ نظر آئے گا۔

میں علی پور سیداں شریف کی گلیوں اور درباروں کو دیکھ رہا ہوں۔ ممکن ہے کسی کو اس کی پتھریلی اور سخت اینٹوں، دیواروں، چوکوں اور چوکوں کی نکڑوں کی سختی اور پتھریلے پن کے سوا کچھ نظر نہ آتا ہو لیکن مجھے تو ان اشیاء کے ساتھ ساتھ وہ بھی نظر آتے ہیں جنہوں نے علی پور کو ''شریف'' بنایا۔ اگر صرف گلیاں ہی دیکھنا ہوتیں تو لاہور شہر کے چند خوبصورت علاقوں کو ہی دیکھ لیا

Marfat.com

جاتا یا پھر کسی روشنیوں کے شہر کو دیکھ لیتے، دیکھ کر آنکھیں بھر جاتیں پھر علی پور کی خستہ سڑکوں کو چومنے کون جاتا۔ وہی جاتا جسے ان اشیاء کے علاوہ بھی بہت کچھ نظر آتا ہے۔

اے علی پور کو دیکھنے والے، اپنی نظر کو تیز کرنے والا سرمہ تلاش کر، اللہ مدد فرمانے والا ہے۔ پھر آ کر دیکھ تجھے صاف ستھری پانچ کلی ٹوپیاں پاکیزہ و مقدس داڑھیاں، راتوں کے طویل سجدوں میں بھیگی پلکیں، عجز و نیاز کا غازہ الفت و محبت کے بہتے ہوئے زمزمے نظر آئیں گے اور اس ماحول کی سنجیدگی کے پس منظر میں چھپ چھپ کر اس کیفیت کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوا بھی کوئی نظر آ جائے گا۔ اور ہاں وہ وہی ہے جسے مدینے کا تاجدار کہتے ہیں، عرش کا شاہسوار کہتے ہیں جن کے عشق و محبت کے بحر میں غوطہ زن ہو کر امیر ملت، پیر طریقت، پیر سید جماعت علی محدث علی پور رحمتہ اللہ علیہ ڈوب ڈوب کر اُبھرے، پھر پورے ماحول کو مدینہ بنا دیا۔

جذب ہو جاؤں وہیں میں آنسوؤں کے ساتھ ساتھ
لے چل اے قسمت شہہِ کونین ﷺ کے در تک مجھے

* * *

اصل نماز ہے یہی، روحِ نماز ہے یہی
تو میرے روبرو رہے، میں تیرے روبرو رہوں

Marfat.com

نقوش دل پر نقش ...... نقش لاثانی

حضرت سید علی حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

علی پور سیداں نارووال

جن لوگوں کے جسموں، ذہنوں فکروں اور سوچوں پر اللہ کے نور کا چھڑکاؤ ہوتا ہے وہی لوگ اللہ والوں کی صحبت کو برداشت کر سکتے ہیں اُس نور کے چھڑکاؤ کی بھیک مانگنے کے لیے ہر بندہ مومن کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ پاک وصاف ہوکر تقدس آمیزی کا صاف لبادہ اُوڑھے۔ صحیح معنوں میں جسم کی صفائی اور پاکیزگی کو ذہناً قبول کرتے ہوئے لباس کو پاک و صاف کرکے کسی پاک مطہر اور پاکیزہ جگہ پر عجز انکساری کا پیکر بن کر عاجزی کا روپ دھار کر، کانوں کو ہاتھ لگا کر، توبہ کرتے ہوئے، سب سے بڑی ذات کی بڑائی کا اعتراف کرتے ہوئے ایک مجرم کی طرح ہاتھ باندھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے گن گائے۔ اپنے تعلق کا اظہار کرے۔ پھر التجا گزار ہو۔ اے میرے رب اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ. مجھے سیدھے راستہ پر گامزن رکھ اور راستہ بھی تیری اُن پسندیدہ شخصیات کا راستہ جو تیرے انعام و اکرام کے حق دار ہوئے۔

Marfat.com

جن لوگوں پہ ہے انعام تیرا
اُن لوگوں میں لکھ دے نام میرا

نہ جانے وہ کیسے تھے کہ خود خالق نے اُن کی راہوں کی طلب پوری انسانیت کے لیے فرض قرار دے دی۔ وہ نبی تھے، وہ رسول تھے، وہ صدیقین تھے، وہ شہداء تھے، وہ صالحین تھے، صف اول کے انعام یافتگان، سبحان اللہ! فداھم ابی و امی و عرضی الفًا الفًا. میرے نصیبوں میں ان کی زیارت نہ تھی، نہ ہوئی۔

اب تڑپوں بھی تو میری تڑپ میں وہ اثر نہیں جو ماضی بعید کے حسین لمحوں کو، اپنی آنکھوں کی پتلیوں میں تحریر کرسکوں۔ اُسی صف اول کے صدیقین، شہداء ہیں، صالحین ہیں، پوری دنیا کے مطاع علیہم الرضوان میری آنکھ وہ جلوے بھی نہ دیکھ سکی۔ میں اپنی آنکھوں کے ان اندھیارے پر ماتم کروں۔ بے بسی پر ماتم کروں، بے چارگی پہ ماتم کروں۔مگر کروں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے۔

میں نے سنا ہے کہ انسان تو انسان، مٹی کا ڈھیر بھی کسی انعام یافتہ کا ہم صحبت ہوجائے تو وہ مٹی کا ڈھیر بھی لوگوں کی آنکھ کا سرمہ بن جاتا ہے اور نہ سہی، زمانے کی آنکھوں نے وہ مٹی کے ڈھیر ضرور دیکھے ہیں۔ اُن مٹی کے ڈھیروں کو، قبروں کو، چومتے چاٹتے دیکھا ہے۔ اُن کے بوسہ لیتے دیکھا ہے۔ اُن میں دکھوں، دردوں کی شفا دیکھی ہے۔ کلام لازوال کی تلاوت کی مہکار میں ڈوبے ہوئے دیکھا ہے۔ انوار و تجلیات سے بقعہ نور بنا ہوا دیکھا ہے۔ دانشوروں کی صفِ اول میں بیٹھنے والے شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میں ایسے ہی

Marfat.com

ایک مٹی کے ڈھیر پہ پہنچا۔ اس سے پوچھا:

بدو گفتم کہ مُشکی یا عبیری
کہ از بُوئے دل آویزے تو مستم

کہ اے مٹی! ذرا راز کی بات بتا، تو مشک ہے یا عنبر۔ تو کیا چیز ہے کہ تیری عطر بیزیوں کی مہکار نے میرے دل کو مست و بے خود بنا دیا ہے۔

بگفتا من، گِلِ ناچیز بودم
ولیکن مدتے باگل نشستم

کہنے لگی: نہ مشک ہوں، نہ عنبر، میں تو ایک ناچیز مٹی تھی۔ نہ جانے کہاں سے رگِ جان کے قریب ایک باغبان آیا۔ اُس نے حسن صورت و سیرت کے ایک عظیم شاہکار پھول کا تخم میری رگِ جاں میں بو دیا۔ میں نے اُسے خوش قسمتی سمجھتے ہوئے اپنی آغوش میں لے لیا۔ میری آغوش اور ایک مقدس ماں کی گود ایک جیسی ہے۔ پھر میں نے ایک پھول کو جنم دیا۔ وہی پھول میری جان تھا، میرے دل کی دھڑکن تھا۔ میرے جسم کا حصہ تھا۔ یہ اس پھول کی مہکار ہے جس نے تجھے بھی مست و بے خود بنا دیا۔ بتا اُس پھول نے مجھے کیا عطاء کیا ہوگا۔

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اُس میرے ہم نشیں کے حسن و جمال نے میرے انگ انگ میں خوشبوؤں کے ہلے بکھیر دیئے ہیں ورنہ میں...... میں تو وہی مٹی تھی اور ہوں۔

میں نے اُس کی قسمت پر اُسے مبارک باد دی اور بڑھ کر اُسے چوم

Marfat.com

لیا۔ میرے لبوں کے لمس نے ایک ایسی لذت محسوس کی کہ وہ لذت محرومِ زباں دانی ہے۔

پھر میرے نصیب جاگے کہ اس پھول کی مہک سے مہکاتے پھولوں کی ہم نشینی مل گئی۔ وہ نور جس نور نے کوہِ طور کو جلا کر ریزہ ریزہ کردیا، خاک کو سیاہ کردیا، اُس کا متحمل میں نے اُن اشخاص کو دیکھا۔ میں نے پوچھا: تمہارے چہروں پر، تمہارے لبوں پر، تمہاری پیشانیوں پر، تمہاری خلوتوں پر، تمہاری جلوتوں پر یہ کس کے نقوش نقش ہیں۔ ہر ایک کا ایک ہی جواب تھا۔ وہ جواب بھی کیا لاجواب تھا۔ ہر ایک کی زبان پر نقش لاثانی، نقش لاثانی، نقش لاثانی ہی تھا۔ علیہ الرحمتہ والرضوان۔ یعنی حضرت پیر طریقت سید علی حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ زیب سجادہ آستانہ عالیہ علی پور سیداں نارووال

ہے نقش دل پہ جو سرا پائے نقش لاثانی
یہ دل ہے غیرت بہزار رشک صدمانی
میں شاد ہوں کہ مراد بر آئی میرے دل کی
کہ شوقِ دید ہے ختم. تشنہ سامانی

حضور نقش لاثانی کے چند معمولاتِ زندگی:

☆ آپ سفید کپڑے کی سادہ قمیض اور سادہ ٹوپی پہنتے تھے۔
☆ آپ نے ہمیشہ تہبند استعمال کیا ہے۔
☆ گرمیوں میں باریک سفید چادر کندھے پر رکھتے اور کبھی سر پر رکھ لیتے۔
☆ سردیوں میں سیاہی مائل رنگ کا کمبل استعمال فرماتے۔

Marfat.com

☆ مروجہ دور کی ہوزری کی تیار کردہ بنیان کبھی نہیں پہنی۔

☆ سادہ نوک دار جوتا پہنتے، مکیشن یا بوٹ کبھی نہیں پہنے۔ البتہ عذر کی بنا پر وضو کے لیے چپل پہن لیتے۔

☆ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسمانی وروحانی طہارت کو بڑی اہمیت دی ہے۔ اس لیے آپ روزانہ غسل ضرور فرماتے۔ بالوں میں تیل لگاتے، کنگھی کرتے۔

☆ آپ کے سر کے بال گھنگھریالے تھے جنہیں آپ نے پٹے کی صورت میں رکھا ہوا تھا ہمیشہ بالوں کی تراش خراش کا خیال رکھتے مگر کبھی کٹوائے نہیں، آپ کنگھی فرماتے تو بال شانوں تک لہرا جاتے۔ اس طرح زلف کی درازی کی سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل ہوجاتا اور آپ کی خصوصی ادائے محبوبی کا یہ انداز اہل دل اور اہل نظر کو والہانہ عقیدت و محبت میں تڑپا جاتا۔

شالامار باغ لاہور کے مضافات میں شالامار ٹاؤن کا ایک محلہ دنیاءِ تصوف کے ایک شہنشاہ حضرت خواجہ علی احمد چشتی صابری المعروف نفیر عالم رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے موسوم بستی نفیر آباد لاہور میں ایک بزرگ محمد صفدر صاحب مشہور ہیں۔ انہوں نے ایک شخص کو خواہ مخواہ مولانا مولانا مشہور کررکھا تھا۔ نہ جُبہ نہ دستار، نہ کلاہ غرور نہ عالمانہ رنگ و رُوپ، نہ کلفی دار لباس، نہ طرہ نہ شملہ، نہ شان و شوکت، کئی بار دل کُڑھتا، یہ لوگ بھی عجیب ہیں کیسوں کیسوں کو لاکر ہمارے برابر کھڑا کردیتے ہیں، نادان کہیں کے۔

لیکن اگر سارے زمانے کے حاسد مل کر بھی سورج پر مٹی ڈالنا چاہیں تو کیا

Marfat.com

اُسے بے نور کر سکتے ہیں، ہر گز نہیں۔ ایک سورج کو اندھا کر دینے کی حسرت رکھنے والے لاکھوں چمگادڑ...... اللہ کرے سارے مر جائیں، لیکن ایک سورج کبھی اندھا نہ ہو۔ اس سورج سے تو رب نے نظام کائنات باندھ رکھا ہے۔

مولانا محمد صفدر کے مشہور کردہ مولانا صاحب کے قریب ہوئے تو کھِسیانی بلی کئی بار کھنبا نوچنے پر مجبور ہوئی۔ یہ کیسا شخص ہے جس میں مولانا والی ظاہری ایک بات بھی نہیں لیکن علم سے ہزاروں مولاناؤں کو مات کر گیا۔ اس سادگی پہ کوئی مر نہ جائے کیوں؟ کہ سادہ سی پانچ کلی سفید ٹوپی کے نیچے عمل کے طرۂ امتیاز کی رفعت، اتنی بلند کہ ہمارے جیسے کئیوں کی ٹوپیاں اس کی بلندی کو دیکھتے دیکھتے نیچے آگریں۔ کئی بار پوچھتے پوچھتے رہ گیا۔ حضرت بتائیں آپ کو۔ سادگی کے حسین لباس میں کون بسا گیا ہے۔ آپ کے ذہنوں کی زمین میں اور دلوں کی کھیتیوں میں سے کس نے العلم حجاب الاکبر کے پودے اکھاڑ پھینکے ہیں۔ وہ کون تھا جس نے علمی پھوں پھاں کی بجائے عملی زندگی کو سادگی کے زیور سے مزین کر دیا ہے۔

کچھ باتیں کہنے کی نہیں ہوتیں۔ کہنے والوں نے اشارۃً ہزار بار یہ مسئلہ سمجھا دیا۔ کہ یہ کرامت عشق سے پہلی بار صادر نہیں ہوئی، یہ کام تو وہ سینکڑوں بار کر چکا ہے۔ ایک ہی ذات ہے جس نے میرے دل کے نقوش پر اپنا نقش جما لیا ہے اور وہ ہے نقش لاثانی حضرت پیر سید علی حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ

دعا بہار کی مانگی تو اتنے پھول کھلے
کہیں جگہ نہ ملی میرے آشیانے کو

پھر وہی مولانا بشیر احمد صاحب میرے دل پر نقش ہو گئے۔ انہوں نے کئی

Marfat.com

بار مجھے ندامت کے آنسوؤں میں غوطے دیئے ہیں۔ کئی بار ڈوب کر ابھرا ہوں۔ اور اُبھر اُبھر کر ڈوبا ہوں۔

خواب غفلت سے جگانے والے
یوں بچاتے ہیں بچانے والے

ادارہ منہاج القرآن لاہور کی کہانی اتنی پرانی نہیں۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب ہم لوگ کشاں کشاں انقلاب مصطفوی کے چسکے کو پورا کرنے کی چاہتوں میں ڈوبے، ۱۸۳- ایم ماڈل ٹاؤن لاہور میں پہنچا کرتے۔ علماء کونسل بنی، بے شمار علماء لاہور، گوجرانوالہ، سرگودھا، اوکاڑہ، ساہیوال، ملتان، سندھ، حیدرآباد حتیٰ کہ کراچی کے علماء ایک ہی چاہت میں ڈوبے انقلاب مصطفوی، انقلاب مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن رات کی نیندیں حرام کیے آپہنچے، وعظ فروش ملا، وعظ فروشی چھوڑ بیٹھے، نوٹوں کی چمک میں نعت سرائی کرنے والے، اپنے گلوں کے سوز کو انقلاب مصطفوی پر نچھاور کر بیٹھے۔

اگرچہ ہر عالم دین اُس وقت صرف ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا تھا اور موٹے سے موٹی شیشوں والی عینکیں لگا کر بھی پہچاننا محال تھا کہ کون موقع کی نزاکت کو دیکھ کر آکے شامل ہوگیا تھا اور کون صرف انقلاب مصطفوی کی دھن میں مست ہے۔ اس کے باوجود ایک چہرے نے دل لوٹ لیا۔ ''کوئی حسن تھا اُس کا جلوہ نما'' خوبصورت پاکیزہ داڑھی، خوبصورت چہرہ، سجدوں کے نظر نہ آنے والے مقدس نشانوں سے دمکتی پیشانی، گفتگو میں متانت، سنجیدگی، وقار، رکھ رکھاؤ میں ایک انوکھا اور البیلا پن، معاملہ فہمی، تدبر و تفکر، الجھی باتوں میں ڈور کا سرا نکال لینے کی مہارت، ان کی سیاسی زندگی اور

Marfat.com

اس کی سمجھ بوجھ عیاں تھی۔ ہم محسوس کرتے تھے۔ بڑے بڑے سیاسی اکھاڑوں میں انہوں نے گھول ہوتے دیکھے ہیں۔ اور اُن میں تھپکیاں دینے، ہلا شیری دینے، کس کو بچھاڑنے، کس کو لتاڑنے وغیرہ کے سارے گُر، استعمال کرنے والے، اُن کے سامنے پلے بڑھے، جوان اور پھر بوڑھے ہوئے لیکن اس کے باوجود ان تمام صفات سے بالکل بے نیاز جیسے کچھ جانتا ہی نہ ہو۔ سادگی، تقدس، تقویٰ اور پرہیز گاری جیسے ان کی گھٹی میں شامل ہو۔اور وہ تھے مولوی محمد علی نقشبندی سیالکوٹی دامت برکاتہم العالیہ، اُن کے حسنِ صورت وحسن سیرت سے متاثر کئی بار سوالیہ نشان بن کر اُس کے لب بستہ دروازے پر دستک دے کر پوچھا:

کتھوں اپنے درد لکوئنی درداں والیا یارا
دس دکان اسانوں وی اوہ بنی دلال ہمارا

تو انہوں نے بھی نقوشِ دل پر نقش، نقش لاثانی کی طرف اشارہ کردیا۔
وہ ذات جو کشتی میں طوفان پیدا کرسکتی ہے وہ تنکے کو بادبان بھی بنا سکتی ہے۔اس ذات سے عرض ہے میرے مالک! تیرے بندے یوں غافلوں کو بیدار کرتے ہیں تو راقم کو (عبدالحق ظفر چشتی کو) غفلت سے بیدار کرنے کی کسی کی ڈیوٹی لگا دیں۔ میں بھی تو آپ کا مدح خواں ہوں، ریزہ خوار ہوں، صدقہ تیرے نبی کی آل کا کھاتا ہوں، انہی کے گیت گاتا ہوں، اجازت ہو تو آج سجالوں غریب خانے کو۔

✿ ✿ ✿

Marfat.com

قبیلہ اہل نظر کا ایک فرد

السید محمد اسماعیل شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ علی پوری

صحیح راستہ وہی ہے جس پر السابقون السابقون کے قدموں کے نشان ثبت ہوں۔ ان راہوں پہ چلنے والوں کے، چلنے کا انداز، کتنا دلفریب ہے۔ کتنا اعلیٰ اور کتنا مرغوب و پسندیدہ ہے کہ خود خالق کائنات نے اپنے حضور حاضر ہونے والے، ہر فرد کو ہر بار کھڑے ہونے پر ان لوگوں کے راستے کی طلب کی چاہت لازمی قرار دے دی۔

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَo صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ"

وہ لوگ جنت کے درختوں کی پاکیزہ مہکتی لہکتی شاخیں ہیں جس جس نے بھی ان شاخوں میں سے کسی ایک شاخ کو پکڑ لیا وہ سیدھا جنت میں جا پہنچا۔ بامراد وہی شخص ہوتا ہے جس کی نظر انجام پر ہو، جس شخص کا میں نام لینے والا ہوں اس کی مدح، عمر بھر کرتا رہوں تو حق مدحت کی ادائیگی سے معذور ہوں۔

سیپ کا ایک موتی ہی سب سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے ہاں! وہ ایک موتی سب سے زیادہ قیمتی تھا جو ایک عظیم ماں کی کوکھ میں پلتا رہا، پھر سید محمد اسماعیل شاہ کے نام سے، سید علی حسین شاہ کی شاہی کے تاج پر سجنے کے لیے تشریف لایا۔

ناقص شخص کا کیا ہے۔ وہ تو کامل کو بھی ناقص ہی تصور کرتا ہے۔

Marfat.com

دوزخیوں کے لیے جنت کا شہد بھی کڑوا ہی ہوگا اس لیے تُو ناقصوں کی صف کو خیر باد کہہ! اور ان کاملوں کی صف میں آ کر بیٹھ، جو کاملوں کے بھی راہنما ہوتے ہیں۔ مرے مخدوم نے سید محمد اسماعیل شاہ نے انہی کاملوں کی آغوش میں پرورش پائی، شاہین کا بچہ بھی تو شاہین ہی ہوتا ہے۔ کاملوں نے اس موتی، اس ہیرے کو تراشنے اور اس کے حسن کے نکھار میں جلا پیدا کرنے کے لیے دینی و دنیوی علوم سے آشنائی کی نعمت سے اس کی جھولی بھر دی۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ حسین جو حُسن کے قدر شناسوں میں شامل ہوتے ہیں۔ انہوں نے حسن یار کو اپنے گلے کا تعویز بنا لیا۔

اگر کوئی عشق کا دعویٰ کرے اور اپنے محبوب کے ذکر سے توبہ کر لے، یعنی اس کا ذکر اس کو اچھا ہی نہ لگے۔ یہ بات ممکن ہی نہیں اس لیے تو میں ان کے ذکر میں مصروف ہوں اور آپ کو بھی ان کے ذکر سے متلذذ کر رہا ہوں جو سینوں میں ڈوب کر ابھرنے کا فن خوب جانتے تھے۔ سویا ہوا آدمی تو کسی کو جگانے سے رہا، جاگنے والے ہی جگاتے ہیں۔ آپ نے جہالت کی گہری نیند کے ماتوں کو جگانے کے لیے تعلیمی ادارے قائم کیے۔ ۱۸- ایکڑ زمین خریدی اور شاہ لاثانی اسلامک یونیورسٹی کی بنیاد رکھی۔ طلباء و طالبات کی بینائی کو تیز کرنے کے لیے دینی و دنیوی علوم کی دونوں آنکھوں کا سامان فراہم کیا۔ درس نظامی کے ساتھ عالمہ فاضلہ کے کورسز کا آغاز کیا۔

لوگوں کے دلوں میں گھر بنانا اتنا آسان نہیں اور اگر بنا لیا جائے تو انہیں مسلسل بسائے رکھنا اس سے بھی مشکل ترین کام ہے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ اس فن میں ماہر ترین انسان تھے۔ آپ صرف لوگوں کے دلوں میں گھر بناتے ہی نہ

Marfat.com

تھے۔ ان کو بساتے بھی تھے بلکہ پھر اپنے گھر میں کم اور لوگوں کے دلوں میں بنائے ہوئے اپنے گھروں میں زیادہ رہتے تھے اور اس کے لیے مختلف انداز اور طریق جانتے تھے۔ ناروowال کے علاقہ میں ابرار الحق کے ہسپتال یعنی سہارا ٹرسٹ کے زیر اہتمام ''صغریٰ شفیع ہسپتال'' کی مسلسل اور خصوصی معاونت کا سلسلہ تادم زیست جاری رکھا۔ اس کے علاوہ ساری کائنات کے لیے تاحشر اعلیٰ نمونہ بن کر تشریف لانے والے پیکر جمیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو اپنانے والے ''جنتی طوطوں'' کی جماعت دعوتِ اسلامی سے پیار، ان کی سرپرستی اور ان پر دست شفقت ومحبت آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

کعبے کی بیٹی ''مسجد'' اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہے۔ مسجد کا کردار ہمارے اسلامی معاشرے کا اہم ترین حصہ ہے۔ اس کی آبادی سے ہماری آبادی، اس کی ویرانی سے ہماری ویرانی ہے۔ مخلوق خدا میں سب سے سچی شخصیت سب سے سچے انسان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص کو پانچ وقت پابندی کے ساتھ مسجد میں سجدہ ریزی کے لیے آتے دیکھو، اس کے ایمان کی گواہی دے دو۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ کہ اللہ تعالیٰ کی مساجد صرف وہی لوگ تعمیر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں جس گھر کی تعمیر میں لگائی ہوئی ایک اینٹ بھی جنت میں ایک گھر کی تعمیر کی نوید رکھتی ہے۔ وہ مساجد آپ نے تقریباً ۵۰۰ تعمیر فرمائیں۔ ان مساجد میں لاکھوں نہ سہی، سینکڑوں ہزاروں لوگ سجدہ ریزی کی لذت حاصل کرتے ہوں گے۔ شب زندہ داریاں، خلوتوں میں ڈوبی آہ وزاریاں، تسبیحوں کے چلتے دانے، اور

Marfat.com

ان سے ہر دانے پر لیا جانے والا مولا کا نام کسی کے ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کی یقیناً گواہی دیتا ہوگا۔

میرا دل ان کے در پر مثل تیر جاتا ہے
بہتیرا قید کرتا ہوں بمع زنجیر جاتا ہے

حکیموں طبیبوں اور ڈاکٹروں کا پیشہ میرے نزدیک مسیحائی پیشہ ہے۔ ہزاروں لاکھوں ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والا خالق جب اپنی مخلوق میں سے کسی تڑپتے سسکتے اور بلکتے مریض کے زخم پر دست شفقت رکھتے ہوئے، اپنی میٹھی اور تسلی آمیز زبان سے اور مسیحا صفت ہاتھ رکھ کر تسلیاں دیتے دیکھتا ہوگا اور وہ مریض سکون پرور ماحول میں میٹھی نیند سوتا ہوگا۔ تو اس کی رحمت و شفقت کتنی جوش میں آتی ہوگی۔ اس مریض کے خالق کی ادائے رحمت یقیناً اس مسیحا کا منہ چوم لیتی ہوگی۔ شاید اسی لذت سے سرشار شاہ صاحب نے کئی ایک ڈسپنسریوں کا قیام فرمایا، ایک فری ایمبولینس کا انتظام فرمایا کہ مریض مایوسی کے بھنور کی کسی لہر کا شکار ہو کر کہیں گھر ہی میں دم نہ توڑ دے۔ بلکہ اسے کسی مسیحا صفت انسان تک پہنچانے کے لیئے تیز رفتار فری سواری کا انتظام اسی لذت کی چاشنی کا نتیجہ ہے۔

عقل و شعور کی بلندیوں کے مالک لوگ کہتے ہیں کہ اپنے پیاروں پر، اپنی ہر پیاری چیز نچھاور کردو بلکہ ایمان کی نشانی ہی یہ ہے کہ جس سے محبت ہو، اس کی خدمت میں سب کچھ پیش کردینا اچھا لگے، دولت، جاہ و حشمت، اہل قرابت سب کچھ اس کے لیے ہو، حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے بڑوں سے یہی سبق پڑھا تھا۔ پھر پڑھ کر بھلایا نہیں، خوب یاد رکھا۔

Marfat.com

اس سبق کی لذت سے سرشار شاہ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کی خاطر، آپ کے دل کی خاطر، آپ کی امت کی خاطر، سب کچھ خرچ کر دینے کے خُو اپنائی، لنگر کا مسلسل جاری رہنا کہ اس در سے کوئی بھوکا نہ جائے، غرباء و فقراء کا ان کی حیثیت کے مطابق خیال رکھنا، علماء و فضلاء اور اہل علم کو جی بھر کے نوازنا، اس حوض کے فیض کی مختلف ٹونٹیاں تھیں۔

تعلق ہے میرا اہل نظر کے اس قبیلے سے
خدا کو جس نے پہچانا محمد کے وسیلے سے

اگر کسی کو یقین کامل ہو جائے کہ مجھے ایک سو روپے کے بدلے آج ہی شام کو پانچ سو مل جائے گا تو وہ کبھی احمقوں کی دنیا میں قدم نہ رکھے گا بلکہ سو سو کے جتنے نوٹ اس کی جیب میں ہوں گے ان سب کو پیش کر دینے میں بھی کوتاہی نہ کرے گا۔ اسی طرح اگر کسی کو یقین ہو جائے کہ ایک جان دے کر مالک سو جان عطا فرما دیتا ہے تو وہ ایک جان کو، فانی جان کو کیوں سنبھال سنبھال رکھے گا بلکہ وہ تو ایسی ہزاروں جانیں نچھاور کرنے کا حریص ہو گا۔

زر مال زمینی دے کے اک جان کمینی دے کے
چُم قدم شیرینی دے کے اساں جان جہان تو پایا

آپ نے محسوس فرما لیا تھا کہ اس کے حضور جان پیش کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ ہر سال مسلسل حج کی سعادت حاصل کرنے کے بہانے اس کے گھر میں اس کے حضور حاضر ہونے والے، آج جان اس کے سپرد کرنے، بیماری کے بہانے شیخ زید ہسپتال جا پہنچے۔ چند ماہ پیشتر اپنے باکرامت صاحبزادے حضرت پیر سید کرامت علی شاہ صاحب کی دستار بندی فرمائی، عقل مند را اشارہ کافی

Marfat.com

است یہ اقدام اہل نظر کی نظر میں کھٹکا، وہ اشارتاً محسوس کر گئے کہ کچھ ہونے والا ہے۔ آخر شیخ زید ہسپتال ہی میں ۲۸ دسمبر ۲۰۰۵ء کی شام کو سورج غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعونo

ان فضائل و کمالات کی برکھا ان افراد نے برسائی جن کے دلوں میں انہوں نے اپنے گھر بنائے ہوئے تھے بلکہ ان کے وصال کے بعد ان گھروں میں ڈیرہ اور پکا ہوگیا ہے۔ مجھے دوستوں نے بتایا کہ اب تو اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب بھیگی راتوں کے آخری لمحات ہوتے ہیں۔ ان کی یاد چپکے چپکے آ کر دل کی کنڈی کھٹکھٹاتی ہے اور آپ کی باتوں کا آہنگ آنکھوں سے آبشاریں رواں کر دیتا ہے اور یوں صدیاں بیت جاتی ہیں۔ ورنہ مجھے تو آپ کی پیاری صحبت کا فیضان حاصل کرنے کا صرف ایک بار شرف حاصل ہوا، عرس مبارک کی تقریبات تھیں۔ چند علماء و فضلاء کے جھرمٹ میں ایک ''بہروپیا'' بھی شامل ہوگیا۔ وہ میرا اصل روپ یقیناً جانتے ہوں گے لیکن کمال شفقت کہ جس طرح اہل علم اور اہل نظر کو نوازا، اسی انداز سے اس بہروپیے کو بھی فیض رسانی سے محروم نہ رکھا۔

صرف اتنا یاد ہے دیکھا تھا ان کو ایک بار
زندگی بھر میری آنکھوں سے اجالا نہ گیا

✽ ✽ ✽

Marfat.com

استاذی المکرّم مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ

جامعہ نظامیہ رضویہ اندرن لوہاری گیٹ لاہور

تو گلشنِ حیات سے ایسے گلوں کو چُن
کہ ہر نظر داد دے تیرے انتخاب کی

اچھوں سے دوستی بھی ...... ایک ایسی نیکی ہے ...... جس کے اثرات حشر تک ساتھ جاتے ہیں ...... حضرت شیخ سعدی کی شہادت گواہ ہے۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں رابہ نیکاں بہ بخشد کریم

ظفر چشتی کی قسمت جاگی ...... کہ مجھے اوائل عمری ہی میں بیدار دل رکھنے والوں کی صحبت نصیب ہوئی ...... بیدار دل لوگ ...... سو بھی جائیں ...... تو سوتوں کو جگاتے رہتے ہیں ...... ایسے بیدار دل سوئے ہوئے لوگوں پر لاکھوں کروڑوں رحمتوں کا نزول ہو ...... یہ اس دور کی بات ہے ...... جب سیدی و آقائی حضرت شیخ الحدیث شارح بخاری مولانا غلام رسول صاحب رحمتہ اللہ علیہ جامع نظامیہ رضویہ اندرون لاہوری دروازہ لاہور میں جلوہ افروز تھے ......

بارِ الٰہ میری زباں پہ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

Marfat.com

جب طرح دار دستار مبارک بسطۃ فی العلم والجسم پر سجتی تو حسن کی بھوکی نظروں کے جگر، ٹھنڈے ہو جاتے ...... دل سیر ہو جاتے ...... میرے محسن و مربی حضرت علامہ حافظ محمد علی پسروری رحمتہ اللہ عیلہ صدر مدرس جامعہ حزب الرسول شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ جب لاہور تشریف لائے اور جامعہ نظامیہ میں مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے ...... تو راقم بھی اسی کریم کے ساتھ جامعہ نظامیہ میں داخل ہوا ...... مجھے انہی دنوں حضرت قبلہ شیخ الحدیث مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔

رنگ خورشید، مہک، چاند، چنبیلی میری
کتنے خوابوں سے مزین ہے حویلی میری

سلم العلوم کے اسباق پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ...... مزاج میں سختی تھی ...... لیکن صرف مزاج کی حد تک...... شقاوت قلبی تک نہیں...... ان دنوں احساس ہوا ...... کہ کوئی سمجھانے والا موجود ہو ...... تو دریائے نیل بھی سمجھ جاتا ہے...... کسے پار لگانا ہے...... اور کسے ڈبونا ہے...... لوہا سمجھ جاتا ہے ...... کس کے ہاتھ میں نرم ہوتا ہے...... اور کس کے ہاتھ میں سخت ...... لکڑی کے تھم کو ...... استن حنانہ کو ...... رونے کا سلیقہ آجاتا ہے...... پتھر بولنے لگتے ہیں ...... بلکہ ہر چیز انسان کی طرح ...... ہاں ہاں ...... انسان کی طرح ...... بلکہ اس سے بھی بہتر ...... سمجھنے لگتی ہے ...... اگر نہ سمجھے ...... تو انسان بھی قسوۃ قلبی کا شکار ہو جاتا ہے...... حالات نے کروٹ کھائی ...... بے وفا وقت نے ...... ہمارے سر سے وہ چھتری ...... اتار دی ...... جس کے سائے میں ٹھنڈی چھاؤں کے مزے لیتے تھے ...... استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا حافظ محمد علی صاحب رحمتہ اللہ

Marfat.com

علیہ عالم شباب میں ہم سے روٹھ کر چلے گئے...... انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر نہ جانے کیا ہوا...... کہ ہم بھی جامعہ نظامیہ سے جامعہ نعیمیہ کو انتقال فرما گئے...... لیکن مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ کی شفقتوں کی ٹھنڈی پھوار میرے ساتھ ساتھ رہی اور اپنی محبتوں سے بھگوتی رہی......

یہ ان کی کرم نوازی ہے وہ میری نظر میں رہتے ہیں
وہ آنکھوں میں میری رہتے ہیں وہ دل اور جگر میں رہتے ہیں

میں اپنی پہلی کتاب ''جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے'' لے کر حاضر ہوا...... تو جیسے فرحت و مسرت سے اچھل پڑے...... پیار کیا...... سینے سے لگایا...... دعائیں دیں اور قلم کو تیز سے تیز تر کرنے پر انگیخت کیا...... بعد میں اپنی نگارشات گاہے گاہے لے کر حاضر ہوتا...... دعاؤں کی باد صبا مجھے اس سفر پر گامزن رہنے پر اکساتی رہی۔

ڈھونڈ رہے ہیں اب تک اس کی تعبیریں
ہم نے بھی اک پیار کا سپنا دیکھا تھا

ظاہری اور مادی گندگی کی بو کے اثرات زیادہ دور تک نہیں جاتے، زیادہ سے زیادہ قرب و جوار کی گلیوں اور بازاروں تک کو متعفن کرے گی...... لیکن باطنی گندگی کی بو تو عرش اعظم تک رہنے والی مخلوق کو متعفن کر دیتی ہے...... جیسے ہم بدبودار چیز سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں...... منہ بسورتے ہیں...... نفرت کا اظہار کرتے ہیں...... منہ اور ناک پہ رومال رکھ لیتے ہیں...... ایسے باطنی گندگی کی بدبو سے پھیلی گندگی سے اہل عرش بھی نفرت کا اظہار کرتے ہیں...... وہ لطیف مخلوق ان نفرتوں میں ڈوب کر لعنتوں اور پھٹکار کی پھنکاریں پھینکتے

Marfat.com

رہتے ہیں...... اولئک علیھم لعنۃ اللہ وَالملئکۃ والناس اجمعین

قرآن اور صاحب قرآن ﷺ یہی ہماری ظاہری و باطنی گندگیوں کو صاف کرنے کے لیے ویزکیھم کے تاج پہن کر تشریف لائے تھے...... ان کی تطہیر اور تزکیہ سے پاک ہونے والے بھی پورے جہان کو معطر و معنبر کر گئے ...... مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ اس چمن سے قرآن و صاحب قرآن کے چمن سے ...... مطہر و مزکی ہوکر میرے اور تیرے ذہن و فکر کے گھروندوں کو معطر و معنبر فرماتے رہے......

خوشبو ہے کہ اب تک نہیں جاتی میرے گھر سے
اک شب کوئی مہمان میرے گھر میں رہا تھا

موت ہر انسان کے ساتھ وہی سلوک کرتی ہے...... جس کی وہ موت سے توقع رکھتا ہے ...... جو اس کو دوست سمجھتا ہے وہ اس سے دوستوں جیسا سلوک کرتی ہے ...... اور جو اس کو دشمن سمجھتا ہے...... وہ اس سے دشمنوں کا سا سلوک کرتی ہے...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرشی مخلوق کے ایک ذمہ دار نمائندہ عزرائیل کو یہی بات سمجھانے کے لیے چپت رسید کی تھی ...... کہ ہم موت کو موت نہیں سمجھتے...... اگر ہمارے پاس آنا ہے تو یہ تمیز برقرار رہنی چاہئے کہ دوست کو دوست سے ملانے والی شئے بھی دوست ہوا کرتی ہے...... اس لیے اِس پل پر چڑھتے ہوئے دیدار محبوب کی خاطر جلوۂ طور جیسے ہزاروں جھٹکے برداشت کرنے کو تیار ہیں ...... اس روش پہ چلنے والے اور کوہ طور کے جلوؤں میں چمکنے والوں سے مستفید ہونے والے ...... کب موت کو غیر سمجھتے ہیں ...... وہ کب اس سے ڈرتے ہیں...... بلکہ وضو کرتے ہیں ...... مالک کے حضور سر

Marfat.com

جھکاتے ہیں ...... اس کی رفعت و عظمت کے گیت گاتے ہیں...... اپنے عجز و انکسار کا اظہار کرتے ہیں...... اور اپنی جان ...... جان آفریں کے سپرد کر دیتے ہیں ...... جس نے اپنے آخری لمحات میں بھی آخری سجدہ تک قضا نہ ہونے دیا ...... اس کے کردار سے ظاہر ہے ...... اپنے خالق و مالک اور محبوب کے جلوں کی تابانیاں حاصل کرنے کے لیے پوری زندگی اپنے فرض کی ادائیگی سے کبھی کوتاہی نہ کی ہوگی۔

کیا لوگوں نے سمجھا ہے کیا لوگوں نے جانا ہے
ان خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

کہتے ہیں ...... آپ مغربی ممالک کے سفر میں تھے ...... منزل کی تلاش تھی ...... اجنبی راستے ...... اجنبی لوگ...... اجنبی زبان ...... ایسے میں منزل پر پہنچنا...... آسان نہیں ہوتا...... ڈوبنے والا ایک تنکے کا سہارا بھی...... انتہائی غنیمت سمجھتا ہے...... ایسے میں ایشیائی مخلوق کا ایک نمائندہ ...... ایک سکھ ادھر سے گزر رہا تھا...... ساتھیوں نے عرض کیا: حضور اس سکھ سے راستہ پوچھ لیں...... آپ نے فرمایا: جو خود بھٹکا ہوا ہے...... اس سے راستہ کیا پوچھنا...... راستہ...... تو راستہ جاننے والے ...... یا اس راستے پر چلنے والے ہی بتا سکتے ہیں ...... **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم** ...... کے پیش نظر کسی راستہ داں ہی سے راستہ پوچھنا چاہئے ...... مغضوب و ضال سے راستہ پوچھ کر اندھے گڑھے میں گرنا ہے۔

میں پوچھتا ہوں ...... کہ اس سفر میں ...... کسی ضال اور مغضوب سکھ سے راستہ نہ پوچھ کر ...... وہ کوئی بھٹک گئے تھے...... نہیں! وہ پھر بھی منزل پر پہنچ

Marfat.com

گئے ...... کہ سورۂ فاتحہ کی دعا سکھانے والا ان کے ساتھ ساتھ تھا......

موت ایک آئینہ ہے...... اگر اس آئینے کو دیکھنے والا ...... خوبصورت ہے...... صاف ہے...... پاک ہے...... طاہر ہے...... مطہر ہے...... تو آئینہ دیکھتے ہی خوش ہوجائے گا...... اس لیے کہتے ہیں...... ''چوں مرگ آید تبسم برلب اوست'' یعنی جب موت آتی ہے...... تو تبسم اس کے لبوں پر کھیل رہا ہوتا ہے...... اور اگر کسی بدصورت نے آئینہ دیکھ کر اس پر تھوک دیا تھا...... تو آئینے نے اسے ٹھیک جواب دیا تھا کہ اس میں میرا کیا قصور ہے...... یہ بھدا پن تو خود تیرا اپنا ہے...... کون کہہ سکتا ہے کہ مفتی صاحب کے تقدس ...... پاکیزگی...... طہارت...... مستقل مزاجی...... ثابت قدمی...... تدریس و تعلیم قرآن و حدیث...... عشق رسول کریم ﷺ زبان و دل کی رفاقت کی علمبرداری کے ضامن ...... مفتی صاحب کو موت خود کتنی حسین لگی ہوگی کہ ہزاروں لاکھوں چاہنے والوں کو روتا...... اشک بہاتا...... نوحہ کرتا چھوڑ کر تشریف لے گئے ...... اور پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔

میتھوں اوہ دکھ ہو کے وی دکھ ہویا نہیں
اکھیاں دے وچہ رہندی اے تصویر اجے

* * *

Marfat.com

ہوالنعیم

حضرت قبلہ مفتی اعظم محمد حسین نعیمی رحمتہ اللہ علیہ جامعہ نعیمیہ لاہور

طب ہر طرح کے جنون کا علاج کرسکتی ہے لیکن عشق کے جنون کا اس کے پاس کوئی علاج نہیں۔ یہ وہ بیماری ہے جو اگر کسی طبیب کو بھی لگ جائے تو وہ اپنی ساری طب کی کتابیں، اپنے سارے نسخے اور ساری حکمتیں اپنے خون کے آنسوؤں سے دھو کر پی جائے۔ صاحب عشق چاند کی طرح ہمیشہ اپنے محبوب ومطلوب سورج کے پیچھے پیچھے ہی رہتا ہے کہ چاند کو ہمیشہ آفتاب کے پیچھے ہی رہنا ہوتا ہے اور وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے دور نہیں رہ سکتا۔ عشق محبوب الہٰی کے جس پیکر جمیل مفتی **محمد حسین نعیمی** رحمتہ اللہ علیہ کو چند حروف، چند سطور اور قرطاس کی بیاض کا نذرانہ پیش کرنے چلا ہوں۔ اس کو دیکھنے جب گھر سے چلا تھا تو ایک نور کو دیکھنے نکلا تھا۔ جب اسے قریب سے دیکھا تو معلوم ہوا وہ نور علی نور ہے۔ قرب و جوار کا جائزہ لیا تو اس چاند کی پھوار میں ڈوبا ہوا ایک ہجوم بے کراں تھا لیکن وہ سب سے بے نیاز اپنے ہی آفتاب کے پیچھے چلتا رہا۔ مست و بے خود، مسند ارشاد پر ہے تو امعان نظر سے چنے موتی بکھیرتا جاتا ہے۔ مسند افتاء پر ہے تو قانونی باریکیوں

Marfat.com

کی اتھاہ گہرائیوں سے ہیرے لوٹاتا جاتا ہے۔ گفتگو میں ایک نئی راہ نکلتی ہے۔ کیوں نہ ہو جو شخص سمندر کے خزانوں سے واقف ہوجاتا ہے وہ کسی بھی سخاوت سے گریز نہیں کرتا۔ عارف کا دل ہر وقت فیض رسانی کرتا رہتا ہے، اس کے گھر کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔

مفتی محمد حسین نعیمی بظاہر بے سروسامان تھے، کبھی ٹوٹی پھوٹی سائیکل پر گھومتے نظر آتے تو کبھی کسی درویش طالب علم کے پیچھے کیریئر پر بیٹھے نظر آتے لیکن ہر تعمیری کام میں سب سے آگے۔ پہلی صف میں، صلح و آشتی کا پیامبر، ہر ایک کو سینے سے لگانے والا، دنیاوی کاروبار کے لیے سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن چوکھٹ زرکو پائے حقارت سے ٹھکرانے والا یہ فقیر سادگی کا پیکر حسین، دنیاوی سرمائے سے نظریں چرائے اپنے محبوب و مطلوب ﷺ کی دھن میں آگے ہی آگے بڑھتا رہا۔ اس نے پیچھے مڑ کر کبھی دیکھا ہی نہیں کہ سب کچھ تو اس کے پیچھے ہے۔ دولتوں، ثروتوں اور سیم و زر کے انبار لوگ جھولیوں میں ڈالے منتیں کرتے پھرتے ہیں اور وہ مرد قلندر اپنے ہی عشق میں ڈوبا منزل عشق و مستی کی آخری انتہا کو چھو رہا ہے کیونکہ وہ اپنے خریدار کی عادت سے واقف تھا۔ ہاں وہ خریدار جو ناقص اعمال کے عوض نور عطا فرمانے والا ہے ﷺ فانی جسم خرید کر ابدی سلطنتیں عطا کرنے والے ہیں۔ چند آنسوؤں کے عوض حوض کوثر بخشنے والے ہیں۔ اس لیے وہ سب سے بے نیاز انہی کے عشق میں ڈوبتے چلے گئے۔ محض فلاسفر کی طرح غور کرنا تو ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا ہوتا ہے جبکہ روح کے سیلاب کی موجیں طوفان نوح سے بھی تیز ہوتی ہے۔

Marfat.com

میرا وجدان کہتا ہے کہ مفتی صاحب اس راز سے آشنا تھے کہ بندے کو بندگی سے کام ہے۔ اس کے مقبول یا مردود ہونے سے اس کو کیا غرض، یہی وجہ ہے کہ ان کی ہر ادا کا مرکزی نقطہ عشق مصطفیٰ ﷺ تھا، فلسفوں کی گتھیاں سلجھانے میں بھی اسی پر نظر، علوم کلام و بیان پر گفتگو کا ماحصل بھی اس کی ذات، شرافت، ونجابت کے لباس میں ملبوس ہونا بھی اس کا عکاس و مظہر، بلبل جو پھول پر زور زور سے نعرے لگاتی ہے تو اس کا مفہوم بھی یہی ہوتا ہے کہ تماشائی اس کے نعروں میں گم ہوجائیں اور خود اکیلی اپنے محبوب گل کے جلوؤں میں گم رہے۔

حضرت حق کی رحمت کے خزانے بسااوقات ان لوگوں کے پاس ہوتے ہیں جو بظاہر معمولی نظر آتے ہیں۔ اجنبی مفتی صاحب کی پہچان کے لیے موٹے سے موٹے شیشوں والی عینک لگا کر بھی آپ کو پہچان نہ سکتا تھا کہ ''مفتی اعظم پاکستان'' ایسے ہوتے ہیں۔ سورج دنیا کی نظروں سے تھوڑی دیر کے لیے اس لیے روپوش ہوجاتا ہے کہ چمگادڑیں تھوڑی دیر کے لیے اُڑ لیں لیکن چند ساعتوں کے بعد وہ مطلع تاباں سے پھر طلوع ہوجاتا ہے کہ کہیں ستارے غرور و تکبر کی وجہ سے دوزخی نہ ہوجائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اجنبی جب مفتی محمد حسین نعیمیؒ کو پہچان لیتا تو آفتاب علم وفضل، ''ان الابرار لفی نعیم'' کے گہرے عمق سے یوں چمکتا دمکتا نکلتا کہ ہزاروں چاند ستاروں کی پیشانیاں اپنی چاندنی کی حالت میں ڈوب ڈوب جاتیں۔

عوام جس چیز کو صرف آئینے کی مدد سے ہی دیکھ سکتے ہیں، صاحب

Marfat.com

بصیرت اسے پتھر میں بھی دیکھ لیتا ہے، لذت ذائقہ سے آشنا پانی کے ایک قطرے سے ہی دریا کے پانی کا مزہ معلوم کرلیتا ہے۔ قانون فطرت کے مطابق اعلان کرتے کرتے موت کا گلا بیٹھ گیا۔ اس کا نقارہ بجتے بجتے پھٹ گیا۔ لیکن میں نہ سن سکا اور دنیا کی تاریکیوں میں کھو گیا اور وہ دنیا کی تمام تر رعنائیوں سے منہ موڑ کر ابدی زندگی کی طرف چل دیئے۔ دنیا کے مصائب برداشت کرنا آسان ہیں کہ ساتھ ہی ختم ہو جائیں گے۔ لیکن محبوب کی دوری کے مصائب تو دائمی ہیں اس لیے محبوب کو ملنے میں جلدی میں تھے، جلد ہی چلے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ کاغذی پیرہن میں لپیٹے چند حروف اگرچہ بے جان ہیں لیکن وہ جانِ جاں ﷺ پر جان فدا کرنے والا ہی ہمارے بے جان حروف کی جان ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف
خدا رحمت کند آں پاک بازو پاک طینت. را

✿ ✿ ✿

☆ وہ ذاتِ کریم جو ایک اچھی خوشبو، یمن سے سونگھ لیتی ہے، وہ میرے اور تیرے باطن کی بُو کیوں نہ سونگھ لے گی۔

☆ بڑے بڑے دنیا داروں کے ساتھ دنیا نے غداری کی ہے۔

☆ بدکار، اگر اچھا لباس پہن بھی لے، اُسے پھر بھی سکونِ قلب نصیب نہیں ہوتا۔ نیک شخص گدڑی میں بھی باغ باغ نظر آتا ہے۔

Marfat.com

دل کی دنیا کے راجے

استاذ العلماء مفتی اعظم پاکستان **مفتی محمد حسین نعیمی** رحمتہ اللہ علیہ

مخبر صادق ﷺ کی خبر دینے والے، پاک لوگ، پاک لوگوں کی بات، ان کا ذکر، ان کا خیال، ان کا تصور سب پاک کان، سن کر خوش ہوں تو کان پاک، زبان، خوش ہوکر بیان کرے تو زبان پاک، دل میں رکھے تو دل پاک، نگاہ میں رکھے تو نگاہ پاک، یہ پاک لوگوں کی باتیں ہیں پاک کرنے والی باتیں ہیں کہ ان کی صفت **ویز کیھم** ہے۔

ان کی خاطر تارے خود ہی جھک آتے ہیں
ورنہ ہم کب تاڑے توڑ کے لا سکتے ہیں

یہ **1964**ء کے زمانے کی کہانی ہے۔ یہ کہانی میرے دل کی دھڑکن ہے اور میری ہی زبانی ہے۔ کیا خبر تھی یہ کہانی چالیس سال بعد مجھے خود ہی لکھنی پڑے گی لیکن اگر کہانی دلنواز ہو، دلفریب ہو، دل کو لبھانے والی ہو، دل میں گھر کرنے والوں کی کہانی ہو تو اس کے بیان میں کیا قباحت ہے۔

جامعہ نعیمہ کی عمارت ایسی نہیں تھی جیسی اب ہے۔ عید گاہ تھی بہت بڑی، سادہ سی، اس سادگی میں بھی ایک حسن تھا، جاذبیت تھی یقیناً اس لیے کہ ایک جاذب نظر شخصیت وہاں موجود تھی، سادہ سا سفید پاجامہ، بدن سے چپکی ہوئی شیروانی، چست بدن، پھریرہ جسم، قراقلی لیاقت کیپ، قد مبارک نہ لمبا نہ پست،

Marfat.com

پستی سے مکمل پاک، اور طوالت میں طول سے بچا ہوا۔

مسند تدریس سادہ نہ قالین نہ تخت نہ تاج، کبھی کرسی پر بیٹھے بیٹھے، کبھی چٹائی پر بیٹھے بیٹھے، جلدی سے آئے، بیٹھے، کتاب کے حاشیے پر اچٹتی سی نظر ڈالی، پھر رازونیاز کے سربستہ رازوں سے پردہ کشائی کانوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتی، ابھی تھوڑی دیر پہلے ہر طالب علم، آپ کے بروقت نہ پہنچنے پر شکوہ کناں، دل بھرا ہوا جیسے نہ جانے کیا طوفان برپا کردے لیکن علم وفضل کے موتی بکھیرنے والا ہر طالب علم کے ذہنی معیار کے مطابق موتی بکھیرنے لگا جن کو چُنتے چُنتے جی نہ بھرتا اور وقت ختم ہونے کا اعلان ہوتا، بس کا کا لوگ! باقی پھر کل سہی، ''تشنگی'' کل کا نام سن کر مزید بے کلی کا شکار کرجاتی۔

تقریر انتہائی مختصر اور خطبہ بھی مختصر، اردو طرز تکلم، کبھی کبھی پنجابی کا ایک آدھ فقرہ ایسے بول جاتے جیسے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے میں کسی نے گدگدی لے لی ہو، محفل قہقوں سے بچتی بچاتی مسکراہٹوں تک سمٹ جاتی، ہم ایک دوسرے کی طرف تبسم کناں دیکھتے رہ جاتے اور خود میر محفل بھی لطف لیے بغیر نہ رہتا۔

پان کی گلوری منہ میں، پان کی ڈبیہ شیروانی کی بائیں جیب میں، لیکن پان کھانے میں بھی ایک نفاست کا رنگ، نہ رال ٹپکے، نہ بات کرتے باہر نکلے، نہ لبوں کو سرخی لگنے دے، ایک بار گڑھی شاہو چوک میں جہاں اب بتی والا چوک ہے اور بہت مصروف چوک ہے اس زمانے میں دنیا کو اتنی فرصت نہ تھی، عین چوک میں جلسہ عید میلادالنبی ﷺ میں آپ نے تقریر شروع فرمائی، تقریر کے دوران ذرا مڑ کر دیکھا، میں جلدی سے اٹھا، سامنے پان والی دوکان پر عبدل کے پاس گیا، پیلی پتی اور تمباکو کا پان جلدی سے بنوایا، جلدی سے لاکر تقریر کے

Marfat.com

دوران ہی پیش کردیا۔ آپ کے دیکھنے پر جو لذت مجھے محسوس ہوئی اور جو مزا مجھے آیا وہ شاید آپ کو پان کھانے میں بھی نہ آیا ہو۔ آپ نے منہ میں ڈالا اور تقریر جاری رکھی، بعد از فراغت، کرم کی توجہ فرمائی، فرمایا: کاکا! تجھے کیسے پتہ چلا کہ پان کی طلب ہے، میرے پاس اس کا کوئی جواب، سوائے ہلکی تشکرانہ مسکراہٹ کے اور کچھ نہ تھا۔ آپ کے چہرے کی مسرتوں کی بہار نے میرے انگ انگ کو بھگو کر رکھ دیا اور وہ لطف میں آج بھی اسی طرح محسوس کرتا ہوں جیسے ابھی کل کی بات ہو۔

؎ خاورؔ اس شخص کی اک اور صفت بھی ہے عجیب
جس کو چھو جائے اُسی سنگ سے خوشبو آئے

ساری زندگی خطبہ جمعۃ المبارک جامع مسجد چوک دالگراں میں پڑھایا، نہ تصنع نہ بناوٹ، نہ طرز نہ ترنم، جن کے دل رازوں سے پُر ہوتے ہیں وہ رازوں سے پردہ کشائی کرتے ہیں تو ملمع سازی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ دل کے راز سمجھنے والے پروانوں کی صورت میں جمع ہوجاتے اور مختصر خطبہ میں حاضرین کو لوٹ پوٹ کردیتے۔

؎ میرے خیال نے جتنے بھی لفظ سوچے تھے
تیرے مقام اور مرتبے سے چھوٹے تھے

فقیر، اپنی فقیری میں مست نہ ہو تو وہ فقیر ہی نہیں، جو فقیر شہنشاؤں کے چرنوں میں بیٹھنا پسند کرے، جی حضوری کے صدقے عزتیں پائے، شاہوں کے تاج دیکھ کر اس کی للچاہٹ مزید چمکے، اس کی چکاچوند سے منہ سے رال ٹپکے، درباروں کے چکر لگائے، ممکن ہے وہ بہت کچھ ہو، چودہ طبق اس کے

Marfat.com

سامنے روشن ہوں لیکن سچی بات ہے وہ فقیر نہیں گداگر ہے۔ میرے ممدوح مفتی محمد حسین نعیمی گداگر نہیں تھے، وہ فقیر تھے اور فقیر بھی وہ جو تخت سکندری بھی نذر میں ملے تو اس پر کڑوی کسیلی اور بدمزہ کونین کی گولی کی طرح تھوک کر رکھ دے۔

کوئی شاہکار ایسا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

آپ نے اس فقیری میں بادشاہی کی ہے۔ اس فقیر کے سامنے فرعونوں کے دل کانپتے تھے، وہ وقت جب دنیا دعائیں مانگتی تھی کہ اے صدر ایوب بخشنے والے! صبر ایوب بھی عطا فرما، تو وہ اس وقت بھی اس کی غیرت کو للکار رہے تھے۔ جب لڑکیوں کی ہاکی ٹیم تیار ہوئی اور بیرون ملک کھیلنے کے لیے بھیجنے کے منصوبے مکمل ہو چکے تو ملتان ''آل پاکستان سنی کانفرنس'' کے فقیدالمثال اور عظیم اجتماع میں یہی فقیر للکارنے والا تھا اور صدر ایوب کی غیرت جگانے والا تھا۔ بالآخر صدر ایوب نے ہاکی کھیلنے والی لڑکیوں کا وفد بیرون ملک بھیجنے سے توبہ کی۔

کاش بعد کے حکمرانوں کو ان کی غیرت جگانے والا کوئی فقیر ایسا ہو جو ان کے دلوں کے ویرانوں میں غیرت ایمانی کے گلزار کھلا دے۔

؎ جہاں پاؤں کبھی ڈالے تھے اس نے
وہاں پانی سنہرا ہو گیا ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک عشق حقیقی ہوتا ہے اور ایک عشق مجازی ہوتا ہے۔ ہوگا ان کا کوئی تجربہ، لیکن میرے نزدیک عشق صرف عشق ہی ہوتا ہے جس کسی سے ہو جائے، مجاز ہی حقیقت بن جاتی ہے۔ بشرطیکہ عشق ہو، قبلہ مفتی

Marfat.com

''محمد حسین نعیمی'' کو عشق تھا۔ اب آپ پوچھیں گے کس سے؟ میں کہوں علم سے، یہ بھی مجاز ہے۔ میں کہوں اہل علم سے یہ بھی مجاز ہے، میں کہوں جامعہ کے طلباء سے یہ بھی غیر سے عشق ہے، میں کہوں جامعہ کے علماء سے، جامعہ نعیمیہ سے، سادگی سے، وطن سے، اہل وطن سے، متانت سے، سنجیدگی سے، قول و قرار سے، تحریر سے، تقریر سے، تقدیر سے، کس کس کا نام لوں جس کا نام بھی لوں اُن سب سے عشق تھا۔ اور وہ ہر چیز مجاز ہی تھی۔ کیا واقعی ان جملہ اشیاء سے عشق مجازی ہی ہے؟ نہیں بلکہ اے کاکا لوگو! یہ عشق ہی عشق حقیقی تھا۔ اس عشق حقیقی نے تو ان کی زندگی امر کر دی تھی۔ وہ عاشق حقیقی، ایسا عاشق حقیقی تھا اس کی نظر میں مجاز کا تصور ہی مٹ گیا تھا۔ بلکہ اپنے ذاتی وجود کی حیثیت کو بھی مٹا دیا تھا۔ کہ عشق میں اپنی حیثیت مٹانا پہلا سبق ہے کوئی اجنبی آجائے اور بھری محفل میں ہزار بار مفتی صاحب کو پہچاننا چاہے تو نہیں پہچان سکتا تھا۔

لوگ آتے، کشاں کشاں مفتی صاحب سے ملتے، نہ جانے ان کے ذہن میں ایک مفتی صاحب کے وجود کا کیا تصور ہوتا ہوگا، جُبہ و دستار، تسبیح و مصلی، میز پر کتب کا انبار، وقار و تمکنت، رعب و دبدبہ، کچھ کچھ ماحول سے اجنبیت، سب سے الگ تھلگ، بڑا سا گاؤ تکیہ، ٹیک لگائے، موٹے موٹے شیشوں والی عینک، ان تصورات میں، اجنبی ایک ہیولیٰ، ایک پیکر جمیل، تراش کر کے، عقیدت و محبت ۔کے گجرے پیش کرنے کے لیے آتے ہیں۔ جامعہ کی عمارت کی عظمت، وسعت اور حسن کی مرعوبیت میں گم ہوکر جامعہ میں ایک اجنبی سا خوف، دل میں لیے داخل ہوتے ہیں اور ایک مزدور سے پوچھتے ہیں: مفتی صاحب کہاں ہوں گے، مجھے ان سے ملنا ہے۔ مزدور ہاتھ میں کانڈی لیے،

Marfat.com

بجری، سیمنٹ، ریت پانی کا ملغوبہ تیار کر رہا ہے اور کہتا ہے: آپ دفتر میں بیٹھیں، ابھی آتے ہیں۔ مزدور نلکے کی نالی سان پر کس کر، اس میں چوڑیاں ڈال رہا ہے۔ مزدور دوسرے راجوں اور مزدوروں کے ساتھ یوں مصروف ہے جیسے خبر ہی نہ ہو کہ وہ مسند علم وفضل کا بادشاہ بھی ہے۔ وہ تھوڑی دیر میں ہاتھ دھوتا، قمیض سے ہاتھ صاف کرتا، داڑھی پر ہاتھ پھیرتا، اِدھر اُدھر نگاہ رکھتا اجنبی کے سامنے دفتر میں کرسی پر آکر بیٹھ جاتا ہے۔ جی فرمایئے! جی مجھے مفتی صاحب سے ملنا ہے۔ ہاں فرمایئے۔ جی نہیں، دراصل مجھے اصل مفتی صاحب سے ملنا ہے جو مفتی محمد حسین نعیمی صاحب ہیں ناں، مفتی صاحب، اس جامعہ کے بڑے مفتی صاحب۔ جاننے والے پاس بیٹھے ہوئے اُسے بتاتے ہیں: یہی مفتی محمد حسین نعیمی صاحب ہیں تو اجنبی حیرت و استعجاب کے ایک بہت بڑے سمندر میں گر جاتا ہے، نہ جانے اس سمندر سے خود کو نکالنے میں اُسے کتنی دیر لگ جاتی ہو۔

اے میرے دوست! سچ سچ بتا، ایسے واقعات و حادثات، جامعہ نعیمیہ کی وسیع عمارت میں اور جامعہ کے دفتر میں اکثر نہیں ہوتے تھے، یقیناً ہوتے تھے۔ اجنبی دیکھتا ہی رہ جاتا ہے کہ بڑے اور اصلی مفتی صاحب ایسے ہوتے ہیں۔ ہاں! اصل مفتی صاحب جو ہوتے ہیں، وہ ایسے ہی ہوتے ہیں ایسے لوگ ہی دلوں میں گھر کرنے والے ہوتے ہیں۔

کعبہ نہیں کہ ساری خدائی کو دخل ہو
دل میں سوائے یار کے کسی کا گذر نہیں

مسند علم و ارشاد، تعلیم و تدریس، تبلیغ و دعوت اگرچہ مسند انبیاء واولیاء ہے

Marfat.com

اور بہت ہی عظیم مسند ہے۔ اس کی عظمت اپنی جگہ، لیکن اس مسند پر بیٹھنے والا آرکیٹیک بھی ہو، وہ پلمبر بھی ہو، وہ معمار بھی ہو، وہ سیاست دان بھی ہو، وہ معاشرتی زندگی کا قابل فخر فرد بھی ہو، وہ تمدنی دنیا کا حیرت انگیز ماہر بھی ہو، یہ اجتماع اضداد نہیں، قدرت کی تخلیق کی نُدرت ہے کہ مفتی محمد حسین نعیمی مدرس بھی ہیں، معلم بھی ہیں، مبلغ بھی ہیں، داعی الی الخیر بھی ہیں، نہی عن المنکر بھی ہیں، محدث اعظم بھی، مفسر قرآن کریم بھی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بہترین آرکیٹیک بھی ہیں۔ یقین نہ آئے تو جامعہ نعیمیہ کی عمارت اور خصوصاً لائبریری کا وسیع و عریض ہال جس کی چھت میں لوہا استعمال ہی نہیں ہوا، وہ دیکھ کر بڑے بڑے آرکیٹیک حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ وہ پلمبر بھی ہیں جامعہ میں اور مسجد میں، وضو گاہ کی کون سی وہ ٹونٹی ہے جسے مفتی صاحب کے ہاتھوں کے لمس نے مقدس نہ بنا دیا ہو۔ وہ کون سے پائپ کا جوڑ ہے جس کی چوڑیاں مفتی صاحب نے خود نہ ڈالی ہوں۔ وہ معمار بھی ہیں شاید ہی محروم قسمت کوئی اینٹ ہوگی جس کو مفتی صاحب نے سیدھا نہ کیا ہو۔ آپ بہترین سیاستدان بھی ہیں، مورخ، پاکستان میں اٹھنے والی کسی بھی مذہبی یا سیاسی تحریک کا نام تلاش نہ کر سکے گا جس میں مفتی صاحب بلاواسطہ شریک نہ ہوئے ہوں اور پھر پورا رول ادا نہ کیا ہو، وہ چارٹرڈ کاؤنٹینٹ بھی ہیں۔ جامعہ نعیمیہ کے لاکھوں روپوں کا حساب کتاب ایک بہترین ناظم کی صورت میں رکھے ہوئے ہیں۔

وہ ایک عظیم باپ بھی تھے، پورے وطن میں جہاں تک نظر جاتی ہے پیران عظام ہوں یا محترم مشائخ حضرات، علماء و محدثین اور مفسرین ہوں یا خطباء و واعظین، ایک ہاتھ کی انگلیوں کے چند پوروں پر نام گنے جا سکتے ہیں۔ جن کی

Marfat.com

اولاد، اُن کے مشن کو زندہ رکھنے میں ان کی مسند کی صحیح طور پر اہل ثابت ہوئی ہو۔ مفتی محمد حسین نعیمیؒ کی ذات اُن چند ایک میں بھی سرفہرست نظر آئے گی۔

مصور نے عجب کھینچی تیری تصویر پھولوں میں
تیرے رُخسار اُن کی دیدنی سے یاد آتے ہیں

ملائشیا کا ایک وفد آیا۔ جامعہ نعیمیہ کی یہ وزٹ ملائشیا کے وزیر اوقاف کے ساتھ وہاں کے مشائخ و علماء بھی ہمسفر تھے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب نے ابھی پی ایچ ڈی کر کے ڈاکٹری کا تاج سر پر نہیں سجایا تھا۔ یہ بہت پہلے کی بات ہے۔ مجھے اغلب یقین ہے کہ مفتی صاحب ابھی حیات مستعار کا جامعہ اوڑھے ہوئے تھے لیکن جامعہ میں نہیں تھے۔ سرفراز نعیمی صاحب آگے بڑھے، استقبال کیا۔ سرفراز نعیمی کے ذہن میں ملائشیا کے اوقاف، علماء و مشائخ کا ایک تصور تھا۔ اس تصور کو سامنے رکھ کر آپ نے جامعہ کا تعارف عربی میں شروع کردیا۔ ترجمان (جو اُن کے ساتھ تھے) نے سرفراز صاحب کے کان میں کہا: یہ عربی نہیں جانتے۔ کوئی ایسا شخص ہو جو انگریزی میں بات کرے اور جامعہ کا تعارف کرائے۔ آپ نے اِدھر اُدھر نہیں دیکھا اور نہ کسی انگریزی بولنے والے سے، اس مشکل میں تعاون کی بھیک مانگی۔ اُسی وقت شُستہ اور نستعلیق قسم کی انگلش میں گفتگو شروع کردی۔ وفد کے اراکین کے لیے شاید یہ بات کوئی اچنبھے کی بات نہ ہو لیکن ہم جیسے جاہل مولویوں کے لیے تو واقعتاً حیرت زدہ کردینے والا واقعہ تھا۔

نظر آتا ہے کہ مستقبل پر نظر رکھنے والے اور مستقبل کی خبر رکھنے والے باپ نے اپنے بچوں کو کس انداز سے تیار کیا ہے۔ ہاں وقت کی ضرورت تھی جو

Marfat.com

ایک دور اندیش باپ کے ذمہ قرض تھی۔

میری آنکھیں وہ منظر بھولنے کے لیے ہرگز تیار نہیں جب آپ جامعہ سے مسجد چوک دالگراں جانے کے لیے کسی پرانی سی، پطرس بخاری والی مرزا صاحب کی سائیکل پر سوار ہوتے تھے۔ ہر روز اسی سائیکل پر آتے اور اسی سائیکل پر جاتے تھے۔ جی کرتا ہے

اونہاں راہواں دی مٹی چُمّن میریاں اکھاں

یہ سائیکل باوفا تھی۔ بیوفائی تو کتے کو بھی پسند نہیں، وہ بیوفا کیوں ہوتی۔ شملہ پہاڑی کے قریب مفتی صاحب نے اپنا نیا گھر بنایا۔ گورنر ہاؤس کو جانے والی سڑک نے ایسا گورنر کہاں دیکھا ہوگا جو دلوں کی دنیا کا صوبائی نہیں مرکزی اور وفاقی گورنر ہو اور سائیکل پر آتا جاتا ہو۔ راقم الحروف نے ایک بار جامعہ کے دفتر میں عرض کیا کہ حضور لوگ کہتے ہیں: مفتی صاحب مکر کرتے ہیں اور دکھاوا کرتے ہیں اور سائیکل پر آتے جاتے ہیں حالانکہ ایک خوبصورت کار بھی آپ کے پاس ہے جس پر کبھی کبھی سفر کرتے پائے گئے ہیں۔ ارشاد ہوا: کاکا! وہ صحیح کہتے ہیں لیکن غلط فہمی کا شکار ہیں۔ میرے پاس اپنی ذاتی سواری تو سائیکل ہی ہے البتہ اشارہ کروں تو یہاں دروازے کے سامنے کاروں کی لائنیں لگ جائیں۔

میں سوچتا ہوں اگر کبھی آپ کے اشارے میں کاروں کی لائنیں لگ جاتی ہوں گی تو وہ بھی حضور نبی رحمت ﷺ کے ہاتھوں قربان ہونے والے اونٹوں کی طرح جو ایک دوسرے کو دھکے دے کر خود آگے بڑھ کر پہلے قربان ہونا چاہتے تھے۔ کاریں بھی ایک دوسرے کو دھکے دیتی ہوں گی۔ کاروں والے بھی ایک دوسرے سے آگے بڑھ بڑھ کر کاریں پیش کرتے ہوں گے۔ حضور! ہمیں یہ اعزاز حاصل ہو،

Marfat.com

یہ بے جان سا اڑن کھٹولہ ترس رہا ہے جب آپ اس میں تشریف رکھیں گے تو یہ فراٹے بھرنے لگے گا۔ پھر نہ جانے کس کے نصیب جاگتے ہوں گے اور کون رشک بھری نگاہوں سے ترس ترس جاتا ہوگا اور کون سی کار اپنی قسمت پر ناز کرتی ہوئی ''یا علی'' کا نعرہ لگا کر آگے گزر جاتی ہوگی۔

یہ حسن والوں کا ہے کرشمہ، کہ بیچ مقتل
قتیل قاتل کو خود پکارے، خدا بچائے
میرا دل ان کے در پر مثل تیر جاتا ہے
بہتیرا قید کرتا ہوں بمع زنجیر جاتا ہے

جس آدمی کا نام میرے قلم کی نوک پر ہے اس کی مدح قیامت تک کرتا رہوں تو قاصر رہوں، میرا ابتدائی طالب علمی کا دور تھا۔ ان دنوں گندم کے تنکوں اور ناڑوں کو تراش خراش کر کے خوب صورت قطعات بنانے کا رواج تھا۔ گندم کی فصل کٹ رہی تھی میں اپنے گاؤں سے گندم کے تنکے اور بالیاں ساتھ لے آیا۔ دو تین گتوں پر کالا کپڑا چسپاں کیا اور ناڑ کے تنکوں کو کاٹ کر صاف کر کے کچھ لکھنا شروع کر دیا۔ میری سادگی دیکھیں، سمندر کے سامنے اپنی گاگر یہ تحفہ لے کر جا رہا ہوں اور سمجھتا ہوں میں نے یہ تحفہ بادشاہ کو پیش کر کے بڑا تیر مارا ہے۔ دو تین گتے لے کر حاضر ہوا، بادشاہ حسن و جمال نے بلکہ اس کے حسن کے سمندر نے میری ننھی سی گاگر یہ کی بہت ساری تعریف کر کے مجھے اپنی کم مائیگی کے احساس میں ڈوب مرنے سے خوب بچایا۔ فرمایا: اِن کے نیچے اپنا نام بھی لکھو اور "الجامعة النعیمیه" بھی لکھو۔ سارے راستے واپسی پر میرے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے، رات ہی رات میں ان قطعات پر "الجامعة النعیمیه" لکھا اور ظفر

Marfat.com

چشتی بھی لکھا اور صبح ہی لاکر پیش کردیا۔ آپ نے وہ قطعات اٹھائے، جامعہ نعیمیہ کے مرکزی دفتر میں اپنی مسند اور اپنی کرسی کے بالکل اوپر دیوار پر آویزاں کروا دیئے اور اس خاک کے ذرے کو عرش نشیں کردیا۔ وہ آج تک اسی دیوار کی زینت ہیں، کبھی آنا ہو تو آپ دیکھیں تو ایک قطعہ پر آپ کو یہ فقرہ لکھا ہوا ملے گا: ''زوال اُن لوگوں کا منتظر ہے جو اپنا کام دوسروں پر چھوڑ دیتے ہیں'' دوسرے قطع پر لکھا ہوا ملے گا۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضا محمد ﷺ

میں جب بھی دفتر میں آتا ہوں، دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں میں نہ جانے، کہاں سے ہیرے، جواہر، موتی ٹپک پڑتے ہیں اور ان پر نثار ہو ہو جاتے ہیں۔

دل کو تھاما: اُن کا دامن تھام کے
اپنے دونوں ہاتھ نکلے کام کے

حضرت رابعہ بصریؒ نے ایک شخص کو سر پر پٹی باندھے دیکھا تو پوچھا: خیر باشد پٹی کیوں باندھ رکھی ہے۔ اس نے جواب دیا: آج سر میں درد ہے۔ اسی لیے پٹی باندھ رکھی ہے۔ آپ نے فرمایا: جب کبھی درد نہیں ہوتا اُس آرام اور سکون کے دور میں کبھی شکر کی پٹی بھی باندھی ہے؟ ہم کم ظرف لوگ کیا جانیں، بے صبروں کو کون بتائے کہ مالک صبر کرنے والوں کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ بے صبرے لوگ اپنی بے صبری میں اور کچھ کھوئیں نہ کھوئیں، اپنے رب کی رحمت سے ضرور محروم رہ جاتے ہیں اس لیے وہ اور دکھوں میں گھر جاتے ہیں۔ کچھ یہی حالت اس راقم الحروف کی تھی۔ آلام و مصائب میں گھرا ہوا

Marfat.com

ہونے کے باعث اپنا تخلص ''مصائب'' رکھا ہوا تھا۔ صبر واستقلال کے پیکر جمیل، قبلہ مفتی محمد حسین نعیمی صاحب نے حوصلوں کی بیساکھیاں عطا کیں اور ''مصائب'' کے بجائے ''ظفر'' تخلص رکھا۔ الحمدللہ! آج یہی تخلص اپنی بہار پر ہے۔ خدا کرے میرے دل کے گھر سے اُن کی محبت کا قدم کبھی نہ نکلے۔ ایک وقت تھا ترستے تھے مراسم کے لیے، اب ایک وقت ہے ترستے ہیں خوابوں میں زیارت کے لیے۔ آنکھوں میں مایوسی کی حسرت ہے کہ بڑھتی ہی جاتی ہے۔ یہ کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ وہ ہمیں یوں ترستا چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ وہ جنت کے باغ دیکھنے چلے گئے اور ہمیں ہجر وفراق کے بخار میں ۱۰۳ درجہ تک میں گرفتار کر گئے۔

میں نے سوچا کہ لوٹا دوں اُسی کو ان کی یاد بھی
پھر خیال آیا میرے پاس کیا رہ جائے گا

* * *

اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ بَلٰی وَهُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ o اِنَّمَاۤ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ o فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِهٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ o

ترجمہ: کیا وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، وہ اس جیسے اور نہیں پیدا کرسکتا۔ ہاں، وہ بہترین پیدا کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ وہ تو جب بھی ارادہ فرماتا ہے کسی شے کے بنانے کا، تو فرماتا ہے ہوجا تو وہ ہو جاتی ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے۔اور تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

Marfat.com

نورانی......نور ہے

ہر زمانے، ہر صدی، ہر عہد اور ہر دور میں
ایک چہرہ سب سے روشن، ان گنت چہروں میں تھا

نورانی! جس سے میرا یہ جہاں پر نور تھا، وہ سارے جہاں کو بے نور کرگیا۔ دراصل وہ میرے دل کی دنیا کا چراغ تھا، نہ جانے اچانک نذرِ خزاں کیسے ہوا، وہ زندگی بھر خوبصورتیاں جمع کر کر کے لوگوں میں بانٹتا رہا، ہم مشرقی لوگ بھی عجیب لوگ ہوتے ہیں جس سے پیار کرتے ہیں، اُسے نظر لگا دیتے ہیں۔ اُن کو بھی، اُن سے پیار کرنے والوں کی نظر لگ گئی۔

اُس میں کیا تھا، کیا نہیں، اس سے مجھ کو کیا غرض
وہ مجھے اچھا لگا، میں نے سوچا کچھ نہیں
اس کی بابت سوچنا، اور سوچنا بھی رات دن
پھر بھی مجھ کو یوں لگا میں نے سوچا کچھ نہیں

تقریباً 70 سال پہلے موسم بہار کے آغاز میں 4 اپریل 1926ء کی صبح صدق و صفا کی پھوار سے سارے عالم کو بھگونے والا ایک نونہال حضرت علامہ مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں تولد پذیر ہوا۔ جوں جوں یہ پودا پروان چڑھتا گیا، دلبر و دلربا شاخوں پر نازک آبگینوں کی صورت، حسن صورت و حسن سیرت کے پھول کھلتے گئے۔ سارے عالم و عالمین کی ہدایت کا نصاب

Marfat.com

قرآن مجید و فرقان حمید دل کی رحل میں 8 سال کی عمر ہی میں رکھ لیا۔ اس کو پڑھتا رہا۔ پڑھاتا رہا، سرسری نگاہ سے عقدے نہیں کھلتے، عمیق نظری اور نظر کے بالاصرار تکرار سے چھپے رازوں سے پردے اٹھتے رہے۔ موتیوں سے جھولی بھر جائے اور آمد پھر بھی نہ رُکے تو اُن کو بانٹنے کی خُو پیدا ہونا، ایک فطری امر ہے۔ آپ نے میرٹھ سے ہی اس کا آغاز کردیا۔ خیرات بانٹتے بانٹتے کراچی پہنچے، اس بین الاقوامی خوبصورت شہر کو آپ نے اپنا مستقل مستقر بنالیا۔

خیر قبول کرنے والے لوگ اپنی چاہتوں کے مقناطیسوں کے رخ ادھر موڑنے لگے۔ اشک سچے ہوں تو کبھی ضائع نہیں جاتے، پلکوں سے گرتے ہیں اور سیدھے اُن کے قدم تک جا پہنچتے ہیں۔ ان کے مقناطیسوں کی مقناطیسیت کی رینج میں نورانی میاں آئے اور نور کی خیرات بانٹنا شروع کردی۔ اور ڈیڑھ لاکھ اُن انسانوں کے دلوں کی دنیا پُرنور کی، جن کے ہاں تاریکیوں کے مکمل بسیرے تھے اور کلمہ توحید کے اُجالے کا بیج اُن کے خالی و تاریک دلوں، ذہنوں اور فکروں میں بودیا۔

یہ وہ سخی نہیں تھا جس کی خیرات کے شُہرے، دور دور تک تو ہوں لیکن گھر والے، خاندان والے، اہل محلّہ، اہل علاقہ پانی کی ایک ایک بوند کو ترسیں، ایسا نہیں ہوا۔ آپ نے پانی، آب حیات اور خداداد صلاحیتوں کے لبناً خالصاً سے اُن کے منہ بھر دیئے اور جس کو جس کی طلب تھی اس کی جھولی میں انہی موتیوں کی خیرات ڈال دی، جھولیاں نہیں گھر بھر دیئے۔

وہ خطیب شہیر تھا، عالم باتدبیر تھا، خوش کلام، خوش مزاج، خوبرد تھا درویش منش، سادہ طبیعت، جاہ وحشمت سے بے نیاز تھا، ہرانداز منفرد انداز، سیاست

Marfat.com

میں سنجیدگی، اُس کی خو، اُس کی ذات وصفات اغیار میں غیر متنازع، ہمہ رنگ اور ہمہ جہت شخصیت تاریخ ماضی پر گرفت ایسی کہ کوئی جزی بھی ذہن سے دور نہیں، فکری تبحر، بے مثال اور صاحب طرز خطیب، ظاہری و باطنی صفات سے آراستہ، عابد وزاہد، شب زندہ دار بردباری و یگانگت کے علم بردار، نیکی کرنے کے بہانے تلاش کرنے والا۔

آپ کی حیات مبارکہ میں لوگوں کی زبان سے یہ نعرہ ہزاروں بار نہیں، لاکھوں مرتبہ سنا: ''شاہ احمد نورانی...... حق وصداقت کی نشانی'' زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھ کر دیکھتے رہے، جانچتے رہے، پرکھتے رہے، ٹٹولتے رہے، کوئی ہے اپنوں میں یا بیگانوں میں جو کہہ سکے کہ فلاں مقام پر حق وصداقت کے معیار سے وہ ایک دو سیڑھیاں نیچے اترے ہوں، حق کے حق میں آواز بلند نہ کی ہو یا صداقت میں ملاوٹ کی ہو۔

یحییٰ خاں کے زمانہ میں یحییٰ خاں کو صدارت اور اقتدار کا نشہ تو تھا ہی لیکن شراب خانہ خراب کے نشے میں دُھت رہنا اُس کے خبث باطن میں شامل تھا۔ ایک روز سیاست دانوں سے ملاقات کے لیے ایوان صدارت میں اجتماع ہوا، نورانی میاں بھی شامل تھے۔ جب یحییٰ خاں ملاقات کے لیے آیا تو وہ نہ صرف نشے میں مدہوش تھا بلکہ اس کے ایک ہاتھ میں جام شراب بھی تھا۔ وہ آتے ہی گفتگو کرنے لگا تو ایوان صدارت میں حق کی آواز بلند کرنے کے لیے حق و صداقت کی نشانی کی ہی آواز اٹھی۔ پہلے اس ماحول کو شراب خانہ خراب سے پاک کرو، پھر بات کرو ورنہ ہم بات نہیں سنیں گے۔ یحییٰ خاں نے آپ کی طرف گھور کر دیکھا اور ہاتھ کا جام کسی اور کو دے دیا، جس نے ایوان صدارت

Marfat.com

کو اس کی ناپاکی سے پاک کر دیا، اس کے گھور کر دیکھنے پر فطرت نے کہا ہوگا:

تم سے پہلے بھی کوئی شخص یہاں تخت نشیں تھا

اُس کو بھی خدا ہونے کا اتنا ہی یقیں تھا

قرآن پاک میں ارشاد گرامی ہے:

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ (۳۵/۳۲)﴾

پھر ہم نے اپنے چنے ہوئے بندوں کو کتاب کا وارث بنایا تو اُن میں سے کوئی اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے اور اُن میں سے کوئی میانہ روی اختیار کرتا ہے اور اُن میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کے اذن سے خیرات میں سبقت لے گیا، یہی فضل کبیر ہے۔

میرے نزدیک الشاہ نورانی! کتاب کے اُن وارثوں میں سے تھے جو اللہ کے حکم سے خیرات میں سبقت لے جاتے ہیں اور جن پر واقعۃً بہت بڑا فضل تھا۔ وہ کتاب کا وارث، کتاب کے نزول کے موسم میں رمضان المبارک میں یوں کتاب کا ہو جاتا کہ اس کی زبان پر قرآن، لب و لہجہ میں قرآن، اس کے ہاتھوں میں قرآن، اس کے ذہن و فکر میں قرآن، اس کی سوچوں کے سارے زاویوں میں قرآن، ہاں اُس کے جگراتوں میں قرآن، اس کے خوابوں میں قرآن، بتایئے! کتاب کے وارث اور کون ہوتے ہیں۔

ایک حافظ وہ ہوتا ہے جس نے قرآن پاک کے ایک ایک حرف میں اپنا گھر بنایا ہوتا ہے۔ سارے قرآن پاک کی سطریں، سطروں کے ابتدائی حروف،

Marfat.com

سطروں کے انتہائی حروف، اُس کی نظروں میں لیکن وہ حروف قرآن کے اتنے قریب ہو کر بھی نہیں سمجھتے، قرآن ہم سے کیا کہہ رہا ہے۔ لیکن قرآن پاک کے وارث نورانی میاں نے قرآن پاک کے ایک ایک حرف پر جو گھر بنایا ہوا تھا۔ آپ اُس گھر میں بستے بھی تھے، وہ قرآن سے باتیں کرتے تھے، اُس کی سنتے تھے۔ اُس کی مانتے تھے اور اُس کا پیغام آگے پہچانے کی خیر میں سبقت لے جانے والوں سے بھی سبقت لے جانے والے تھے۔

خواب بن کر میری چشم تر میں رہتا ہے
عجیب شخص ہے، پانی کے گھر میں رہتا ہے

پاک لوگوں کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ اس لیے وہ فرماتا ہے:

﴿جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَهَا یُحَلَّوۡنَ فِیۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّ لُؤۡلُؤًا وَ لِبَاسُهُمۡ فِیۡهَا حَرِیۡرٌ (۳۵/۳۳)﴾

وہ رہنے اور بسنے والے باغوں میں داخل ہوں گے، ان میں انہیں سونے کے کنگن اور موتیوں کے ہار پہنائے جائیں گے اور وہاں اُن کا لباس ریشم کا ہوگا۔

عقل عیار کی پیدا کردہ سیاست اور وہ سیاست جو دین سے جدا ہو جائے تو چنگیزیت کی تصویر بن جاتی ہے' میں بڑا فرق ہے۔ ایک سیاست، صرف عیاری، مکاری، فریب، ہوس، اندھا پن، منافقانہ طرز، گرگٹ کا روپ، بہروپ، ظاہر و باطن میں بُعدِ ارض و سما، ظاہر خوب تر، باطن بدتر، دین فروشی، ضمیر فروشی، وطن فروشی، ننگ انسانیت، ننگ دین و وطن۔

عدم شیخ و مفتی بڑے محترم ہیں
اگر سیکھ لیں گفتگو کا قرینہ

Marfat.com

کسی شریف انسان کی ہمت نہیں پڑتی، اس غلیظ دلدل میں کود پڑنے کی، آغاز بھی رسوائی، انجام بھی رسوائی، اس کوئے ملامت میں کون آئے، ہاں گندگی میں کودنے والے یا تو صرف غلاظت پسندی کی وجہ سے کود پڑتے ہیں اور یا پھر اُس تعفن سے انسانیت کو نجات دلانے کے لیے کود پڑتے ہیں۔

کس قوم کے دل میں نہیں جذبات براہیم
کس ملک میں نمرود حکومت نہیں کرتا
دنیا میں قتیل اس سا منافق نہیں کوئی
جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

چھیالیس سال کی زندگی میں متانت و سنجیدگی عروج پر ہوتی ہے اور جس نے اپنی ابتدائی زندگی ہی سے وقار و تمکنت اور سنجیدگی کا دودھ ساری دنیا کو پلانا شروع کردیا ہو۔ وہ 1926ء سے 1970ء تک کے چھیالیس زندگی کی بہاریں دیکھ کر بھرپور انسانیت کے درجے پر فائز ہو چکا تھا کہ سیاست خانہ خراب کی غلاظتوں کو دھونے کے لیے ایم این اے منتخب ہوئے۔ 1970ء سے 2003ء تک تینتیس سالہ طویل سفر آپ کے سامنے ہے، میرے سامنے ہے۔ بتاؤ! وہ کون سی گلی ہے جس میں سے اس کا گزرنا نامناسب نہ تھا۔ لیکن گزرا ہو اور وہ کون سا منصب تھا جس کا تاج صرف اس کے سر پر زیب دیتا ہو اور سیاست کے میدان میں اُس سے محروم رہا ہو۔

وہ منبر رسول ﷺ پر بیٹھنے والا، وہ جس منبر پر بیٹھا، وہ خطیب نبوی، خطیب مصطفوی ﷺ ہی نظر آتا تھا۔ خاندانی وجاہت اور علمی و دینی مٹھاس جو اُس کی ماں نے اُس کو دودھ ہی میں گھول کر پلا دی تھی اور اس کے باپ نے محبت و

Marfat.com

عشق رسول ﷺ کا چسکا جو اُن کو چکھا دیا تھا، اُس مٹھاس اور چسکے کی لذت نے انہیں ہر جھوٹی اور دو نمبر کی مٹھاس اور لذت سے محفوظ رکھا۔

ظفر چشتی کی آنکھوں کے کٹورے پھر چھلک اُٹھے
کسی نے دردِ دل کی داستاں اُن سے کہی ہوگی
مٹا سکتی نہیں جس کو زمانے بھر کی بے تابی
وہ تیری یاد ہوگی، یا وہ میری بے بسی ہوگی

اصولی سیاست کا ایک باب بند ہوا، جمعیت العلماء پاکستان کا نمائندہ، وہ ہر سنی کا نمائندہ جس زمانے میں سارے اندھے صرف اس لیے چیخنا شروع کر دیں کہ کوئی کسی دیدہ ور کی بات نہ سُن پائے، فرقہ واریت کی پیداوار لوگ جس گھر سے نکل نکل جدا ہوتے تھے، اُسی گھر میں رہنے والوں کو فرقہ پرستی کے طعنے دینے والوں کا شور اتنا بڑھا کہ کبھی کبھی گھر والے بھی شک میں پڑ جائیں۔ اُن کا واحد نمائندہ نورانی نور ہے، ہر بلا دور ہے۔ افق سیاست پہ چمکا اور خوب چمکا، سوشلزم کی تحریک ایک طوفان بدتمیزی، مولوی ٹھاہ، مولوی ٹھاہ کے مضحکہ خیز نعروں میں شرافت انسانیت کی دھجیاں اڑ رہی تھیں۔ اہل علم جبہ و دستار کی عزت چھپائے حجرہ نشین ہونے لگے۔ کچھ شرفاء کے ساتھ قید و بند کی کال کوٹھڑیوں میں نازیبا حرکات کا ارتکاب بھی ہوا۔ رقاصاؤں کے دھڑوں کے اوپر، رقص کرتے علماء دکھائے جانے لگے۔ ایسے میں اس سیلاب بلاخیز کے سامنے چند گنے چنے دیوارِ آہن بن کر کھڑے ہونے والوں میں الشاہ احمد نورانی کا قد بہت اونچا نظر آتا ہے۔

سکھا دیتی ہے قدرت جن کو انداز جہاں بانی
وہ ہر الجھی ہوئی گتھی کو سلجھایا ہی کرتے ہیں

Marfat.com

تحریک ختم نبوت میں، اسمبلیوں سے باہر، اس جیسی تحاریک کے سہرے زبردستی کھینچ تان کر اپنے سروں پر سجانے والے، حزب المخالف کی جانب سے اُٹھنے والے الزامی جوابات سے چت ہو گئے۔ تو اسمبلی میں، سینٹ میں، کھلے عالم جلسوں میں، اخبارات اور میڈیا کے پلیٹ فارم پر، حضرت الشاہ احمد نورانی نے تحریک ختم نبوت میں ایسی روح پھونک دی کہ حکومت پاکستان کو انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیئے بغیر چارہ ہی نہ رہا۔

یوں تو کیا کیا نظر نہیں آتا
کوئی اُن سا نظر نہیں آتا

تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ ایک ایمان افروزی کے معراج کی تحریک تھی۔ ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف اس تحریک نے ایک عجیب رنگ اختیار کرلیا، ہم کم نصیب لوگوں کی نگاہوں نے تحریک پاکستان کا رنگ نہیں دیکھا۔ قافلے لٹتے نہیں دیکھے، عصمت دری، بچوں، بوڑھوں، عورتوں، بیماروں، لاچاروں کی بے بسی میں ڈوبی ہوئی تصویریں نہیں دیکھیں۔ ماؤں کی گودوں سے بچے چھنتے نہیں دیکھے، پھر ان چھینے ہوئے بچوں کو نیزوں کی انیوں اور برچھیوں کی نوکوں پر تڑپتے نہیں دیکھا لیکن تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ ہم نے دیکھی ہے۔ نظام مصطفیٰ کے دیوانے، گریباں چاک کرکے، گولیوں سے سینے چھلنی کرنے والوں کو دعوت دیتے، ہم نے دیکھے ہیں۔ ماؤں کو دودھ کی بتیس دھاریں معاف کرتے ہم نے دیکھا ہے۔

اس تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کا نعرہ الشاہ احمد نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیا۔ اس نعرے کی گونج نے اجنبیوں کو، غیروں کو، سب کو ایک کردیا۔

Marfat.com

نظام کے لہراتے علم، سبز پرچم، جذبوں کے سیلاب کو وارفتگی کی چاشنی عطا فرما گئے۔ حکومتی ایوانوں کی فلک بوسیاں سرنگوں ہوگئیں۔ بڑے بڑے برج اُلٹے، مضبوط سے مضبوط کرسیاں ٹوٹیں، تھوڑی پینے والوں کی گستاخیاں معاف نہ ہوئیں اور وہ سولی چڑھ گئے۔

نخوت و کبر شہی قیصر و کسریٰ کا جلال
تیرے کوچے سے دبے پاؤں نکل جاتے ہیں

پوپ جان پال نے جب افریقہ میں قدم رکھا تو اُس نے افریقی سرزمین پر سجدہ کیا اور کہا: کہ افریقہ کا مستقبل ہمارا ہے۔ پوری دنیا میں صرف الشاہ احمد نورانی کی جواب میں آواز گونجی، نہیں ہرگز نہیں، افریقہ اسلام کا ہے اور پھر حالات نے ثابت کردیا۔ اس وقت افریقہ کی 65 فیصد آبادی اہل اسلام کی ہے۔

ہر درد کا مداوا ہے تیرا ذکر جمیل
وقت کے زخم تیرے نام سے بھر جاتے ہیں

جب سے اُن کے انتقال کی خبر سنی، سوچ رہا ہوں کہ جن کی دنیا کو بہت ضرورت ہوتی ہے۔ خدا کو بھی شاید ان کی بہت ضرورت ہوتی ہے؟ اس لیے ان کو بہت جلد بلا لیتا ہے اور ہم جیسے لوگ دنیا پر بوجھ بن کر پڑے رہتے ہیں۔

کرچی کرچی ہوگیا انجم اب کیا ہونا باقی ہے
مجھ سے آنکھیں پوچھ رہی ہیں، کتنا رونا باقی ہے

❊ ❊ ❊

Marfat.com

نورانی ......ایک مرد حق آگاہ

حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی رحمتہ اللہ علیہ (کراچی)

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمتہ اللہ علیہ کی حیات ظاہری کے وہ ادوار جو ہماری اور آپ کی نگاہوں کو خیرہ کرتے رہے، دل لبھاتے رہے، کانوں میں رس گھولتے رہے، منزلون سے آگاہ کرتے رہے، انگلی پکڑ کر راہنمائی کرتے رہے، خوش کرتے رہے، ناراض کرتے رہے، وہ محبت و الفت کے زمزمے بھی بہاتے رہے، دامن گریزاں بھی رہے، باہم متفق بھی ہوتے رہے اور نااتفاقیوں، مخالفتوں اور بعض پالیسیوں سے اختلاف بھی کرتے رہے، نورانی حق و صداقت کی نشانی کے نعرے بھی گونجتے رہے۔ اور ناراضگیوں کی بس بھی گھولتے رہے۔ ان کی قرآن خوانی، سحر بیانی، لحن داؤدی، پر سر دھنتے رہے۔ یہ سب ایک تاریخ ہے۔ اُن کی بھی ہماری بھی جو جو باب کھولیں گے ہر اس باب کے اثرات مختلف ہوں گے۔ کہیں کہیں بھیگی پلکوں کا بوجھ اتنا بڑھ جائے گا کہ اٹھائے نہ اٹھے، کہیں عقیدتوں کی پیشانیاں جھک جائیں گے کہ ساری زندگی سر اٹھانے کو جی نہ کرے، دل کی دنیا میں گھر بنانے والے نکلا نہیں کرتے، وہ تو ایسی دھونس جما کر بیٹھ جاتے ہیں کہ یادوں، سوچوں اور خوابوں کا حصہ بن جاتے ہیں اور کہیں وہ ایسے دور جا بیٹھتے ہیں کہ تین سو پینسٹھ دنوں کو گنتے گنتے

Marfat.com

طویل عرصہ گزر جاتا ہے۔

یہ سارے رنگ صرف ایک ہی شخصیت کے تھے۔ حیران ہونے کی بات نہیں، سانپ اور لاٹھی دونوں آپس میں متضاد چیزیں ہیں لیکن عصاءِ موسوی میں یہ دونوں رنگ موجود تھے۔ عصاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کے لمس کے جب تک بوسے لیتا رہتا، وہ بڑے کام کا تھا اس کو سہارا بنا کر کھڑا بھی ہوا جاتا تھا اور بکریوں کو ہانکنے یا ان کے لیے درختوں سے پتے جھاڑنے کے کام بھی آتا تھا، جونہی آپ اسے اپنے آپ سے جدا کرتے تو دشمن کے لیے وہ سانپ بن جاتا تھا۔ لوہا اور موم دونوں آپس میں متضاد صفات کے حامل ہیں، .لوہا جب تک حضرت داؤد علیہ السلام کے قرب سے دور رہتا وہ لوہا ہی ہوتا۔ اُن کے ہاتھوں میں آکر اس کی فطرت ہی بدل جاتی، ایک انوکھا رنگ ضرور ہے لیکن بہرصورت ہے ضرور، دریا اور دریا میں خشکی کے راستے دونوں متضاد ہیں لیکن دریا کی روانی میں خشک راستے کیسے بنتے ہیں، میں تو نہیں جانتا البتہ دونوں رنگوں کی تسلیم میرے ایمان کا حصہ بھی ہے۔ لکڑی کا خشک تھم نہ جانے کیسے جان گیا کہ مجھ سے دور ہونے والے سے دوری کا مطلب ہے۔ خَسِرَ الدنیا والآخرۃ کہ دنیا بھی خراب آخرت بھی خراب۔ یہ سارے رنگ ایک ہی چیز میں جمع ہوتے ہیں حالات بدل جانے سے رنگ مختلف ہوجاتے ہیں، شاہ احمد نورانی ایک کے لیے حق و صداقت کی نشانی بنے رہے اور ایک کے لیے حلق میں پھنسنے والا مچھلی کا کانٹا۔

جو شخص دوستوں اور دشمنوں میں یکساں محبوب ہو، وہ اور کچھ ہو نہ ہو وہ منافق ضرور ہوگا۔ جبکہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ دوستوں کے دوست بن کر

Marfat.com

اور دشمنوں کے لیے دشمن بن کر جینے کے فن کے ماہر ترین انسان تھے۔ منافقت کی غلیظ اور تعفن بھری غلاظت سے مکمل طور پر الگ تھے۔ اپنوں کو بھی ہزار مخالفت کے باوصف یہ اندھا اعتقاد تھا کہ وہ اغیار کے گھر میں جا کر اُن کے رنگ میں رنگا نہیں جائے گا بلکہ اس کا اپنا رنگ اتنا شوخ اور گہرا تھا کہ غیر اُس کے رنگ کو اپنائے یا نہ اپنائے، اُس کے رنگ کا چھڑکاؤ ضرور اُن کے کپڑوں، اُن کے ذہنوں اور فکروں کو بھگو کر رکھ دے گا۔ تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا تحریک ختم نبوت وہ ان تمام تحریکوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کے رنگ میں رنگا ہوا یوں نکھر کر سامنے آتا ہے کہ ایک طرف تو وہ اپنوں اور بیگانوں کی آنکھوں کا تارا بنتا ہے اور ایک کیفیت یہ ہے کہ میری نظر، کیمرے کی نظر، میڈیا کی نظر، اخبار و رسائل اور ٹی وی کی نظر میں یہ نقش آج بھی مرتسم ہے۔ کہ جی پی او چوک مال روڈ لاہور میں نماز مغرب ہے، لاکھوں کا اجتماع ہے، جو پر جوش بھی تھا اور شعلہ جوالہ بھی، جس میں اکثر ہوش وخرد کے گھوڑے گھاس چرنے چلے جاتے ہیں، وہ ایسے میں بھی اکیلا، پکا، اور تنہا ایک غیر کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکاری ہے اور ٹھیک عین چوک میں بیٹھا ہے جس کی عظمت کا اعتراف کئے بغیر غیر بھی نہ رہا، پھر زندگی بھر اپنوں اور بیگانوں میں امامت کا تاج اُسی کے سر پر سجا رہا، اور اپنا رنگ جماتا رہا۔

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمتہ اللہ علیہ کو نورانی کیوں کہتے تھے، مجھے اس کی خبر تو نہیں البتہ اُن کے چند اوصاف ایسے تھے جنہیں دیکھ کر نورانی کہنا ہی پڑتا تھا۔ ہم نے واعظین، مقررین، ثناء خوان دیکھے ہیں، دور حاضر کی اس بے عملی کے دور میں کوئی شاذ و نادر ہی عمل کی راہ پر استقلال سے گامزن ہو، کوئی

Marfat.com

اوراد ووظائف سے محروم ہوگیا تو کوئی فرائض و واجبات ادا نہ کرسکا، لیکن سارا دن، ساری رات، جاگنے والا مصروف عمل رہنے والا تقاریر اور وعظ و نصیحت کی محفلوں میں وعظ ونصیحت کرنے والا نہ تو کوتاہی عمل کا شکار ہوتا ہے اور نہ ہی تھکن، بے آرامی اور مسلسل جگراتے، اُسے فرائض و واجبات کی ادائیگی میں رکاوٹ بنتے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ

راہ صحرا تو دکھا دی اس نے اہل شوق کو
اور خود بیٹھا رہا محفل میں فرزانہ بنا

مولانا روم پیر رومی رحمتہ اللہ علیہ مثنوی شریف میں ایک کہانی رقم فرماتے ہیں کہ ایک انتہائی عبادت گزار بندہ اپنے رب کے حضور حاضری میں بڑا لطف لیتا، عبادت و ریاضت اور ذکر و اذکار کی لذت سے ہمہ وقت سرشار رہتا، شب و روز میں کوئی ایک لمحہ غفلت کا شکار نہ ہوتا، ہتھ کار و لے دل یار و لے نہیں بلکہ ہتھ وی یار و لے اور دل وی یار و لے۔

ایک دن شیطان نے اُن کے دل میں وسوسہ ڈالا، اے بندۂ خدا! اے جھلے آدمی! تو اتنی دیر سے اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہے ہر وقت اللہ اللہ کرتا رہتا ہے، ذرا یہ بتا: تیرے رب نے کبھی تجھے یہ بھی کہا ہے: لَبَّیۡکَ یَا عَبۡدِیۡ اے میرے بندے میں حاضر ہوں۔ کبھی اُس کی طرف سے یہ آواز تیرے کان میں پڑی ہے۔ اُس نے کہا: نہیں ایسا تو کبھی نہیں ہوا، تو شیطان نے کہا: پھر خواہ مخواہ اُس اندھے ڈورے رب کے حضور سجدہ کرتا رہتا ہے۔ اگر وہ تیری سنتا ہوتا تو اتنے عرصہ میں کم از کم زندگی میں ایک بار سر ہلاتا، ہوں ہاں کرتا، تجھے تسلی دیتا، تجھے کہتا: لَبَّیۡکَ یَا عَبۡدِیۡ اے میرے بندے میں حاضر ہوں۔

Marfat.com

دشمن کے تیر نے سیدھا اُس سیدھے سادھے آدمی کے دل پر وار کیا جو کارگر ہوا اور دل برداشتہ ہوکر بیٹھ گیا۔ زندگی بھر کی عبادت پر افسردگی، مایوسی، پریشانی کے سائے اُن کے ذہن وفکر کو مفلوج کر گئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھ پیغام بھیجا۔ میرے بندے: تیرا مسلسل میرے حضور میں حاضر رہنا ہی میری طرف سے لبیک یا عبدی کا پیغام ہے۔ غیر کو کون اپنے دروازے پر ہر روز کھڑا دیکھ سکتا ہے تو میرا ہے، میں تیرا ہوں، شیطان کے جھانسے میں نہ آ، اور آ، میری رحمت تیرے لیے بے قرار ہے۔

معلوم ہوتا ہے، حضرت شاہ احمد نورانی رحمتہ اللہ علیہ ہزار مصروفیات کے باوصف اپنے مالک کے حضور میں کسی لمحے کوتاہی کا شکار نہ ہونا، اس بات کی شہادت ہے کہ مالک کے حضور سے لبیک یا عبدی، لبیک یا عبدی کی دل کے کانوں میں رس گھولنے والی آواز اُنہیں ہر وقت مسحور رکھتی ہوگی۔

کہنے والے کہتے ہیں کہ نیند تو سولی پر بھی آجاتی ہے۔ یہ نیند کی دیوی کے کالے بادل اگر غفلت کے سحر سے لتھڑ کر آئیں تو بڑی خرابی کی بات ہے اور اگر وجعلنا النوم لباسا بن کر آئے تو سبحان اللہ! ایسی نیند، سکون، چین آرام کا باعث بنتی ہے بلکہ تھکن درماندگی دور کرنے کا ایک طاقتور بیٹری چارجر ہوتا ہے۔ شاہ احمد نورانی رحمتہ اللہ علیہ کو دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں چند لمحات کے لیے نیند تو آتی تھی لیکن غفلت کی نیند نہیں کہ سو گئے۔ تو پھر کھو بھی گئے۔ آپ سوتے تھے اور وہ نیند ایک طاقتور بیٹری چارجر بن جاتی، آپ کا بیدار ہونا بیداری کا پیغام بر بن جاتا۔

Marfat.com

انسان خطا کا پتلا ہے۔ ممکن ہے ارباب محبت کو اُن کی کوئی چھوٹی سی خطا اپنی آنکھ کے شہتیر سے بھی بڑی لگتی ہو، ہمیں ان کی اس مبارک عادت پر شکوہ نہیں، اُنہیں ایسی آنکھ مبارک، ہم تو کانٹے کی نوک میں بھی ایک حسن اور رعنائی دیکھنے کے عادی ہیں۔ دوست! کانٹے کی نوک کی چبھن جب تک اپنی بس گھولتی رہتی ہے تب تک اُس کی یاد تو ستاتی رہتی ہے ناں۔ بَس اس لیے ہمیں تو کانٹا بھی بھلا لگتا ہے اور اگر کوئی ہو ہی پھول تو اس کی نزاکت، اُس کی بناوٹ، اس کی مہک اور اس کا رنگ اور پھر اس میں رنگ بھرنے والے کی عطاؤں کی برکھا کے نشے میں ڈوبنا بھی تو ایک عبادت ہے۔ ہم ایک عرصہ سے اس عبادت میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نورانی صاحب کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، جو ہمیں اس عبادت میں مصروف کر گئے۔

خیرالقرون قرنی سے دُور ہم حرماں نصیب لوگ کیسے دَور میں پیدا ہوئے کہ ہزارہا خطاؤں میں ڈوبے ہوئے اپنی زندگیاں گھسیٹ رہے ہیں۔ جب خطائیں اپنا دائرہ اتنا وسیع کر لیتی ہیں کہ معاشرے کے ہر فرد اور گھر تک اُن کی رسائی ہو جائے تو ایسے میں آزمائشوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اہالیان ہند کے مسلمانوں پر ایک ابتلا یہ نازل ہوئی کہ شہنشاہ خوبانِ ارض و سما ﷺ کے منصب جلیل وعظیم پر پہلے دبے پاؤں، پھر دیدہ دلیری سے حملے شروع ہو گئے۔ پھر اس کے بعد اس منصب عالی وقار کی مسند کی عظمت و شان دیکھ کر للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا جانے لگا، ایک یک چشم گل شخص اٹھا اور ہمسری کا دعویٰ کرنے لگا۔ لعنۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں: چند گندی اور غلیظ بھیڑیں آپس میں بیٹھی، مختلف حالات و

Marfat.com

واقعات زمانہ پر تبادلہ خیال کر رہی تھیں۔ نہ جانے کیا دل میں سمائی، بس یوں سمجھیں کہ اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی، ایک بھیڑ نے کہا: سنا ہے جنت میں حوریں بھی ہوں گی اور یہ بھی سنا ہے کہ وہ حوریں بہت ہی خوبصورت ہوں گی۔ پتہ نہیں وہ کتنی خوبصورت ہوں گی۔ ایک کو چھینک آئی اور بات کرتے کرتے رک گئی۔ چھینکنے کے بعد جب ناک اُس کے نتھنوں سے نکل کر آگے بہنے لگی تو کہتی ہے: بہن چپ کر، لوگوں کو ہم پہ ہی شک گزر رہا ہے۔

مرزا قادیانی بھیڑوں کے ریوڑ کی وہ ایک غلیظ ترین بھیڑ تھی جس کو جنتی حور ہونے کی غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی۔ پسند اپنی اپنی ہوتی ہے۔ ہم کیا کہہ سکتے ہیں، کچھ لوگوں نے اس ناک آلود گندھی بھیڑ کو جنتی حور تسلیم کرلیا اور اپنے اور اس کے ناک سے بہنے والی غلاظت میں ڈوب گئے۔

میں قربان، اُن پاکیزہ اذہان، پاکیزہ قلوب، پاکیزہ فکر، پاکیزہ کردار صفت لوگوں پر جنہوں نے ان غلیظ اور گندی بھیڑوں پر نفرت سے تھوک دیا اور اپنی نگاہ انتخاب شہنشاہ خوبانِ جہاں، پیکر حسن ازل، شاہسوار دنیائے عشق و مستی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ڈالی اور اُن کے حسن میں ایسے ڈوبے کہ دنیا میں پھر دوسرے حسینوں سے آشنائی کا شوق ہی ختم ہوگیا اور اُس گندی بھیڑ کی غلاظت مٹانے کے لیے ایک عظیم کارنامہ قدرت نے علامہ شاہ احمد نورانی رحمتہ اللہ علیہ کے دست اقدس سے سرانجام دلایا اور تمام قادیانیوں اور اُن کی تابہ ابد ناپاک ذریت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا سہرا اُن کے سر باندھا۔

نہ جانے اہل دین نے "جدا ہو دِیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی" کے اصول کو کیوں فراموش کردیا۔ اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ جو مذہبی تحریک

Marfat.com

شروع ہوتی ہے اس کا آغاز بڑی شان سے بیان کیا جاتا ہے کہ ہماری اس تحریک کا سیاست سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ ہماری سوچ اور فکر بدلنے سے قدرت کا قانون تو نہیں بدلتا، نتیجہ یہ نکلا کہ دین سیاست سے جدا ہوگیا اور صرف چنگیزیت ہی چنگیزیت رہ گئی۔

علامہ شاہ احمد نورانی کی دور رس نگاہوں نے اس چنگیزیت کے آگے طوفان بن کر کھڑا ہونے کا مصمم ارادہ فرمالیا اور اتنی صاف ستھری سیاست کی طرح ڈالی کہ نصف صدی کی ملکی سیاست میں گھس کر ہر قسم کے اتہام سے مبرا رہے۔ آپ کے سفید جبے اور قبا پر ایک دھبہ بھی ایسا نہیں جس سے آپ کے کردار، کریکٹر اور سیرت پر ایک حرف بھی آیا ہو۔ لالچ کانوں کو سننے سے اور آنکھوں کو دیکھنے سے روک لیتا ہے بلکہ کانوں کی سماعت اور آنکھوں کی بینائی چھین لیتا ہے۔ اندھا بہرہ انسان وہی کچھ کرتا ہے جو اس دور کا پاکستانی سیاستدان کر رہا ہے اگر کوئی اس گندی سیاست کے اندر رہ کر بھی اپنا دامن بچا کر لے گیا ہے تو وہ شاہ احمد نورانی ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

......☆......☆......☆......

دلِ مردِ مومن میں پھر زندہ کر دے
وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لاتذر میں
عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہ مسلماں کو تلوار کر دے

(اقبال)

Marfat.com

اُٹھ فریدا سُتیا

راہ صحرا تو دکھا دی اُس نے اہل شوق کو
اور خود بیٹھا رہا محفل میں فرزانہ بنا

امت مسلمہ امن وعافیت اور اخوت وبھائی چارہ کے نام سے دنیا میں متعارف ہوئی۔ ذرا ذرا سی بات پر گردنیں کاٹ دینے والے، ایک جان دو قالب ہوگئے۔ شیر وشکر ہوگئے۔ نصف زمین، نصف مکان، دو بیویوں میں سے ایک بیوی، دو گھروں میں سے ایک گھر، نصف نصف کاروبار، غرض ہر وہ چیز جو انسان کو بہرطور پیاری ہوتی ہے۔ معلم اخوت ومروت ﷺ کے ایک اشارے پر بے سروسامان مہاجر بھائیوں کی خدمت میں پیش کرکے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ جان بلب غلامان محمد ﷺ نے اپنی جانوں کی پرواہ نہ کی اور پانی کا ایک گھونٹ جو جان کنی کے وقت ہزار نعمت سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے دیوانے خود مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ لیکن اپنے دوسرے مسلمان زخمی بھائی کی العطش العطش کی پکار برداشت نہ کرسکے اور وہ پانی کا گھونٹ اسے بھیج کر اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد کرکے جذبہ جان نثاری کے انوکھے باب رقم کیے۔

وہی امت مسلمہ آج جس نکبت وتکدر کا شکار ہے، ایک حساس انسان اُسے دیکھ کر تڑپ کے رہ جاتا ہے پہلے تو امت مسلمہ فرقوں میں بٹی، پھر ہر

Marfat.com

فرقے کے نئے فرقے بننے لگے اور یہ سلسلہ اس قدر دراز ہوا کہ کوچہ کوچہ، قریہ قریہ بستی بستی بلکہ ہر گھر اور ہر گھر کا ہر فرد افتراق و انتشار کا شکار ہوا۔

کوچہ کوچہ قریہ قریہ میں سیاست بٹ گئی
گویا میرے شہر کے سب لوگ پاگل ہو گئے
ہر کسی کے ہاتھ میں صابر ہے نفرت کی چھری
کوچہ و بازار جیسے سارے مقتل ہو گئے

﴿صابر جالندھری﴾

اخوت مروت اور بھائی چارے کا سبق دینے والے خود انتشار کا شکار ہیں۔ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا کا خطبہ پڑھا جا رہا ہے اور بڑی سُر اور لَے میں پڑھا جا رہا ہے۔ ترنم کے ساتھ گلے پھاڑ پھاڑ کر پڑھی جانے والی آیہ مبارکہ کے اس موضوع پر تقریر ہے۔ پھر اس موضوع پر ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالا جا رہا ہے۔ نفرتوں کے بیج بوئے جا رہے ہیں۔ ماحول میں کشیدگی ارادۃً پیدا کی جا رہی ہے۔ فریق ثانی کے خلاف زہر اگلا جا رہا ہے۔ اس سے جی نہ بھرا تو الفاظ و حروف کے زہر میں بجھے ہوئے تیر چبھوئے جانے لگے۔ عوام کے جذبات مشتعل کیے جا رہے ہیں۔ وَلَا تَفَرَّقُوْا کی گردان پڑھنے والا خود اسی دلدل میں گرتا جا رہا ہے۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ○ پھر ایک درد مند شہری کڑھتا ہے کہ

متاع کارواں لٹنے کا کس کافر کو صدمہ ہے
ستم ہے لوٹنے والوں میں تیرا نام آیا ہے

Marfat.com

کرسیاں ٹوٹیں، سینٹ ہمارا سب سے حساس اور باوقار ادارہ میں سوقیانہ زبان استعمال ہونے لگی جس کی سنجیدگی کی قسمیں اٹھائی جاتی ہیں۔ الامان والحفیظ، طلباء دست بگریباں ہیں، اخبارات کے ایڈیٹرز لڑ رہے ہیں، اساتذہ کرام کی پارٹیاں ہیں، شعراء جو قوم کا سب سے بے ضرر طبقہ تھا کہ چائے کی پیالی ہو، غزل کے مصرعہ پر داد اور بس، وہ خود انتشار کے داعی بن گئے۔ پھر انہوں نے انتشار کا نام انقلاب رکھ دیا۔ دکاندار اور تاجر حضرات کو دنیا بزدل کہا کرتی تھی کہ وہ کسی جھگڑے میں الجھنا پسند نہیں کرتے۔ وہ ہر اس موقع سے دامن کھینچ لیتے ہیں جس میں کوئی الجھاؤ پیدا ہوتا ہو، آج وہ بھی دھڑوں میں بٹ گئے۔ ایک ہڑتال کرتا ہے دوسرا اس کی مخالفت کرتا ہے۔ ایک قیمتوں میں کمی کرنا چاہتا ہے، دوسرا اُس کی مخالفت پر تلا ہوا ہے۔ پھر ستم ظریفی یہ ہے کہ ریٹ کم کرنے کی نیت عوام کو سستی اشیاء فراہم کرنا نہیں بلکہ دوسرے گروہ کی کمر توڑنا مقصود ہے۔ دفتر میں کلرک بادشاہ افسر ماتحت درجہ چہارم سب آپس میں دھڑے بندیوں کا شکار ہیں۔ اُن کی اپنی اپنی یونینیں ہیں۔ درجہ چہارم اپنے افسروں کے خلاف زہر اگل رہے ہیں۔ افسر اپنے ماتحتوں کو نیچا دکھانے کے لیے سخت سے سخت قانون بنا رہے ہیں۔ ناجائز اختیارات استعمال کئے جا رہے ہیں۔ تعلیم کے میدان میں جس کے ہاتھ میں قلم ہوتا تھا۔ آج اُس کے ہاتھ میں ڈاکو کا خنجر ہے، پسٹل ہے، موزر ہے، کلاشنکوف ہے، ہماری درسگاہیں اسلحہ خانہ بنی ہوئی ہیں، بلکہ دلائی کیمپ کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ اساتذہ، علماء جنہیں وہ ساری آیات اور احادیث زبانی یاد

Marfat.com

ہیں جن میں محبت و الفت، اخوت و مروت اور پیار کے زمزمے بہانے کا حکم ہے اور وہ آیات بھی ساری از بر ہیں جن میں نفرت، سب وشتم، گالی گلوچ، مار دھاڑ، لڑائی جھگڑے، جنگ و جدل، حسد و بغض اور کینہ پروری سے روکا گیا ہے۔ اس کے باوصف قصداً اور ارادۃً انہی آیات و احادیث کے سائے میں وہی کام کررہے ہیں۔ وعظ فروش ملا اس میں پیش پیش ہیں، جس کام سے وہ روک رہے ہوتے ہیں، وہی کام وہ خود کررہے ہیں۔

صوفیا کرام اور پیران عظام الجھ رہے ہیں جن کے دامن غیروں کے لیے ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنوں کے لیے بھی بند کردیئے۔ اپنی اپنی انفرادیت برقرار رکھنے کے لیے جبے بدلے، ٹوپیاں بدلیں، رنگ بدلے، ذکر و فکر کے انداز بدلے، غرض اپنے سوا سب کچھ بدل دیا یا یوں کہیئے کہ خود اتنا بدلے کہ اس ادل بدل میں سب کچھ بدل دیا۔

فقیروں کی ٹولیاں ہیں انہوں نے اپنے اپنے علاقے بانٹ رکھے ہیں، کوئی فقیر کسی دوسرے فقیر کے علاقے میں نہیں جاسکتا، چوروں، ڈاکوؤں، راہزنوں اور جیب کتروں نے اپنے اپنے علاقے مخصوص کرر کھے ہیں غرض

اندھوں نے مل کے شور مچایا ہے کُو بہ کُو
تا سن سکے نہ کوئی کسی دیدہ ور کی بات

یہ سلسلہ کہاں جا کے رکے گا، ہم کہیں کسی ایسے اندھے کنویں میں نہ جا گریں جس سے بچ نکلنا محال ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ کشتی کے اندر کہیں سے وہ وزن آگرے جو اس کے ڈبونے کے لیے آخری وزن ثابت ہو، ہمارے لمحوں

Marfat.com

کی خطا سے کہیں صدیاں سزا نہ پانے لگیں۔ اس بے چارگی میں، اس بے حسی میں، اس افراتفری میں صرف ایک ہی دربار ہے، صرف ایک دروازہ ہے جو کھٹکھٹایا جائے، جس پر کھڑے ہوکر درخواست کی جائے۔ مَتٰی نَصرُاللّٰہ تو آواز آئے: اَلَا اِنَّ نَصرَ اللّٰہِ قَرِیبٌ۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

اے مدینے کے والی! تجھ سے فریاد ہے، تجھ پر امت کی تکلیف بڑی گراں گزرتی ہے، میں نے پڑھا ہے میرے آقا، آپ اس امت کی خاطر دن رات آنسو بہایا کرتے تھے۔ مسجدوں میں، غاروں میں، دعاؤں میں، صرف اسی امت کے لیے دن رات اشک باری ہوتی رہی، سر لامکان بھی اس کے تذکرے تھے۔ اے گنبد خضریٰ کے مکین، سنا ہے جب حشر بپا ہوگا جب کوئی کام نہ آئے گا، صرف آپ کام آئیں گے۔ اے میرے زندہ نبی! حشر تو اب بھی برپا ہوچکا ہے۔ قیامت صغریٰ اب بھی قائم ہوچکی ہے۔ ہماری بے چارگی دیکھنے والی ہے۔ ہم عبرت کا نشان ہیں، کوئی راستہ دکھانے والا، کوئی مسیحا نظر نہیں آتا، کوئی بشیر، کوئی نذیر، کوئی خوشخبری سنانے والا، کوئی عبرت ناک انجام سے ڈرانے والا نظر نہیں آتا، اب آپ ہی کرم فرمایئے۔

ہم بھولوں کو یا نبی جی ہرگز نہ بھول جانا

Marfat.com

ھوالغفور

چشتی تے صابری

﴿مفتی ضیاء الحبیب صابری صاحب دی مسجد علی رضی اللہ عنہ دے سنگ بنیاد رکھن دی تقریب چہ پڑھی گئی تقریر﴾

علی بلاک، اتفاق ٹاؤن ملتان روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَسی تے چشتی نظامی تے صابری صرف نسبت نال ای بنے پھرنے آں پر جے کسی وی صابر تو پچھیے کہ سوہنیو، ہیرویو! ایہہ تے دسو، صابر بندہ کویں بن دا اے۔ صابر وی ایہو جہیا کہ فیر سوہنا مالک رب وی آکھن لگ پوے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ o یعنی میں ایہدے نال نال رہناں آں، تے دنیا جہان دا سب توں بے صبرا بندہ وی اوہدے نال لگ کے صابری صابری کہلان لگ پوے، تے مینوں اگوں ہر صابر نے اکو ای جواب دتا۔ میں صدقے جانواں، صابر ہونا ایڈا سوکھا نہیں جویں کوئی ابراہیم نام رکھیاں کوئی ابراہیم نہیں بندا، یوسف ناں رکھیاں یوسف نہیں بن جاندا، ایویں ای صابر ناں رکھن نال بندہ صابر نہیں ہُندا۔ جتّاں چر کڑاہی دے سارے دانے بُجھ نہیں جاندے، بندہ صابر کہلا ہی نہیں سکدا۔ ایہہ وی گل تے میرے موہنوں ایویں ای نکل گئی اے۔ بندہ صابر کہلان واسطے اپنے پاپڑ نہیں بیل دا، سوہنا آپے ای بن ٹھن سامنے آن

Marfat.com

کھلوندا اے۔ کنز مخفی ہون دا سواد وی تے کوئی ہووے گا۔ پر فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ دِی باری وِی اوہ آپے ای کھول دا اے۔ آپے ای اپنیاں زلفاں دیاں زنجیراں چہ جکڑدا اے۔ آپے ای اگاں چہ سُٹدا اے۔ اَپے ٹھنڈیاں چا کردا اے۔ آپے ای چھریاں تیز کردا اے۔ آپے ای کھُنڈیاں کر دیندا اے۔ آپے ای کیڑے پُوا دیندا اے۔ تے آپے ای ہر کیڑے نوں اپنا پروہنا بنا کے اوہدا منہ چمن دی لذت چا دیندا اے۔ آپے ای خدمتگاراں چہ شامل رہن دا چسکا پیدا کر دیندا اے۔ آپے قسماں اٹھواندا اے، تے آپے ای قسماں نہ توڑن دا کہہ کے خود اپنے ای قانون چہ تبدیلیاں پیدا کرن لگ پیندا اے۔ آپے ای طائفاں چہ پتھراں دیاں نوکاں تیز چا کردا اے۔ تے آپے ای صبرؔ چا دیندا اے۔ آپے ای کرب و بلا دی بھٹی تیز کر دیندا اے تے آپے اپنے جگر دیاں ٹکڑیاں نوں ذبح کران دی لذت چا دیندا۔ فیر آپے ای ان اللّٰہ مع الصبرین دا اعلان چا کردا اے۔

میرے محسنو! مینوں ایہہ تے نہیں پتہ کہ "الصابریہ" دے ناں دی دھونی دھمان والے ضیاء الحبیب صابری ہوری صبر دے کیہڑے مقام تے نے تے کیہڑے کیہڑے کھُوہ دی اَنّھی کھوہ چوں ڈُب ڈُب کے نکلے نیں۔ پر اک واری میں ویکھیا اے۔ جیہڑا اک واری اینہاں دی اَللّٰہ ہو دی خوشبوواں بھری محفل دی وادی چہ بھُل بھلیکے وی آوڑے، اوہنوں نہاء ضرور چھڈ دے نے۔

میں پرانا ہلیا اک دن آیا تے مخاطب ہو کے آکھیا۔ حضرت علامہ صاحب! تے آکھن لگے: ہُوں ہُوں میں سمجھیا۔ میں کوئی چھوٹا لفظ بولیا اے۔ فیر آکھیا: مفتی صاحب۔ آواز آئی، ہوں ہوں۔ میں فیر ہور اُچا لفظ بولیا: حضرت پیر

Marfat.com

طریقت رہبر شریعت۔ فیر ہور چوکھی آواز نال ہُوں ہُوں۔ آخر میں پُچھ ای بیٹھا: بھا جی! ہور کہیہ آکھاں۔ آکھن لگے۔ صرف صابری۔ میں ایہہ ساریاں ٹوپیاں شوپیاں لاہ چھڈیاں نے۔ ہُن اکو ٹوپی میرے سر تے میری اکھاں چہ میرے دل نوں بھاندی اے۔ صابری صابری تے صرف صابری۔

یارا میں تے صابری چولا پا لیا اے۔ میں تے اس رنگ وچہ ایہنا گُو سواد لیا اے یا میں اس رنگ چہ اینا گُو رنگیا گیا واں، میرا جی کردا اے۔ میں ساری دنیا نوں ایسے رنگ وچہ رنگ دیاں، میں جدھر وی ویکھاں، ایدھر ویکھاں، اودھر ویکھاں، مینوں ایہو رنگ نظر آوے۔ تے ہر بندے تے، ہر ماں بہن تے، بچی تے ایہو ای رنگ چڑھیا نظر آوے۔ میں ایسے واسطے الصابریہ دے ناں دی کڑکی لائی اے کہ جیہڑا شکار آوے بچ کے نہ جائے۔

اے اُچیاں سے سچیاں شاناں والیو پروہنیو! آؤ اسی آکھئے۔ ہلا بھئی بیلیا! شاباش ای۔ لک سدھا کر، سر اُچا کر، اُٹھ، تے کم شروع کردے پر اک گل تے دسی جا۔

کتھوں اینے درد لیؤنی درداں والیا یارا
دس دکان اسانوں وی اوہ بنی دلال ہمارا

* * *

Marfat.com

عظمت انسانیت

انسان جسم کا نام نہیں، اگر اس میں روح نہ ہو تو یہ مٹی کا ڈھیلا ہے۔ کنواں وہ ہوتا ہے جس میں قابل استعمال پانی موجود ہو ورنہ ''ڈل'' ہے ''ڈل'' چڑیلوں، بھوتوں کا مسکن، جسم کا جو حصہ جس کام کے لیے مقرر ہے اگر وہ کام نہیں کرتا تو وہ جسم کا حصہ ہی نہیں، شیشے اور قندیل میں روشنی نہ ہو تو وہ قندیل نہیں، قارورہ ڈالنے والی شیشی ہے۔ مؤمن، اجسام اور ظروف پر نظر نہیں رکھتا۔ جنہوں نے انبیاء کرام کے اجسام پر نظر رکھی وہ اُن پر ایمان نہ لا سکے۔ لو یہ تو ہماری طرح کا انسان ہے، کھاتا ہے، پیتا ہے، سوتا ہے، جاگتا ہے، ہاتھ پاؤں آنکھیں بالکل ہماری ہی طرح ہیں۔ اس میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟

مَیں ایک دن اپنی عینک گھر بھول گیا، بازار پہنچا دیکھا دیوار پر ایک اشتہار لگا ہوا ہے۔ میں اُسے پڑھ نہ سکا، قریب سے گزرنے والے ایک صاحب سے کہا: بھئی! دیکھیں، ذرا پڑھ کر سنائیں، اشتہار پر کیا لکھا ہے۔ اُس نے اشتہار دیکھا اور پھر مجھے دیکھا اور کہنے لگا: مولوی جی! مجھے بھی آپ کی طرح کچھ نہیں آتا، مجھے بھی پڑھنا نہیں آتا۔

عوام انسان نہیں، مورتیں ہیں، مورتیں مٹی کی مورتیں، ان کو زندہ نہ سمجھ، یہ روٹی اور شہوت کے مقتول ہیں۔ دیکھنے میں بظاہر انسان بہت نظر آتے ہیں لیکن جن میں انسانیت ہے وہ بہت کم نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

ایک صاحب کھڑے تھے۔ پوچھا یہاں گلی کی نکڑ پر آپ کیوں کھڑے ہیں۔ کہنے لگے: ایک ''بندے'' کا انتظار ہے۔ میں نے کہا: پھر تو آپ کو بہت انتظار کرنا پڑے گا۔

نہر وہ ہوتی ہے جس میں پانی ہو، پانی نہ ہو تو وہ کچھ بھی نہیں۔ ایک بندۂ خدا دن کے وقت ہاتھ میں چراغ لئے کچھ ڈھونڈتا پھرتا تھا۔ دن کے وقت ہاتھ میں چراغ لے کر ڈھونڈتے پھرنا مذاق اور دل لگی کی بات ہے۔ کچھ زیب نہیں دیتا، کسی نے پوچھا: بھلے آدمی! کیا ڈھونڈ رہے ہو، کس کی تلاش ہے؟ وہ بولا: بڑی دیر سے ایک انسان کی تلاش میں ہوں۔ ملتا ہی نہیں، اُس نے کہا: پورا بازار انسانوں سے بھرا پڑا ہے۔ تجھے کوئی ان میں انسان نظر نہیں آتا۔ اُس نے کہا: میں تو اُس انسان کی تلاش میں ہوں جو غصے اور حرص اور طیش و طرب میں بھی سیدھے راستے پر چلتا رہے۔

ظفر آدمی اُس کو نہ جانئے گا ہو وہ کتنا ہی صاحب فہم و ذکاء
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

اگر ایسا انسان مل جائے تو اس پر سو جان سے نثار، وہ بولا: پھر اسے ڈھونڈ، چراغِ رخِ زیبا لے کر، اس چراغ سے تو وہ تمہیں نہیں ملنے کا۔

شیطان نے آدم کی مٹی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔ ظاہر بین کی نگاہ ظاہر پر ہی ہوتی ہے۔ صرف ایک طرف ہی دیکھنا شیطان کی بھینگی آنکھ کا قصور ہے۔ حضرت آدم کی وہ حیثیت جو ساجدین ملائکہ نے دیکھی، اگر وہ دیکھ لیتا تو اپنی ساری عقل کے ٹوکرے حضرت آدم علیہ السلام کے قدموں پر ڈھیر کر دیتا۔ مٹی کا بت دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ اُس میں چھپے عظیم انسان ہاں انسانیت کی اصل

Marfat.com

انسانیت کے باپ کو نہ دیکھ سکا۔

اس میں بھی کچھ حکمتیں ہوتی ہیں۔ ہر ایک کو محبوب نہیں دکھائے جاتے۔ بلبل جو پھول کے قریب ہو کر زور زور سے نعرے لگاتی ہے تو اس کی وجہ یہ بھی ہوتی ہے، وہ چاہتی ہے کہ کوئی اور اس کے پھول کو اس کے محبوب کو نہ دیکھ سکے، دیکھنے والا اُسے دیکھنا بھول جائے اور مجھے سننے لگے اور مجھے تلاش کرنے لگے۔

سورج کچھ دیر کے لیے روپوش ہو جاتا ہے تاکہ چمگادڑیں بھی تھوڑا سا اُڑ لیں۔ عیش کر لیں اور کچھ ہی دیر بعد سورج پھر طلوع ہو جاتا ہے تاکہ کہیں ستارے چمکتے چمکتے مغرور نہ ہو جائیں۔

انسان جسم کے اعتبار سے تو ایک حقیر ذرہ اور غلیظ قطرہ آب ہے، لیکن روح کے اعتبار سے سب سے اونچا ستارہ ہے، سلیمان ہے، سلیمان، دیدہ حق بیں ہے۔ جو کچھ دیدہ حق بیں دیکھتی ہے وہی سب کچھ ہے۔ باقی سب پوست ہے۔

صرف مٹکے کو نہ دیکھ جو کچھ مٹکے میں ہے، اُس کو بھی دیکھ۔ اس میں ایک سمندر چھپا ہوا ہے۔ انسانِ کامل کے اندر بھی فیوض الٰہی کا ایک سمندر موجزن ہوتا ہے۔ جو پاک اور شیریں ہوتا ہے۔ انسان کو ان فیوض و برکات کا مظہر بنانے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اس سے رازِ وحدت ظاہر ہو اور کوئی بلند اقبال اس کی جستجو میں لگے۔

دل دریا سمندروں ڈونگے کون دلاں دیاں جانے ہُو
اندر ای بیڑے، اندر ای چھپڑے، اندر ونج مہانے ہُو
چودہ طبق دلے دے اندر تنبوں وانگوں تانے ہُو

Marfat.com

ناقص مکمل کو بھی ناقص ہی دیکھتا ہے جس کا اپنا قد ٹیڑھا ہو، اس کا سایہ بھی تو ٹیڑھا ہی ہوگا، دوزخی کو جنت کا شہد بھی کڑوا لگے گا جن انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے فخر اور بلندی عطا کی ہے اُن کے دل کے گھروندے اس کی ذات سے خالی نہیں ہوتے۔ ہاں! اُن کے دل ہی اللہ کے گھر ہوتے ہیں۔ اللہ کے گھر کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا، اُن کے دل کا دروازہ بھی ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔

درمیان میں ایک بات کہوں، حاجی لبیک لبیک کہتے ہوئے جو اُس کے گھر کے چاروں طرف جھوم رہا ہوتا ہے۔ کوئی اُس سے پوچھے: تجھے کون بلا رہا ہے جس کے جواب میں لبیک لبیک کہہ رہے ہو۔ وہ یہی کہے گا کہ اُس کی طرف سے ملنے والی توفیق ہی مجھے بلاوا ہے جس کے جواب میں بار بار لبیک لبیک کہہ رہا ہوں۔

سارے گھر مٹی اور گارے سے ہی بنتے ہیں لیکن سارے گھر ایک جیسے نہیں ہوتے۔ اگر کسی گھر کا کوئی طواف کرتا ہے تو اس سے پوچھ کہ تجھے سارے گھروں میں صرف اسی ایک گھر میں کیا نظر آیا ہے جو اُن کو چھوڑ کر اس ایک گھر کا طواف کر رہا ہے۔

ذَنَب ایک ستارے کا نام ہے جس سے سورج پر گرہن واقع ہوتا ہے۔ اس کی نحوست سارے سورج کو سیاہ کر دیتی ہے اور ذَنب گناہ کو بھی کہتے ہیں جو انسان کی ساری عظمتوں کو اپنی نحوست سے سیاہ کر دیتا ہے۔ انسان کی روسیاہی اس ذنب اور گناہ سے ہی عبارت ہے ورنہ یہی انسان ہزار سورجوں کو بچھاڑ کر رکھ دے۔

Marfat.com

بلال! کالا سیاہ، امیہ کو کیا خبر یہ کون ہے۔ بے قدر و قیمت، نہ رنگ نہ ڈھنگ، نہ عقل، نہ تھوہ، کھوٹے سکوں سے بھی ہلکا، ایک جوہری آنکھ والا اُدھر آ نکلا۔ اُس نے دیکھا تو پہچان لیا کہ لعل ہے لعل، لاکھوں کھربوں دیناروں پر بھاری، محبت بھری نظروں سے پوچھا: بیچو گے؟ ہاں لیکن تم اس کھوٹے سکے کو لے کر کیا کرو گے۔ جوہری نے کہا: کھوٹا سکا، ہیرا ہے ہیرا، دھوکے میں رکھ کر خرید وفروخت حرام ہے وہ نہ سمجھا پھر بھی جوہری کا دل رکھنے کے لیے بڑھا چڑھا کر قیمت لگائی جیسے کوئی کہے: جاؤ اس سارے واپڈا ہاؤس کی قیمت چار سو روپیہ لگاتا ہوں۔ اُسے کیا خبر! واپڈا ہاؤس کی کیا قیمت ہے۔ جوہری نے خرید لیا اور کہا: اگر تم اس کی قیمت میری جان بھی لگاتے تو میں اپنی جان بیچ کر بھی خرید لیتا۔اے خریدار! اے صدیق اکبر! اے جوہری آنکھ والے! تجھ پر اور تیری پہچان پر ہزار جان تصدق۔

بلال خرید لیا، جوہری آنکھ دینے والے کے پاس لے آئے (ﷺ) فرمایا: اس سودے میں مجھے بھی شامل کر لیتے۔ عرض کیا: آپ اس سودے میں شامل ہیں۔ بلال کو خریدنے والا آپ کا غلام ہوا۔ اور آج سے بلال آزاد اور میں غلام، غلامی میں قبول فرمائیے۔ کبھی آزادی نہیں چاہوں گا۔ اس لیے کہ تم نے ہی تو خرید کر مجھے انمول کر دیا ہے۔

معجزہ جس نے نہ دیکھا ہو، وہ دیکھے مجھ کو
کس طرح ڈوب کے اُبھرا ہے سفینہ میرا

✻ ✻ ✻

Marfat.com

مفتی محمد رحیم سکندری صاحب

مہتمم جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ خیر پور سندھ

یہ سن ۱۹۶۴ کے اواخر کی بات ہے جب ہم محکمہ اوقاف کی طرف سے ابتدائی مکتب اوقاف چلانے کے لیے اساتذہ تیار کرنے کے مشن کی تکمیل کے لیے جامعہ اسلامیہ بہاولپور بعد میں اسلامی یونیورسٹی بہاولپور میں ایک سال کے کورس میں شامل ہونے کے لیے روانہ ہوئے۔ دراصل یہ دو کورس تھے، ایک امام کا اور معلم امام کا، محکمہ اوقاف کے دانشمندوں کی دانشمندی پر مر مٹنے کو جی چاہتا ہے اور دل ہے کہ سراپا سپاس ہے کہ اپنے محکمہ کے علماء کرام جو اعلیٰ ترین علم و فضل کے مالک تھے اور مستند تھے، ان بے چاروں کو "امامت" کی ٹریننگ دینے کے لیے تین ماہ کے کورس کے لیے بہاولپور بھیجا گیا۔

"امامت" کے فرائض کی ادائیگی کی ٹریننگ کے حصول کے لیے علامہ کبیر، فہامہ شہیر حضرت الحافظ قاری مفتی محمد رحیم سکندری صاحب بھی تھے۔ محکمہ اوقاف میں امامت ایک چھوٹا سا عہدہ ہے۔ ان کو کیا خبر اس چھوٹے پن کے کمبل میں کتنا بڑا شخص چھپا ہوا ہے۔ نغمہ بلبل کی طرح کتنی بڑی نعمت ہے۔ یوسف کا حسن، حسد و بغض کے غلیظ پردوں سے بھنچی آنکھوں کو خیرہ کرتا ہے، ورنہ اسی یوسف کو اندھے کنویں میں پھینکنے والے، چند کھوٹے سکوں فروخت کردینے والے بھی موجود تھے۔ محبوب ہر ایک کو نہیں دکھائے جاتے، شہادت کا مرتبہ باعثِ عزت و آبرو، اہل ایمان کے لیے ہے۔ کافر کے لیے تو وہ موت ہے۔ شاید محکمہ کے لیے

Marfat.com

اس چھوٹے سے عہدہ پر ملازمت کرنے والا وہ ایک بیچارہ امام ہی تھا لیکن ریلوے اسٹیشن روڈ بہاولپور پر وسیع وعریض دو منزلہ خوبصورت ہوسٹل کی قسمت جاگی کہ مفتی محمد رحیم سکندری صاحب کی طرح کے پورے پنجاب سندھ اور بلوچستان کی کئی نابغہ روزگار شخصیات اس کی مہمان ہوئیں۔ دن کے وقت قال اللہ و قال رسول سے فضا مسحور ہونے لگی اور راتیں شب زندہ داروں، سحر خیزی کی لذت سے ملذذ ہُولوگ خدا و محبت رسول ﷺ سے سرشار آنسوؤں سے تر کرنے لگے۔ واللہ وہ ایک سال ہوسٹل کی زندگی میں ایسے لباس معرفت سے جلوہ گر لوگ دیکھنے میں آئے جو عالم بھی تھے، عامل بھی، فاضل بھی تھے کامل بھی۔

ایک ماہ تو ایسے گزر گیا جیسے ہوا کا جھونکا ادھر سے اُدھر گیا۔ ٹھنڈی اور عنبر بیز ہوا کا ایک جھونکا ایسا بھی آیا کہ سندھ سے ایک نوجوان عالم دین، ظاہری و باطنی حسن و جمال کا شاہکار، بسطۃً فی العلم والجسم شخصیت بھی آئی ہوئی ہے، حسن میری کمزوری ہے، وہ کسی بھی رنگ میں ہو، حسن صورت ہو یا سیرت، حسن صوت ہو یا حسن عمل، حسن کلام ہو یا حسن بیان، ہمارے کانوں میں جب یہ خبر پہنچی تو طلب نے ذہن کو تیار کیا، پاؤں کو آمادہ کیا، آنکھوں کو جستجو کی انگیخت کی اور آخر وہ گوہر مراد ہاتھ آ ہی گیا۔

کوئی جادو تھا اس کی شخصیت میں
نظر پڑتے ہی پتھر ہو گیا ہوں
مجھے کامل یہ کس نے چھو لیا ہے
میں خوشبو سے معطر ہوگیا ہوں

ملاقات ہوئی، تعارف ہوا، چائے کی دعوت پیش کی اور ہم دونوں بعد از

Marfat.com

مغرب میس سے کھانا کھا کر نکلے اور حیدری چوک پہنچ گئے۔ قہوہ خانے میں جا کر بیٹھے تو قہوہ خانے کے مالک نے گراموفون ریکارڈ پر ایک نعت لگا دی۔ جو محمد رفیع کی تھی، ''کملی والے کا دامن نہ چھوٹے جان جاتی ہے جائے بلا سے'' اور دوسری نعت ''آیا ہے بلاوا مجھے دربار نبی سے'' اول الذکر نعت میری پسندیدہ تھی، موخرالذکر نعت مفتی صاحب کی پسندیدہ تھی، بس یہ دونوں نعتیں ہمارے مستقل رشتہ محبت کا سبب بن گئیں، میں قول وقرار کا، کام کاج کا جھوٹا تھا اور کملی والے پر جان نچھاور نہ کرسکا، اور اُس کی طلب سچی تھی، اس لیے انہیں واقعی ہر سال بلکہ بعض اوقات سال میں دو دو مرتبہ بھی دربارِ نبوی سے بلاوا آجاتا ہے۔ سچوں کا ساتھ کبھی تو جذبہ جاں نثاری میں سچائی کوٹ کوٹ کر بھر دے گا۔ انشاء اللہ

مسافر کی دوستی کیا دوستی ہوتی ہے۔ دو مہینے اک آن میں گزر گئے اور وہ اپنے وطن شہداد پور سندھ تشریف لے گئے اور وہ ایک شخص ہوسٹل کو، میس کو، کلاس رومز کو، حیدری چوک کے قہوہ خانے کو، گراموفون ریکارڈ چلانے والی مشین کو ویران کرگیا، وہ کیا گیا کہ روٹھ گئے دن بہار کے۔

نظم کائنات تو نہیں رکتا، ہنس اڑ کر چلا جاتا ہے، پرندے اپنی طاقت کے مطابق ہنس سے محبت کے اظہار میں اس کی اڑان کے ساتھ کچھ دور تک ساتھ جاتے ہیں، پھر تھک ہار کر واپس لوٹ آتے ہیں، اس کی جدائی چمن کو ویران کرتی ہے۔ آخر وقت کا مرہم آہستہ آہستہ ہجر کے زخموں کو بھرتا ہے اور دنیا پھر سے آباد ہوجاتی ہے۔

لیکن یقین جانئے، یہ ہنس اڑ کر چلا گیا، اپنے وطن چلا گیا اپنی زندگی کی

Marfat.com

رعنائیوں میں کھوگیا، نئے جب یار بنتے ہیں، پرانے بھول جاتے ہیں۔ وہ بھی بھول گیا ہوگا لیکن میرے صحن چمن کی رعنائیاں لوٹ کر نہ آئیں۔ میری آنکھیں سندھ سے آنے جانے والی گاڑیوں کو اس کے مسافروں کو اکثر دیکھتی رہتیں کہ شاید وہ حسن کا پیکر کبھی بھول کر ادھر سے گزرے اور اس کا دامن تھام کر کہوں:

ہمارے دل کی اداس بستی تمہاری اصلی قیام گاہ ہے
کسی نظر میں، کسی نگر میں جو گھر بنانا تو یاد رکھنا

لیکن جیسے ہر وہ شخص جس کے ہاتھ میں لاٹھی ہو، وہ موسیٰ نہیں ہوسکتا، علیہ السلام۔ اس طرح ہر سندھی، ہر شہداد پوری تو مفتی محمد رحیم سکندری نہیں تھا اس لیے تلاش شروع کردی اور

اشک سچے ہوں تو کبھی ضائع نہیں جاتے
میری پلکوں سے گرے اُن کے قدم تک پہنچے

مجھے کہیں سے حضرت علامہ عصر مولانا شیخ الحدیث والتفسیر مولانا صالح محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا پتہ مل گیا، وہ مفتی صاحب کے استاذِ محترم تھے۔ میں نے ان کو خط لکھا کہ اس نام کا کوئی حسین شخص آپ کی نظر میں ہو، تو اسے کہیں:

اُس کے قد کی، خال و خد کی، سیرت کی، صورت کی
باتیں کرتے ہیں شب بھر میں اور میری تنہائی

جب میرا یہ خط اُن تک پہنچا تو مفتی صاحب اتفاقاً اُن کے خوبصورت حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تلاش گمشدگان کا اشتہار آپ نے مفتی صاحب کے ہی ہاتھ میں دے دیا۔ پتہ نہیں اس وقت مفتی صاحب پر کیا گزری ہوگی۔ البتہ انہیں اس فقیر پر رحم آگیا اور جب سے اب تک کے چالیس سال کی طویل

Marfat.com

مسافت کی گرد نے اس تعلق اور نسبت کے پانی کو گدلا نہیں ہونے دیا اور اپنا رخ مستقل طور پر ہماری طرف کردیا، یہ نظریں دیدار کے قابل نہ تھیں بس انہوں نے ہی اپنا رخ ادھر کردیا۔

شہداد پور کی جس مسجد شریف میں آپ امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے، رمضان المبارک کی آمد آمد تھی۔ مفتی صاحب کو خبر ہوئی کہ اس مسجد میں ایک بدعقیدہ حافظ نماز تراویح میں قرآن پاک سناتا ہے۔ آپ نے انتظامیہ سے کہا کہ اس کے پیچھے تو ہماری نماز نہیں ہوتی۔ اس وقت حافظ بھی اتنے زیادہ نہیں ہوتے تھے اس لیے انتظامیہ نے کہا کہ پھر نماز تراویح کون پڑھائے گا۔ آپ نے فرمایا: میں پڑھاؤں گا اور آپ نے ہر روز سوا پارہ یاد کر کے نماز تراویح میں سنانا شروع کردیا۔ یوں ۲۷ دن میں قرآن پاک حفظ کر کے اپنی مسجد میں نماز تراویح میں سنا دیا۔ تاریخ کے طویل ترین سفر کے اوراق کھنگال کو دیکھیں۔ انگلیوں کے چند پوروں پر وہ لوگ گنے جاسکتے ہیں جنہیں یہ اعزاز حاصل ہوا ہو۔ سبحان اللہ!

شہداد پور سے پیر جو گوٹھ جو پیر خانہ بھی تھا اور علم و فضل کی نعمتوں سے دامن مراد بھرنے والا ادارہ جامعہ راشدیہ بھی یہیں تھا۔ یہاں آپ کی خدمات کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپ نے سرکاری ملازمت ترک کردی اور پیر جو گوٹھ تشریف لے آئے اور جامعہ کی نظامت سنبھال لی اور تقریباً تیس سال سے بڑی کامیابی کے ساتھ اس عہدہ پر فائز ہو کر شیخ الحدیث والتفسیر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیتے ہوئے ابھی تک تھکن کی جھریاں ان کی پیشانی پر نہیں ابھریں۔

تدریس و تعلیم کے علاوہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ جامعہ

Marfat.com

اسلامیہ بہاولپور میں یہ بات مشہور تھی کہ مفتی صاحب کے مضامین سندھی بلوچی اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ آپ کو جس طرح بلوچی مادری زبان پر عبور ہے اسی طرح سندھی، عربی، فارسی اور اردو پر بھی عبور حاصل ہے چونکہ سندھی زبان میں اہل سنت و جماعت کے پلیٹ فارم پر کام کی نوعیت حوصلہ افزا نہیں۔ آپ نے کنزالایمان کا اردو سے سندھی زبان میں ترجمہ فرمایا جس کی اشاعت کئی سال تک بوجوہ مؤخر رہی۔ الحمدللہ! راقم الحروف کی مختصر سی کوشش سے ادارہ ضیاء القرآن لاہور نے اشاعت کی ذمہ داری قبول فرمائی اور اب تک لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر گھر گھر میں کنزالایمان کے خزانوں کو بانٹ رہا ہے۔

زبانِ یارِ مَنْ ترکی، وَمَنْ تُرکی نمی دانم والی بات اپنی جگہ ہزار بار درست کہ میرے یار کی زبان ترکی ہے اور ترکی زبان مجھے آتی ہی نہیں۔ اس کے باوصف جب یہ کنزالایمان کا سندھی ترجمہ شائع ہوا تو پہلی جلد ہاتھ میں آئی تو واقعۃً یوں محسوس ہوا کہ یہ وہ ترجمہ و کتاب ہے جو دوست کو دوست سے جدا کرتی ہے یعنی نہ دوست یاد رہتا ہے نہ بھائی بلکہ ہر رشتہ کو خیر باد کر دیا جاتا ہے، کتاب نہیں چھوڑی جا سکتی۔

معلوم ہوا، مفتی صاحب پیر جو گوٹھ کی بجائے اس وقت کراچی میں ہیں، اس کی اشاعت میں کامیابی کی خوشی نے مجھے مست کر دیا اور دوریاں دم توڑنے لگیں اور پہلے چند نسخے لے کر سیدھا کراچی چلا گیا اور وہاں جا کر پیش کی۔ اشاعت میں تھوڑی سی کاوش کرنے والے کا یہ حال تھا۔ خود جس کی محنت کا ثمر اس کے سامنے ہو، اُس کے جذبات کے سمندر کی گہرائیوں کو کون ناپ سکتا ہے۔

آپ نے ذاتی دلچسپی لے کر حضرت پیر محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

کے ملفوظات کا ترجمہ اردو میں کرایا۔ میں نے وہ نشستیں دیکھی ہیں جن میں مفتی دُرمحمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے دیگر معاونین اس مبارک سفر میں مصروف ہوتے تھے۔

جولوگ اسباب کومن جانب اللہ نہیں جانتے، وہ اسباب ہی کو اپنا قبلہ گاہ بنالیتے ہیں لیکن مفتی صاحب نے اسباب پر نہیں مسبب الاسباب پر نظر رکھی اور حضرت پیر محمد راشد روضہ دھنی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک شاہکار لغات جمع الجوامع کی تخریج و ترتیب اور ترجمہ کا اہتمام کیا جس پر زرکثیر صرف ہوا اور محترم ڈاکٹر سید خضر نوشاہی صاحب نے عرق ریزی سے کام کیا اور اب وہ کمپوزنگ یا اشاعت کے مراحل میں ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق یہ لغات تین ہزار صفحات تک پھیلی ہوئی ہے۔

دنیاداروں اور اہل اللہ کی غذاؤں میں فرق ہوتا ہے دنیا داروں کا قبلہ دسترخوان ہوتا ہے جبکہ اہل اللہ کی نظر ماہی کے رخ انور تک جاتی ہے۔ اُس کے آگے کا سفران پر حرام ہوتا ہے۔ خواہشات و معاملات دنیوی کی حدود کا پیمانہ بھی اُن کا اپنا تیارکردہ ہوتا ہے اور اُسی دائرہ میں مگن رہتے ہیں۔ جو نصاب محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چاہنے والوں کے لیے تیار کیا ہوا ہے۔ اسی کی ایک جھلک صحاح ستہ میں بخاری شریف ہے۔ قرآن پاک کے سندھی ترجمہ وتشریح کے بعد بخاری شریف کی طرف فکر کی آمادگی ہوئی اور راقم الحروف اس حوالہ سے بھی آپ کو اکثر انگیخت کرتا رہتا ہے کہ محسنِ من تیرے احسانات مجھ تک ہی محدود نہ رہیں۔ بخاری شریف کے ترجمہ وتفسیر محبت وعشقِ رسول کے شیرے میں ڈبوکر سندھی زبان میں ڈھال دو، پورا سندھ تیرے احسان

Marfat.com

سے گردن اونچی نہ کر سکے گا اور الحمدللہ یہ سلسلہ بھی جاری ہے۔

محمود غزنوی نے ہندی تحفہ جو خربوزے کی نسل سے ثُمہ نام کا ہے، جو بہت کڑوا ہوتا ہے۔ ملنے پر حسبِ عادت سب سے پہلے ایک کاش کاٹ کر ایاز کو پیش کی، ایاز نے جب وہ منہ میں رکھی تو کڑواہٹ نے کلیجہ نکال کر باہر رکھنا چاہا لیکن اس نے صبر واستقامت دکھاتے ہوئے اپنے چہرے کی کیفیت بھی نہ بدلنے دی۔ اور یوں کھا گیا جیسے کوئی بہت ہی لذیز چیز ہاتھ آ گئی ہو۔ جب محمود نے دوسری کاش خود کھانا چاہی تو کڑواہٹ سے زبان پھٹ گئی۔ اس نے حیرت سے پوچھا: ایاز اتنی کڑوی چیز یوں کھاجانا جیسے بچے گولی یا ٹافی کھالیتے ہیں۔ بڑا عجیب لگا ہے۔ تو ایاز نے عرض کیا: آقا! آپ کے ہاتھ کے لمس نے اس میں کڑواہٹ چھوڑی کب تھی محبت سے کڑوی چیزیں میٹھی بن جاتی ہے، کانٹے پھول بن جاتے ہیں، قید خانہ چمن پر بہار بن جاتا ہے، آگ اور نار نور بن جاتی ہے، اُجڑے بن اور گھر محبت سے روشن ہوجاتے ہیں، محبت مرُدوں کو زندہ کردیتی ہے۔

آپ خیال کرتے ہوں گے، اتنا بڑا آدمی، اتنا عالم، اتنا عامل، اتنا فقیہ و محدث ومفسر، اتنا بڑا شیخ الحدیث، کبھی تلخیوں کا شکار نہ ہوا ہوگا، نہیں ایسا نہیں ہوا، کرب کرب کے زخموں کا حساب تو وہ خود لگاتے ہوں گے لیکن جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ کسی اور کے ساتھ ہوتا تو شاید کبھی کا حوصلے ہار چکا ہوتا۔ لیکن ان تلخیوں کو مفتی صاحب یوں پی گئے جیسے واقعی محبوب کے ہاتھ نے ان تلخیوں اور کڑواہٹوں سے تلخی و کڑواہٹ ویسے ہی کشید کرلی ہو۔ جیسے محبت نظام کائنات ہی بدل کر رکھ دیتی ہے۔ کئی مارِ آستیں آپ نے خود پال رکھے تھے اور وہ بھی کبھی ڈنگ مارنے

Marfat.com

کے فرض کو چوکنے نہیں دیتے تھے لیکن اس طرف حرف دعا کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔

تم اہل کرم طرز کرم بھول چکے ہو
ہم جیسے فقیروں کو تو اب بھی ہے دعا یاد

ان تمام حوادث سے دوچار رہ کر بھی آپ کا سب سے بڑا کارنامہ حضرت پیر طریقت پیر صبغتہ اللہ شاہ صاحب المعروف پیر صاحب پاگارہ کی سرپرستی میں جامعہ راشدیہ کو پروان چڑھانا ہے اور ایک اعلیٰ ترین نایاب کتب اور قرآنی نسخہ جات سے بھری ہوئی لائبریری ہے۔ جامعہ راشدیہ میں سینکڑوں طلباء حفظ و ناظرہ سے درس نظامی منتہی کتب اور دورہ حدیث تک ایک طویل عرصہ سے اجرا اور نگرانی ہے بلکہ جامعہ راشدیہ کی ان گنت میری یادداشت کے مطابق سو سے زیادہ مدارس کی شاخیں ہیں۔ ان کی نگرانی، اُن کے حسابات کی پڑتال، ان کے امتحانات کے انتظامات ونتائج کی فراہمی اور پھر ہر سال تمام شاخوں اور جامعہ راشدیہ کے حفاظ، قراء اور علماء کی ایک کثیر تعداد کی فراغت تک تمام امور کی بیک وقت دیکھ بھال ایک انتہائی مشکل کام ہے جو وہ مسلسل کئے جارہے ہیں۔ جسمانی ساخت نے بڑھاپے کا منہ دیکھ لیا ہوا ہے لیکن یہ مردِ مجاہد بالوں میں کثیر چاندی آجانے کے باوصف ہر کام کی نگرانی خود کرتا ہے۔

جامعہ راشدیہ کے ساتھ بہت ہی خوبصورت اور عظیم الشان دومنزلہ لائبریری کی عمارت ہے جس میں جدید وقدیم کتب کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود ہے اور باقاعدہ ایک سائینٹیفک طریقہ سے اُن کو مرتب کیا گیا ہے جس کی مدد سے ہر کتاب آسانی سے تلاش کی جاسکتی ہے۔ خصوصاً مخطوطات اور پرانے قلمی قرآن پاک کے نسخے اس لائبریری کا قیمتی اثاثہ ہیں۔

Marfat.com

اس پیرخانہ اور روحانی درسگاہ وخانقاہِ قادریہ سے متعلق کثیر علماء کرام کی ایک جماعت ''جماعت سکندریہ'' ہے۔ مفتی صاحب کی سرپرستی میں اس جماعت سکندریہ نے اپنے اپنے مقامات پر مربوط طریقہ سے تعلیمی، تدریسی، تصنیفی، اور تبلیغی شعبہ جات قائم کئے ہوئے ہیں۔ جن کی بھرپور نگرانی نے اس درسگاہ کے فیوض و برکات کو گھر گھر پہنچانا آسان کردیا ہے۔

حضرت پیر محمد راشدہ روضہ دھنی رحمتہ اللہ علیہ کی سنت کے مطابق ہر سال عید معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جو واقعۃً ایک عید کی جھلک پیش کرتی ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں عوام ''بھیج پاگارہ'' کے نعرے لگاتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں۔ ان لاکھوں انسانوں کے لیے وسیع لنگر کا انتظام اور نگرانی ایک اچھا خاصہ مسئلہ ہے لیکن بھرپور کامیابی کے ساتھ یہ تقریب تکمیل کو پہنچتی ہے۔ اس تقریب میں ہزاروں کی تعداد میں بزم سکندریہ کے علماء کرام شریک ہوتے ہیں۔ مختلف صوبہ جات سے جید علماء کرام کو دعوت دی جاتی ہے۔ اس دعوت میں خصوصی مدعو علماء کرام کے اعزاز میں خود حضرت پیر صاحب پاگارہ عشائیہ کا اہتمام کرتے ہیں اور آپ سرکار علماء کرام کے درمیان یوں گھل مل جاتے ہیں کہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ اتنے لاکھوں انسانوں کے دلوں پر بادشاہت کرنے والا سید بادشاہ یوں بھی شفقت فرمانے والا ہوتا ہے۔ اس تقریب میں ۲۷ رجب المرجب کی صبح کو لاکھوں کے مجمع میں اور ہزاروں علماء کرام کی موجودگی میں دورہ حدیث پڑھنے والوں کو آخری سبق دینے کا رنگ انوکھا ہوتا ہے۔ مفتی صاحب کی آنکھوں سے ہیرے جواہرات سے زیادہ قیمتی موتیوں کی آبشار بہہ رہی ہوتی ہے۔ تمام شاخوں سے فراغت پانے والے سینکڑوں حفاظ، قراء اور علماء

Marfat.com

کرام کی دستار بندی اور جبہ پوشی کا نظارہ بہت ہی دلفریب ہوتا ہے۔ کسی جید عالم دین کا خطاب دلنواز ہوتا ہے اور دعاء خیر کے ساتھ عوام الناس اور مدعو علماء کرام کو بڑی عزت و تکریم کے ساتھ رخصت کیا جاتا ہے۔

اتنی بڑی ذمہ داریوں والا انسان اکثر حقوق العباد اور خصوصاً حقوق اہل خانہ و بچگان سے بے خبر ہوتا ہے۔ لیکن مفتی صاحب ایک عقاب کی صورت ہر طرف برابر نظر رکھتے ہیں۔ اپنے بیٹوں کو اعلیٰ تعلیم سے مزین کرنے کے فرض سے غافل نہیں رہے بلکہ پورے خاندان کی بھرپور سرپرستی فرمانا مفتی صاحب کا حصہ ہے۔

روحانی درجات کے ریکارڈ کو درست رکھنے کے لیے ایک خوبصورت واقعہ تحریر کرنا اپنا قیمتی فرض سمجھتا ہوں۔ مفتی صاحب قبلہ کے ہاں پہلے بیٹیاں ہی پیدا ہوئیں۔ آپ مجھے اکثر خط لکھتے: چشتی صاحب! داتا دربار حاضری دے کر اور حضرت میانمیر بالا پیر قادری رحمتہ اللہ علیہ کے حضور حاضر ہوکر نرینہ اولاد کی دعا کرو، اللہ تعالیٰ ہمیں نرینہ اولاد کی نعمت سے بھی مالا مال فرمائے۔

سچ پوچھیے: میں نے ان آستانوں پر جاکر کبھی دل جمعی کے ساتھ دعا نہیں کی تھی لیکن اس کوتاہی پر پشیمان و افسردہ بھی رہتا تھا۔ ایک دن ہمارے ایک بزرگ صوفی محمد اقبال دیوانہ صاحب مرحوم کے حضور حاضر تھے۔ ایک قہوہ خانہ پر چائے نوش کررہے تھے کہ مجھے مفتی صاحب کا خیال آگیا۔ میں نے صوفی صاحب سے عرض کیا: قبلہ ہمارے ایک مہربان دوست مفتی صاحب کے ہاں نرینہ اولاد نہیں، ذرا ان کے لیے خصوصی دعا فرما دیجئے تو صوفی صاحب فوراً گویا ہوئے۔ چشتی صاحب: یہ کونسا کام ہے آپ مفتی صاحب کو خط لکھیں کہ جو وظائف آپ پڑھتے ہیں، ان میں میری طرف سے گیارہ مرتبہ درود شریف کا

Marfat.com

اضافہ کرلیں اگر اس دفعہ اُن کے ہاں بیٹا نہ ہو تو فقیر کا گریبان حاضر ہے اور یہ بات انہوں نے بھرپور پنجابی انداز میں داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہی۔

آپ اندازہ نہیں لگا سکتے، میری اس وقت کیا حالت ہوئی۔ میں سوچنے لگا، صوفی صاحب نے کیا کہہ دیا ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے بیٹا چھین کر لینا ہو، میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا، دراصل اُن کا یہ انداز مجھے پسند نہ آیا اور دل میں یہی وسوسہ تقریبا دو مہینے مسلط رہا کہ یار صوفی صاحب نے کیا کہہ دیا ہے، آخر ایک دن خیال آیا کہ چشتی تو پریشان ہونے والا کون ہے، بات کرنے والا جانے یا ماننے والا جانے۔

بس یہ تصور آتے ہی طبیعت کو سکون مل گیا، اور مفتی صاحب کو خط لکھ دیا۔ الحمدللہ! تین ماہ بعد مبارکباد آ گئی۔ کہ چشتی صاحب آپ کو اپنے بھتیجے کی مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے بیٹا عطا فرمایا ہے۔ **الحمدللہ علی ذلک.**

بچے، فصل اور فقیری، راکھی سے پلتے ہیں، یعنی بابے بغیر بکریاں نہیں چرتیں، اس بابے نے مفتی محمد رحیم سکندری صاحب نے جماعت سکندریہ کی ذمہ داریوں میں ایک خوبصورت یہ اضافہ بھی فرمایا کہ درگاہ شریف کے افکار و نظریات کی ترویج و اشاعت کا بندوبست کرنے کے لیے ایک ماہنامہ کا اجراء کیا۔ یہ ماہنامہ ''الراشد'' کے نام سے سندھی زبان میں شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ نکالنا اتنا آسان نہیں جتنا اس کا اعلان کرنا آسان ہے۔ لیکن کہتے ہیں، عزم صمیم ہو، ارادے پختہ ہوں، سوچ اور فکر کے دروازوں پر مایوسیوں اور یاسیت کے پہرے نہ ہوں، جماعت اور ساتھی کارکن پرعزم ہوں اور مال و دوست کی بیساکھی مضبوط ہو، تو رسالہ چلتا ہی رہتا ہے۔ ''الراشد'' اپنے خانقاہی نظام کی

Marfat.com

بھرپور نمائندگی سے مزین ہے۔

حضرت پیر محمد راشد صاحب روضہ دھنی رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے کے ساتھ بہت وسیع و عریض لنگر خانہ ہے۔ آپ یقین جانئے، ایک بار جب میں اپنے محترم و مکرم رفیق جناب محمد نواز رضا صاحب ماہر علوم فلکیات کے ہمراہ پیر جو گوٹھ حاضر ہوا تو مفتی صاحب نے ازراہ شفقت پیر صاحب پاگارہ کے لنگر خانہ کی زیارت کا شرف بخشا۔ لنگر خانہ اتنا وسیع تھا کہ صرف اس کو دیکھنے، اس کو ناپنے اور اس میں وسیع انتظامات کا جائزہ لیتے لیتے، تھکاوٹ نے ہمارے قدموں میں زنجیریں ڈال دیں۔ اتنا بڑا لنگر خانہ، اتنی بڑی بڑی دیگیں، اتنے بڑے بڑے چولہے زندگی میں پہلی بار دیکھنے نصیب ہوئے، واقعی بڑوں کی ہر بات بڑی ہوتی ہے۔

والد صاحب کے حج کے سفر پر روانہ ہونے اور میرا شہداد پور حاضر ہونے کا واقعہ

1973ء کی بات ہے۔ میرے محسن و مربی میرے ابا جان حضور! میاں محمد عبدالغنی رحمتہ اللہ علیہ حج کی سعادت حاصل کرنے تشریف لے گئے۔ ان دنوں بذریعہ بحری جہاز کراچی سے سفر حج شروع ہوتا تھا۔ ان کو الوداع کہنے کراچی تک گیا۔ واپسی پر حضرت قبلہ مفتی محمد رحیم سکندری صاحب کی زیارت کرنے، شرف ملاقات حاصل کرنے، شہداد پور اترا، معلوم ہوا مفتی صاحب کسی گوٹھ میں ایک مدرسہ کی نگرانی فرما رہے ہیں۔ اس مدرسہ کے ناظم و منتظم اور نگران اعلیٰ فقیر عبدالحکیم ہنگورو جو پیر صاحب پاگارہ کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے فقیر

Marfat.com

کے لقب سے ملقب ہیں۔ ان کو اطلاع ہوئی تو علی الصبح اپنی لینڈ کروزر لے کر تشریف لے آئے، کیا عظیم لوگ ہیں یہ، گاڑی سفر پہ چل نکلی، کچا رستہ، گرد و غبار سے اٹا ہوا، فقیر سائیں نے مجھے گرد و غبار سے بچانے کے لیے درمیان بٹھایا اور خود اتنے بڑے آدمی ہو کر سارے راستے گرد و غبار کا لباس چنتے رہے۔

جب اس گوٹھ میں پہنچے تو دور سے فقیر سائیں کی گاڑی دیکھ کر چند احباب قطار میں استقبال کے لیے کھڑے دیکھے۔ فقیر سائیں کا مہمان سمجھ کر ہر ایک ان میں سے پہلے میرے قدموں، گھٹنوں کو چھوتا ہے، ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے، پوچھتا ہے: سائیں دین ایمان قائم، نماز روزہ قائم، گھر بار خیر، بھیڑ بکری خیر، یہ چار سوال ہر شخص نے پوچھے۔ طبیعت مچل گئی، معلوم ہوا، سندھ کے کلچر میں یہ سوالات شامل ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے اب وہ خوبصورت اور پرخلوص الفاظ سننے کے لیے بھی کانوں کی سماعت ترس گئی ہے۔ اب وہ سندھی ثقافت کہیں غاروں میں جا چھپی، مفتی صاحب اور طلباء و مدرسین نے بھی استقبال کیا۔ وہ پہلا کھانا اور اس کی لذت و سادگی آج تک نہیں بھولی، چنگیر میں سادہ چند روٹیاں، ایک پلیٹ میں مکھن کا پیڑا اور اس کے اوپر شہد انڈیلا ہوا اور ساتھ یہ درخواست کہ حضور اس وقت یہی حاضر ہے۔ یہ سادگی یہ انداز محبت دل چھین کر لے گیا۔

مفتی محمد رحیم سکندری دامت برکاتہم العالیہ ہمہ صفت موصوف قرون اولی کے بزرگوں کی تصویر، شب زندہ دار، صاحب علم و فضل، صاحب تصنیف و تالیف، مترجم، حافظ و قاری، بہترین منتظم، اور سب سے بڑی بات یہ کہ خلق و مروتِ رسول ﷺ کا دور حاضر میں بہتا ہوا خوبصورت دھارا۔

❀ ❀ ❀

Marfat.com

میرے محسن میرے مربی

مولوی محمد علی چشتی امیری رحمتہ اللہ علیہ، غازی آباد لاہور

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول مخبر صادق ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سخاوت جنت کا ایک درخت ہے۔ میں نے دیکھا اور بار بار دیکھا۔ وہ درخت مولوی محمد علی چشتی امیری رحمتہ اللہ علیہ کے گھر میں پورا تن آور درخت تھا۔ اس کی کوئی شاخ بھی ایسی نہ تھی جو خشک ہو، پھل سے محروم ہو، پھل نہ دیتی ہو، جس کسی نے بھی اس کی جس شاخ کو پکڑا وہ سیدھا جنت میں پہنچا، اس کا پیٹ بھی بھر گیا اور نظر بھی۔

درخت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی چھاؤں، اپنے پھل اور پھول سے کسی کو محروم نہیں کرتا حتیٰ کہ اس کا دشمن جو اس کی جڑھیں کاٹنے میں مصروف ہے، اس کے لیے بھی اپنے آخری وقت تک، آخری جڑ کٹ جانے تک، چھاؤں کی چھتری تانے رکھتا ہے۔ ساری زندگی زمانے بھر کی دھوپ اور سختیاں جھکڑ، آندھیوں کے تھپیڑے برداشت کرتا ہے لیکن کسی آنے والے کو اپنے دکھ نہیں سناتا۔ ہر آنے والے کو چین سکون، آرام، نیند اور راحت جیسی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔

اے میرے دوست! سچ سچ بتا کیا میرا مربی میرا محسن مولوی محمد علی چشتی ایسا نہیں تھا، یقیناً ایسا ہی تھا۔

Marfat.com

دشمن بھی جو آئے میرے سائے میں بیٹھے
میں ایک گھنا پیڑ سرِراہ گذر ہوں

جس دل کا دریچہ، محبوب حقیقی کی طرف کھل جاتا ہے وہ ہمیشہ اس محبوب کی تجلیات سے فیض یاب ہوتا رہتا ہے۔ پھر وہ اس فیض کو اپنے محبوب کی مخلوق میں بانٹنا شروع کردیتا ہے کیونکہ پانی کو روکنا، پانی کے سوتوں کو بند کرنا ہوتا ہے بلکہ اس کو بدبودار کردینا ہوتا ہے۔ وہ اس فیض کو رواں دواں دیکھنے اور اس سے خوشبوؤں کے حلے بکھیرنے کو زیادہ پسند کرتا ہے۔

وہ کون تھا۔ غریب یا امیر، اچھا یا برا، نیک نفس یا بدطینت، اپنا یا بیگانہ، چھوٹا یا بڑا، جسے اُس نے سینے سے نہ لگایا ہو اور اپنے محبوب حقیقی کے فیض سے اُس کو فیض یاب نہ کیا ہو۔

وہ میرے بھی مربی تھے، محسن بھی اور استاذ گرامی بھی، لیکن ایسے استاذ نہیں تھے جو مجھے پڑھا کر کہتے ہوں کہ تمہاری طرف اتنا بل ہوگیا ہے۔ انہوں نے میرے بچوں اور بچیوں کو گھر آکر پڑھایا، پڑھاتے رہے اور ایک عرصہ پڑھاتے رہے، اور زندگی میں ایک بار بھی نہ بل پیش کیا نہ بل وصول کیا۔

میں وہ نظارہ نہیں بھول سکتا جب میں صبح صبح اُن کے حضور حاضر ہوتا تو پڑھاتے بھی جاتے اور ہر روز بلاناغہ گھر سے کھانا منگوا کر کھلاتے بھی جاتے، خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں جانے والے میں۔

اگر کوئی کہتا ہے کہ میں ہتھیلی پہ سرسوں جما لیتا ہوں تو اس کے آزمانے کا فوری حل یہ ہے کہ اس کے آگے ہتھیلی کردو، اگر وہ آپ کی ہتھیلی پر سرسوں جمانے میں کامیاب ہوگیا تو سچا، ورنہ جھوٹا۔ اگر تجھے میری بات پر یقین نہیں آتا تو آ، اُن کے جگر کے ٹکڑے، آج بھی اس درخت کی شاخوں میں سے کوئی

Marfat.com

نہ کوئی شاخ پکڑے کھڑے ہیں، انہیں دیکھ اور اسی طرح فیض کے دریا بہاتے دیکھ، اگر ایسا نہ ہو تو فقیر کا گریباں حاضر ہے۔

باپ پہ پوت پتا پہ گھوڑا
بہتا نہیں پر تھوڑا تھوڑا

دنیا ان کو مولوی محمد علی صاحب کہتی تھی، اس لیے نہیں کہ وہ کسی مسجد کے امام تھے یا خطیب، یہ نام اُن کا صرف اس لیے تھا کہ وہ مولا والے تھے۔ مولا کی خبر رکھنے والے تھے، چہرے پہ سنت مصطفیٰ ﷺ کی بہار خوب سجی ہوئی تھی۔ داڑھی مبارک کے خوبصورت قدرتی سنہرے بال، مد بھری آنکھوں کے چمکتے دمکتے چراغ او رنکھرتے گلاب ونسترن جیسے گلابی رخسار، پنکھڑی کی نزاکت کو شرماتے خوبصورت ہونٹ، ان کی یہ تصویر تصوراتی نہیں یہ تصویر میرے ہاتھ میں ہے، میری آنکھوں میں ہے، آ دیکھ اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔

جہاں پاؤں کبھی ڈالے تھے اُس نے
وہاں پانی سُنہرا ہو گیا ہے

وہ ہونٹ ہمہ وقت اپنے مالک کی یاد میں مصروف رہتے۔

اُن کے ذہن میں صرف ایک بات ہی سمائی رہتی کہ یہ وجود مالک حقیقی کی ملکیت ہے۔ اگر انسان اس بات کو خود ہی تسلیم کر لے کہ میرا یہ وجود کچھ دیر اللہ کے لیے ہے اور کچھ دیر لوگوں کے لیے ہے۔ بیوی بچوں کے لیے ہے، دنیا داری کے لیے ہے تو وہ خود ہی مشرک ہو جاتا ہے۔ اُن کا دل بھی یار و لے تھا ان کا ہاتھ بھی یار و لے تھا اور وہ اس شرک سے ہمیشہ پاک رہے، وہ پکے اور سچے موحد تھے۔

خوشبو ہے کہ اب تک نہیں جاتی میرے گھر سے
اک شب کوئی مہمان میرے گھر میں رہا تھا

Marfat.com

وہ نور، جس نے کوہِ طور کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے قلب مومن کو اس کے برداشت کی قوت عطا فرمائی، ہم نے دیکھا اس مرد مومن کے دل کو، قدرت نے اتنی قوت برداشت عطا فرمائی تھی کہ دنیا کے ہزاروں مسائل کی مضبوط گرفت میں جکڑے ہونے کے باوجود ہم جیسے قریب ترین ساتھیوں کے سامنے بھی حرف شکایت زباں پر کبھی نہیں لائے۔ ایک دفعہ میں ایک تلخ اور تکلیف دہ واقعہ سے آگاہ ہو کر تلملا اٹھا، حالات کی سنگینی اور ان کے عدم تلطف پر شکوہ کناں ہوا تو ارشاد ہوا۔ چشتی صاحب! مالک آپ ہی کرم فرمائیں گے یہ کہا اور بات کو ٹال گئے۔

ہم لوگ رات کے مسافر ہیں اور ان کا چہرہ چاند جیسا تھا، رات کے مسافروں سے اُس چاند کا اتنی جلدی چھپ جانا مناسب نہ تھا، لیکن ہم اندھے کیا جانیں کہ کیا مناسب ہوتا ہے اور کیا نہیں، یہ ساری گتھیاں تو انہوں نے خود سلجھائی ہوئی تھیں جبھی تو انہوں نے اپنا چہرہ ہم سے جلد چھپا لیا کہ ناپاک نظروں کی خراش سے محفوظ رہے۔

آنے والے وقت کو مومن تاڑ لیتا ہے ابرہہ کا ہاتھی آنے والی مصیبت کو تاڑ گیا تھا جبھی تو خانہ کعبہ کی طرف بڑھنے سے گریز کرتا تھا۔ حضور معلم علم و حکمت ﷺ کی قصویٰ اونٹنی کو بھی خبر تھی کہ ہجرت مکہ سے مدینہ میں کس کے گھر جا کر مہمان ہونا ہے اسی لیے سرکار فرماتے تھے۔ اسے چھوڑ دو، اِنَّهَا مَأْمُوْرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ۔ اس کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِسے آگاہی مل چکی ہے، کہاں ٹھہرنا ہے اور کہاں نہیں۔

اگر اتنے حالات سے ہاتھی اور اونٹنی جیسے جانور آگاہ ہو سکتے ہیں تو بندہ مومن کیوں آگاہ نہ ہوگا، اسی آگاہی کا عکس جمیل تھا کہ اس روز وقت مقررہ سے

Marfat.com

تین دن پہلے اہل خانہ کو، بیوی بچوں کو جمع کیا اور دنیا کی بے ثباتی کا درس دیا۔ اپنے فرائض کی ادائیگی سے فراغت کی خبر دی اور کوچ کے سامان کی تیاریوں سے آگاہ کیا۔ بیوی کو بچوں کی سرپرستی، ان کی ذمہ داریوں سے آشنا کیا، بچوں میں سے بڑے بیٹے کو چھوٹوں پر شفقت کی تلقین فرمائی، چھوٹوں کو بڑوں کا ادب اور حکم ماننے کی ترغیب دی۔

بیوی، بچے اور بچیاں حیران تھے آج اچانک کیا موضوع چھڑ گیا۔ پوچھتے: اباجی! اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ یہ کیا گفتگو ہے تو ارشاد ہوا، نہیں بیٹا زندگی کا کیا اعتبار ہے۔ ہم تیار بیٹھے ہیں، مالک جب چاہے اب پاس بلا لے۔

پھر اُسی دن سے اپنے تمام حلقۂ ارادت کے گھر گھر جا کر کہا: پرسوں جمعہ کی شام ''صلوٰۃ سلام'' ہے۔ آپ ماہانہ محفل کا نام ''صلوٰۃ وسلام'' رکھتے تھے۔ کوئی دوست غیر حاضر نہ ہو، تیسرا دن آگیا، جمعۃ المبارک تھا، سلامت پورہ ایک گھر بچوں کو پڑھا کر واپس لوٹ رہے تھے کہ دل نے کہا: مالک کی یاد ستا رہی ہے، وہیں بیٹھ گئے۔ لوگوں نے اٹھایا: قریبی ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ ڈاکٹر نے چیک اپ کے لیے لیٹنے کو کہا تو فرمایا: چیک اپ کا وقت نہیں، دو تین پتہ جات اور فون لکھو، جن کو اطلاع دینا ہے۔ اس نے ایڈریس، فون اور پتے لکھ لیے۔

آج مسیحا خود حیران تھا، یہ کیسا مریض ہے جو مسیحا کے پاس آکر بھی زندگی کی بھیک نہیں مانگتا، اس نے پوچھا: بابا! آپ کیا کام کرتے ہیں۔ فرمایا: میں ماسٹر ہوں تو اس نے حیرت میں ڈوبتے ہوئے کہا: ایک عام سے ماسٹر اور تقدس اور پاکیزگی کی اتنی شہنائیاں، سبحان اللہ! آخر اس نے حیرت و استعجاب سے نکلتے کہا: بابا! اس دور میں تو ماسٹر کی کوئی عزت نہیں، فرمایا: کبھی فقیر کے ڈیرے پر آؤ اور دیکھو، ماسٹر کو خدا نے کتنی عزت دے رکھی ہے۔

Marfat.com

باتوں باتوں میں دل نے پھر یاد دلایا۔ حضرت مالک کی یاد ستا رہی ہے۔ آؤ چلیں، کہا ہوگا، چلو بس پھر دیکھتے ہی دیکھتے واصل باللہ ہوگئے اور مالک کے حضور دستہ بستہ حاضر ہوگئے۔

پھر یوں ہوا کہ مڑ کے بھی دیکھا نہ ایک بار
ہم اشک بار اُن کو پکارے چلے گئے

صحیح مسافر وہ ہوتا ہے جس کی نظر ہمیشہ منزل پر ہوتی ہے۔ وہ اپنی منزل کا صحیح مسافر تھا، اس کی گفتگو کا محور وہی منزل، اس کی رفتار کا ہر قدم، اُسی منزل کی طرف، اس کی فکر اور اس کی نگاہ کا مرکز وہی منزل، جب منزل سے اتنی لگن ہوتو انسان جلد منزل پر پہنچ جاتا ہے۔

اے منزل کے سچے مسافر! ہم جھوٹوں کو پیچھے کیوں چھوڑ گیا۔

گیلی لکڑی کی طرح جلنے کی عادت دے گیا
جانے والا جاتے جاتے کیا امانت دے گیا

پھول اور کانٹے دونوں چمن کا حسن ہیں، بلکہ کانٹے زیادہ پھول کم، یہ تو قدرت جانے کانٹے کی عمر زیادہ یا پھول کی کم ہے، ہم کانٹے وہ پھول ہے۔ ہم سے جو ملا، چبھن لے کر گیا، اُس سے جو بھی ملا، مہک اٹھا، پھول پیدا کرنے والے نے خود ہی بھرے چمن سے اس پھول کو توڑ لیا۔

اس بار جو ایندھن کے لیے کٹ کے گرا ہے
چڑیوں کو بہت پیار تھا اس بوڑھے شجر سے

مولوی محمد علی چشتی امیری رحمتہ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کی محفل قل شریف سے فارغ ہوا تو غازی آباد ہی میں انارکلی ٹیلر ماسٹر جناب تاجدین

Marfat.com

صاحب ہیں۔ اُن سے دیرینہ دعا سلام ہے۔ واپسی پر سوچا، سلام کرتے جائیں۔ وہاں میں نے انہیں مولوی محمد علی چشتی امیری صاحب کے وصال کی کیفیات بیان کیں تو کہنے لگے: چشتی صاحب میں آپ کو اس سے بھی تھوڑی سی آگے والی بات بتاتا ہوں۔

میرے ایک دوست عمر رسیدہ میزی طرح درویش منش میرے پاس آکر دکان پر اکثر بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے کہا: بابا! بڑی زندگی گزار لی ہے۔ اب واپس گھر کو لوٹ جانے کا کیا پروگرام ہے۔ تو کہنے لگے: میرا دل کرتا ہے کہ پیر کو چلیں۔ میں نے کہا: نہیں یار، جمعہ کا دن ٹھیک ہے۔ وہ کہنے لگے: نہیں یار۔ پیر کے دن کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی اعتبار سے نسبت ہے لہٰذا پیر ہی بہتر ہے۔ میں نے پھر اصرار کیا کہ نہیں یار جمعہ کا دن بھی بڑی برکت والا ہے اس لیے جمعہ ہی ٹھیک ہے۔

تو جوش میں آکر کہنے لگے: چلو! جمعہ تو جمعہ ہی سہی لیکن تم نے اور تمہارے پیر نے کون سا جنازے میں شامل ہوسکنا ہے۔ جمعہ کو چھٹی ہوتی ہے اور اس کی خاطر پیر کو دکان بند کرنی پڑے گی، تو اپنا نفع سوچتا ہے۔ لے اب ہم جمعہ کو ہی جائیں گے لیکن تجھے اور تیرے پیر کو جنازے میں شامل نہیں ہونے دیں گے۔

وہ تو بات کہہ گئے' چلے گئے اور مجھے افسوس نے پکڑ لیا کہ یہ کیا ہوگیا ہے۔ پھر خیال آیا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس کا جنازہ ہو اور میں اور میرا پیر اس کے جنازے میں شامل نہ ہوسکیں۔

پھر وہی ہوا، جمعۃ المبارک کو باباجی رخصت فرما گئے اور جو وقت اُن کے جنازے کا تھا، وہی وقت میرے گھر میں میری بیٹی کی بارات کے آنے کا وقت

Marfat.com

تھا۔ اُدھر جنازہ اٹھ رہا تھا اور اِدھر میں اور میرا پیر بارات کا استقبال کر رہے تھے۔ اور ہم دونوں اس عظیم انسان کی نماز جنازہ ادا کرنے سے محروم رہ گئے۔

شاید ایسے ہی شخص کے نماز جنازہ میں شرکت سے جنازہ پڑھنے والے بخش دیئے جاتے ہیں لیکن اب کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

اندھیروں سے نکالنے والے کریم آقا پہ لاکھوں سلام جس نے کچھ عظیم ہستیوں کی آنکھوں سے سارے پردے اٹھا دیئے ہوتے ہیں اور وہ مستقبل پر نظر ہی نہیں رکھتے، وہ مستقبل پر گرفت بھی رکھتے ہیں۔ مالک اُن کی محبت کی لاج رکھتے ہوئے ان کے منہ سے نکلی ہوئی کو پورا فرما دیتا ہے اور کسی نظر رکھنے والے کی زبان سے یہ کہلوا بھی دیتا ہے کہ آؤ! تمہیں راز کی بات بتا دیں

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

محمد رسول اللہ ﷺ سے وفا کرنے والوں کی تقدیر کا قلم ہم خود اُن کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں۔ جب وفاداری رحمت عالم ﷺ کے اعزاز میں ہم خود اُس کے طرف دار ہوگئے تو ہمارا لوح و قلم بھی اور منشیِ رحمت کا قلمدان بھی اُن کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔

نعمتیں بانٹتا جس طرح وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیِ رحمت کا قلم دان گیا

❀ ❀ ❀

Marfat.com

رفیق جہاں

حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری محمد رفیق چشتی ضیائی سکھر شہر

اِنَّــا اَرْسَـلْنٰـکَ شَاهِدًا کی شان والے شاہد ﷺ کے فرمان کے مطابق اپنی پسند کو ترک کر دیا جائے، تو فرمانبرداری کا حق ادا ہو جاتا ہے اور یہ شان یہ مرتبہ بلند، ہر ایک کو کہاں نصیب ہوتا ہے۔ اگرچہ ابھی اس اتباع مصطفوی کی زبان سے نکلنے والے سونے میں کمی نہیں آئی۔ البتہ یہ سونا کم یاب ضرور ہے اور جہاں کہیں بھی میسر آجائے۔ اس خالص سونے کی چمک پر اپنی پوری زندگی کا سرمایہ نثار کرنے کو جی کرتا ہے۔

مولانا محمد رفیق پیکر عشق مصطفوی اسی کان سے نکلنے والا خالص ترین سونا تھے۔ تقویٰ، پرہیزگاری، صداقت و امانت، خلق و مروت، عبادت و ریاضت، ہمدردِ انسانیت، کی صفات کی کرنیں ان کی ذات سے پھوٹتی، میں نے خود دیکھی ہیں۔

غالباً 1985ء کی بات ہے۔ جب میرا آپ سے تعارف ہوا۔ حضرت قبلہ اخی المحترم مفتی محمد رحیم سکندری مہتمم جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ خیرپور سندھ کی دعوت پر سالانہ جشن معراج النبی ﷺ کی تقریب میں شرکت کے لیے حاضر تھا کہ ان کے بڑے صاحبزادے محمد اکرام کھوسو کے ساتھ اُن کا ایک ہم جماعت بچہ بچپن ولڑکپن میں بھی حسین چہرے پر مسیں بھیگتی ہوئی نظر آئیں اور سر

Marfat.com

پر عمامہ یوں لگا جیسے تقدس مآب ماحول میں گندھا ہوا ہو، یہ بچہ ہے اور اس کی ہر ادا میں ادب و احترام کی مٹھاس، تصنع اور بناوٹ کی غلاظت سے پاک صاف نظر آرہی تھی۔ محمد اکرام نے بتایا یہ قاری ساجد صاحب ہیں۔ اس سال حفظ و قرأت کی تکمیل کے بعد سندِ فراغت پا رہے ہیں اور سکھر میں ایک بزرگ عالم دین حضرت علامہ مولانا محمد رفیق صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ دل کی دنیا میں ایک چاہت ابھری کہ دیکھنا چاہئے، وہ مصور کیسا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے۔

حضرت پیر صاحب پاگارہ کے آستانہ عالیہ پر یہ تقریب ہر سال ۲۷ رجب المرجب کی صبح منعقد ہوتی ہے۔ جس میں فراغت پانے والے حفاظ قراء اور علماء کی دستار بندی ہوتی ہے اور اسناد دی جاتی ہیں۔ تقریباً چاروں صوبوں سے جید علماء کرام کا اجتماع ہوتا ہے۔ اس کا منظر ایک حسین نظارہ ہوتا ہے جس کی تصویر کشی الفاظ میں ممکن نہیں۔

سکھر سے آنے والے علماء کرام سے کچھ کچھ شناسائی تھی لیکن جب قاری محمد ساجد صاحب نے اپنے والد صاحب سے تعارف کرایا تو حیرت ہوئی جیسے صدیوں سے جانتے ہوں۔ بغل گیر ہوئے، سینے سے لگایا، باہوں کے ہالے، مضبوط ہالے میں محبت سے بھینچ گیا، نہ جانے اس سینہ بے کینہ میں کیا اثرات تھے کہ سیدھے دل کی دنیا کو گھائل کر گئے۔

سکھر میں میزبانی کے لیے انتہائی ضد کے ساتھ دعوت دی، دوپہر کا کھانا آپ کے آستانہ میں کھایا، نہ جانے کتنے مہمان بلائے ہوئے تھے اور سکھر شہر کے علماء کے علاوہ بعض بااثر شخصیات بھی مدعو تھیں۔ آپ نے فرمایا: آج یہ کھانا جناب چشتی صاحب کے اعزاز میں ہے جو لاہور سے تشریف لائے ہیں۔

Marfat.com

یہ تھی میری پہلی ملاقات، پھر یہ محبت و خلوص، پیار والفت اور تحائف واکرامات کی یکطرفہ ٹریفک چلتی رہی، چل رہی ہے اور اب اُن کے بچے حضرت محترم مفتی محمد عارف صاحب محترم محمد آصف صاحب، قاری محمد ساجد صاحب اور آپ کی صاحبزادیاں مجھے اپنے کرم و عنایت کے شیرے میں ڈبوتے چلے جارہے ہیں۔

زندگی کے اس طویل سفر میں جو بات نکھر کر سامنے آئی وہ یہ تھی کہ یہ فیض رسائی و فیض بخشی کی ٹھنڈی پھوار صرف مجھی پر نہیں برستی، یہ تو نسیم بہار کی صورت پورے چمن میں بکھرے ہر پھول، ہر کلی، ہر غنچہ اور ہر کانٹے تک پھیلی ہوئی ہے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر بھی وہی کچھ کرتے ہیں جو اُن کا اپنا جی چاہے، تو وہ ہمیشہ خسارے کی راہ ہی اپناتے ہیں۔ من مانی کرنا دراصل بندگی کی نفی ہے۔ بندے کا کام بندگی ہے، یہی بندگی، اُن کی دنیا و آخرت میں تابندگی کی علامت ہے۔ ہنستا چہرہ، مسکراتے لب، خوشی و مسرت سے لبریز کھلی باہوں سے ہر اہل دل کا اور خصوصاً علماء و مشائخ کا استقبال کرنا، اُن کے شایانِ شان رکھ رکھاؤ، خورد ونوش چہرے پر نہ کبھی اکتاہٹ نہ بیزاری، ہمہ وقت یادِ محبوب میں مصروف، سجدہ وقیام میں ڈوبی ہوئی خلوت کی راتیں، بے چارۂ و بے سہاروں کی یاوری، یہ سب اُسی بندگی کی تابندگی [illegible] علامہ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

ہر بندہ، ہمہ پہلو تراشہ ہوا نگینہ نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی اہل علم میں مقبول ہے تو وہ ضروری نہیں، کم علم حضرات کی آنکھ کا تارا بھی ہو اگر کوئی عوام الناس کی نظروں کو خیرہ کرتا ہے۔ تو خواص بھی اُسے دل سے چاہتے ہوں۔ اگر امراء

Marfat.com

اُس کی دہلیز پر حاضر رہتے ہیں تو غرباء کو بھی اس دہلیز پر اتنی ہی رسائی ہو۔ البتہ اس قحط الرجالی کے دور میں اُسوۂ محبوب خدا میں رنگا ہوا یہ شخص بہ ہر پہلو، تراشا ہوا نگینہ نظر آتا تھا۔ تو وہ صرف مولانا الحافظ قاری الحاج محمد رفیق صاحب رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ اسی لیے مین اُن کے لیے رفیق ملت کے لفظ اور خطاب سے مطمئن نہیں ہوں۔ میں انہیں رفیق جہاں کہتا ہوں، رفیق زمانہ کہتا ہوں اور میرے دل کی دھڑکنیں کہتی ہیں کہ انہیں رفیق جہاں کہنا میرا حق ہے۔

اگر وہ صرف رفیق ملت ہی تھے اگر اہل سنت کے سرتاج تھے، اگر وہ صرف امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے والوں کے امام تھے تو اہل تشیع کو دھاڑیں مارتے ہوئے روتے کس نے نہیں دیکھا۔ اہل حدیث اُن کی تعزیت میں شرکت کے لیے آتے ہوئے کیوں مسرور تھے۔ جماعت اسلامی کے سرکردگان اُن کے غم میں کیوں اشکبار تھے۔ اگر گلی محلے کے لوگ اپنے بزرگ کی محرومی کی کسک محسوس کرتے تھے تو کراچی سے پشاور، پنجاب و بلوچستان کے چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں جو اُن کے ریزہ خواروں میں شامل تھے، وہ کیوں اُن کے لیے تڑپتے ہیں۔ جس طرح جھلستی ہوئی دھوپ میں، بادِ صموم کے تھپیڑوں میں سرد ہوا کا صرف ایک جھونکا سارے شہر کو ٹھار جاتا ہے۔ اسی طرح یہ محمد عربی ﷺ کا غلام، حضور کی رحمت کی بہار کا ایک جھونکا لے کر آیا اور جہاں جہاں پہنچا، ٹھارتا ہوا چلا گیا۔

میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ اگر قبر میں سرکار پوچھیں کہ تمہارا نام کیا ہے اور میں کہوں کہ حضور میرا نام غلام محمد ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور فرما دیں: محمد کے غلام ایسے ہوتے ہیں؟ جیسا تو بن کے آگیا ہے۔ میں نے کیا کہا تھا اور تو

Marfat.com

کیا بن کے آ گیا ہے لیکن میرا وجدان کہتا ہے کہ جب مولانا محمد رفیق صاحب اپنے آقا کے حضور حاضر ہوئے ہوں گے تو یقیناً حضور نے آگے بڑھ کر سینے سے لگایا ہوگا کہ محمد رفیق، بے شک تیرا نام دنیا محمد رفیق ہی لیتی رہی ہے لیکن میرے نزدیک صحیح معنوں میں غلام محمد کا نام تجھے زیب دیتا ہے اور واقعی محمد کے غلام ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے تو بن آیا ہے ﷺ الفاً الفاً ورحمتہ اللہ علیہ۔

مجھے آخر میں یہ بھی کہنا ہے کہ دنیا میں جتنے پھل بھی قدرت نے پیدا کئے ہیں، میرا تجربہ یہ ہے کہ وہ سب جب تک پک نہیں جاتے، میٹھے نہیں ہوتے، وہ جتنے کچے ہوتے ہیں اتنے ہی بدذائقہ اور بے مزہ ہوتے ہیں۔ البتہ ایک پھل ایسا ہے جو جتنا کچا ہوتا ہے اتنا ہی میٹھا ہوتا ہے اور روہ پھل اولاد ہے۔ اولاد میں بیٹا ہو، یا بیٹی، جتنا چھوٹا ہوتا ہے، پیارا ہوتا ہے اور رجوں جوں یہ پھل پکتا جاتا ہے کڑوا، کسیلا، پھیکا، بدذائقہ اور بے مزہ ہوتا جاتا ہے۔ وہ بہت ہی کم خوش بخت ہوتے ہیں جن کا یہ پھل پک کر بھی میٹھا رہتا ہے۔ حضرت مولانا محمد رفیق صاحب اُن خوش نصیبوں اور خوش بختوں میں شامل ہیں۔ جن کا یہ پھل پک کر بھی میٹھا ہے۔ مفتی محمد عارف سعیدی صاحب محمد آصف صاحب، قاری محمد ساجد صاحب، محمد عابد صاحب خطیب زادہ آپ کے دیگر اہل خانہ اور بیٹیاں ایسے میٹھے پھل کہ ان کے پاس گھنٹوں بیٹھو، دل سیر ہی نہیں ہوتا۔ یہ لوگ اپنے والد بزرگوار کے نقوش قدم کو اپنائے ہوئے ہیں، ان کی تابندگی بھی اسی بندگی میں ہے۔

گیلی لکڑی کی طرح جلنے کی عادت دے گیا
جانے والا جاتے جاتے کیا امانت دے گیا

✲ ✲ ✲

Marfat.com

مولانا محمد رفیق کے تعزیتی اجلاس سے خطاب

سارے جہاں کی دھوپ میرے گھر میں آ گئی
سایہ جس شجر کا میرے سر سے کٹ گیا

حضرات گرامی! وقت کی قلت کے باعث میں صرف اپنی حاضری لگوانا چاہتا ہوں۔ میں آ رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص دھاڑے مار مار کر رو رہا تھا، سر پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اور روتے روتے چیختے چلاتے اُس کا برا حال تھا، میں اس کے قریب گیا اور پوچھا: کیا بات ہے تمہارے رونے کا سبب کیا ہے۔ کہنے لگا: کیا بتاؤں! میرا ایک یار تھا، وہ مر گیا ہے۔ میں نے اس کو کہا کہ ایک بات کہوں: ناراض تو نہیں ہوں گے۔ تو وہ شخص کہنے لگا: اس میں ناراض ہونے والی کون سی بات ہے۔ آپ کوئی اچھی بات ہی کہیں گے۔ میں نے اس شخص کو کہا کہ اس میں بھی تیرا اپنا قصور ہے۔ وہ شخص کہنے لگا کہ حضرت یاری لگا کے وہ چلا گیا ہے اور قصور پھر بھی میرا ہے تو میں نے کہا: نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ تم نے اس شخص سے یاری لگائی جس نے مر جانا تھا۔ اگر یاری لگانی تھی تو اس شخص کے ساتھ لگاتا جو مر کے بھی نہ مرے تو آج یہ رونا پیٹنا نہ پڑتا۔

Marfat.com

خدا کا شکر ہے کہ ہماری یاری اس رفیق ملتؒ کے ساتھ ہے جو کہ مر کے بھی نہیں مرا، وہ زندہ ہے اور تا ابد زندہ رہے گا یہ کام اس کے زندہ و پائندہ رہیں گے۔ موت ہر کسی کو آتی ہے کوئی کیڑ[illegible] کی موت مرتا ہے، کوئی کُتے کی موت مرتا ہے اور کوئی اللہ والے کی موت مرتا ہے۔

الحمدللہ! میرا وہ رفیق بلکہ وہ میرا ہی نہیں وہ زمانے بھر کا بھی [illegible] جینا بھی اسی نے سکھایا اور مرنا بھی اسی نے سکھایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جو[illegible] میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین!

* * *

دُنیا کے دھندوں کو سُلجھانے والا سُلجھاتے سُلجھاتے اپنے آپ کو تباہ کر[illegible] گا لیکن یہ دُنیا اس کے قابو میں نہیں آئے گی۔

عشق [illegible] آمد [illegible] آ[illegible] شد
[illegible] دو [illegible] بے [illegible] شد

یعنی جب عشق آتا ہے تو عقل خود بخود ہی دُور ہو جاتی ہے جیسے سورج [illegible] تو شمع خود بخود ہی بے کار ہو جاتی ہے۔

* * *

Marfat.com

میرا رفیق، رفیق جہاں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

جنگل میں اس طرح سے اداسی کبھی نہ تھی
اے کارواں ٹھہر، کوئی ساتھی بچھڑ گیا

وہ پودا جو خود بخود پیدا ہوتا ہے اور کسی باغبان کا رہینِ منت نہیں ہوتا وہ پتے تو لاتا ہے پھل نہیں لاتا، یہ جو سارے سکھر میں بہار آئی ہوئی ہے۔ علماء، صوفیاء، قراء و حفاظ، قاریات و حافظات کی صورت میٹھے لذیذ پھل یہاں سے پورے ملک پوری دنیا میں پھیل رہے ہیں اور امتِ رسول ﷺ اللہ لطف اندوز ہو رہی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ پودا ایسے ہی نہیں پیدا ہو گیا تھا بلکہ اس کے پس منظر میں نیکوں کی بستی کے مکینوں کی دعاؤں کی آبیاری، حسنِ نظر، حسنِ تمنا اور حسنِ طلب سے اٹھانے والے ہاتھوں کی باغبانی کے اثرات ہیں اس کے پتے پتے پر آپ کی تصویر مجھے تو منقش نظر آتی ہے ذرا آؤ اس پودے سے آگے پیدا ہونے والے چمن کی سیر کریں۔

گھر کے ہر فرد کے سر پر دستار کا تاج کیا اُسی کا نہیں؟ چہرے پہ سنتِ مصطفیٰ ﷺ کی بہار کے جلوے اسی کے نہیں۔ سِیمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ کا غازہ ان کے بچوں کے چہروں پہ کون آ کر سجا گیا ہے۔ چادر تطہیر کی اترن لیے ہوئے ان کی بیٹیوں کے سروں چہروں اور ان کے جسموں پر کون لپیٹ گیا ہے۔ یہ سب اور اسی کی بہار میں کھلے پھول اور کلیاں اسی کی زندگی بھر

Marfat.com

کی کمائی ہے۔ عشقِ رسول ﷺ کا باڑہ ان کے لیے کون کھول گیا ہے۔ ہجر وفراق مصطفیٰ ﷺ میں بھیگی پلکوں کے بوجھ سے ان کی آنکھیں جو بچھی بچھی جاتی ہیں یہ کس کے فیضان نظر کا صدقہ ہے۔

یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے لپٹ کر در و دیوار کے ساتھ

میں یقین کامل کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت علامہ الحاج مولانا محمد رفیق قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زندگی کی اوائل عمری ہی میں یہ حدیث پاک پڑھ لی ہوگی یا سن لی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے ایسے چھوڑ رکھے ہیں جو ہر وقت دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے مالک! تو کرم فرما اور دنیا و آخرت میں کسی سخی کو ذلیل نہ فرمانا اور یہ بات بھی میرا وجدان کہتا ہے کہ ان دونوں فرشتوں کی نظریں ہر وقت کھڈہ مسجد کے ساتھ والے مکان میں رہنے والے فقیر یعنی صاحب فقر سخی کا دروازہ مل گیا ہوگا اور ایک لمحہ بھی اپنی دعا سے غافل نہ ہوئے ہوں گے اور بابا جی نے بھی ان دعا دینے والے فرشتوں سے ایسی یاری گانٹھی کہ سبحان اللہ! کوئی بچہ، کوئی بوڑھا، کوئی عورت، کوئی مرد، کوئی بیگانہ کوئی اپنا شاید ہی ہوگا جس نے اس کی صراحی سے ٹھنڈا میٹھا لذت بخش پانی نہ پیا ہو۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی تاجر نے پوچھا: حضرت زکوٰۃ کے علاوہ بھی میرے پاس کچھ رقم ہوتی ہے لیکن مستحق اور غیر مستحق کی پہچان نہیں ہے۔ کس کو دوں اور کس کو نہ دوں تو آپ نے فرمایا: تو اس کو بھی دے جو تمہیں مستحق نظر آتا ہے اور اس کو بھی دے جو مستحق نظر نہیں آتا تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں وہ کچھ بھی دے جس کا تو مستحق ہے اور وہ بھی دے

Marfat.com

جس کا تو مستحق نہیں۔

حضرت روحی فدا نے بھی یہی سبق یاد کیا ہوا تھا۔ آپ اس کو بھی دیتے جو مستحق نظر آتا تھا اور اس کو بھی دیتے جو مستحق نظر نہیں آتا تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ جس نے بھی آپ کی چھاگل سے پانی پیا ہے وہ ٹوٹ کر آپ سے پیار کرتا ہے۔

اس بار جو ایندھن کے لیے کٹ کے گرا ہے
چڑیوں کو بہت پیار تھا اس بوڑھے شجر سے

چھوٹوں سے پیار کرنے سے انسان بڑائی پاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں: ''خاناں دے خان پروہنے'' یعنی بڑوں کے مہمان بھی بڑے لیکن یہ شخص کوئی محل ماڑیوں کا مالک تو نہ تھا، کوٹھیوں کاروں کی ریل پیل تو نہ تھی لیکن اس کے باوصف کیا وجہ تھی کہ غریب اور متوسط طبقے سے تعلق والے بھی اس فقیر کے دروازے پر اور بڑے بڑے خانوں کی حاضری بھی ہوتی۔ امراء، وزراء، سفراء، آفیسران میں سے کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی وقت آپ کی چوکھٹ پر ہوتا، آپ کے ہاتھ چومتے، جھکتے، عقید و محبت کے نذرانے پیش کرتے۔

میرا عندیہ یہ ہے کہ یہ صرف ہم جیسے چھوٹوں سے نیچوں سے نکموں سے ناکاروں سے، بے یارومددگار سے پیار کا نتیجہ تھا یتیموں کی سرپرستی کا جو صلہ ملتا ہے وہ اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ دنیا کے سب سچے انسان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی یتیم کی سرپرستی کرے گا وہ کل قیامت کو میرے ساتھ یوں کھڑا ہوگا جیسے میری یہ دو انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہیں۔

Marfat.com

ادھر محلّہ بھر سے پوچھ لو، بیواؤں سے پوچھ لو، یتیم بچوں سے پوچھ لو، یتیم بچیوں سے پوچھ لو، جس کے سر پر دست شفقت نہ رکھا، کس سے پیار نہ کیا، کس کی جھولی نہیں بھری، کس کے گھر میں آٹا' چاول' گھی' مرچ مصالحہ نہیں پہنچا، گلی کا وہ کون سا بچہ تھا جو دامن پکڑ کر پیسے نہ مانگ لیتا ہو۔

یہ ان چھوٹوں سے پیار کا صلہ تھا کہ دنیا کے بڑے بڑے جو ناک پہ مکھی نہیں بیٹھنے دیتے، جن کے دروازوں پر دَربان ہر وقت سامان حرب وضرب سے لیس نہ کھڑے رہتے ہوں اور وہ خود یہاں جبیں سائی نہ کرتے ہوں۔

؎ جہاں پاؤں کبھی ڈالے تھے اس نے
وہاں پانی سنہرا ہو گیا ہے

چمگادڑ کی تو ہمیشہ یہ دعا ہوتی ہے کہ سورج دن کو بھی کبھی نہ چڑھے، نہ جانے وہ روشنی کے اس منبع عظیم کو ایک ایک دن میں کتنی بار کوستی ہوگی لیکن سورج کی عظمت دیکھیں، اس نے کبھی چمگادڑوں کو کبھی بددعا نہیں دی، اس کا کام چڑھنا ہے وہ چڑھتا ہے، پھر چڑھتا ہی چلا جاتا ہے، اس کا کام زمانے کو روشن کرنا ہے، وہ کرتا ہی چلا جاتا ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کے اٹل فیصلے کے حضور سر تسلیم خم کرتا ہوا جھکتا ہے، پھر جھکتا ہی چلا جاتا ہے۔ کبھی آپ نے سوچا: اس کے غروب ہونے سے کتنی آنکھیں بے نور ہوئیں، کتنی گلیاں سڑکیں محلے کوچے اور بستیاں اندھیروں میں ڈوب گئیں، سورج تو جا کر خاموشی سے کسی اور جہاں کو منور کرنے لگا۔ وہ جاتے جاتے اپنی دھوپ کی چادر بھی ہمارے سر سے اتار کر لے گیا، ہماری زندگی کی راہیں بے نور ہوئیں۔ مفتی محمد عارف کا صحن دل اجڑ گیا، سورج کیا ڈوبا، آصف کا بازو ٹوٹ گیا۔ ہاں پہلے

Marfat.com

صرف ہڈی ٹوٹی تھی، اب تو بازو ہی ٹوٹ گیا۔ کوئی مرہم کوئی پٹی کوئی بینڈج اب اس کو جوڑ نہیں سکتی۔ کوئی ساجد سے پوچھے: تیرے سجدوں میں اب کتنی لذت باقی رہ گئی ہے۔

ظفر چشتی کی آنکھوں کے کٹورے پھر چھلک اُٹھے
کسی نے دردِ دل کی داستاں اُن سے کہی ہوگی
مٹا سکتی نہیں جس کو زمانے بھر کی بے تابی
وہ تیری یاد ہوگی، یا وہ میری بے بسی ہوگی

اے میرے رفیق! اے میرے رفیق جہاں! اے میرے محسن! امۂ محسن ملت اسلامیہ! ہم جیسے لوگوں سے تیرا اتنی جلدی منہ چھپا کے چلے جانا کچھ اچھا نہیں لگا۔ تجھے یہ کیسے باور ہوا کہ وہ جھوٹے، وہ نیچ نکلے، وہ ادنیٰ، وہ بے بس و بے کس جس سے پیار کرنا تو عبادت سمجھتا تھا، وہ کب سے تیری یاد میں تیری باتیں کررہے ہیں۔ جب بھی کوئی تیری بات کرتا ہے، میری نظریں فوراً دروازے کی طرف اٹھ جاتی ہیں کہ شاید آپ آرہے ہیں۔

کرچی کرچی ہوگیا انجم اب کیا ہونا باقی ہے
مجھ سے آنکھیں پوچھ رہی ہیں، کتنا رونا باقی ہے
سارے جہاں کی دھوپ میرے گھر میں آگئی
سایہ تھا جس شجر کا میرے سر سے کٹ گیا

Marfat.com

منقبت رفیق ملت

محمد کی رفاقت کا جسے اعزاز حاصل ہو
محمد کی محبت کا جسے اکرام حاصل ہو
محمد کی شفاعت پر یقین کامل بھی رکھتا ہو
محمد کی حمایت کی جسے دستار حاصل ہو
☆ رفیق ملت بیضا لقب بس اس کو بجتا ہے ☆

نقیبِ دینِ احمد نے فرائض کر دیئے پورے
کہ سارے صحن مسجد اور مکتب بھر دیئے پورے
وہ دیکھو اپنا سارا حسن دے کر اپنے بچوں کو
قبر کے چوکھٹے خالی تھے وہ بھر دیئے پورے
☆ رفیق ملت بیضا لقب بس اس کو بجتا ہے ☆

بڑی بوڑھی سی اک مائی بڑی روتی ہوئی آئی
کمر اتنی خمیدہ تھی، زمین چھوتی ہوئی آئی
میری گٹھڑی اٹھانے والا بولو ہے کہاں بابا
مسجد اور مکتب میں تو میں اس کو ڈھونڈتی آئی
☆ رفیق ملت بیضا لقب بس اس کو بجتا ہے ☆

حرم کی سرزمین والے بھی پاکستان والے بھی
کراچی والے، سندھ والے، بلوچستان والے بھی
یہاں والے، وہاں والے، اِدھر والے، اُدھر والے
ظفر چشتی کے سارے ہمنوا، بے شان والے، شان والے بھی
☆ رفیق ملت بیضا لقب بس اس کو بجتا ہے ☆

Marfat.com

گلی میں میں نے بھی دیکھے ہیں کچھ روتے ہوئے بچے
بڑے آزردہ سے، سہمے ہوئے روتے ہوئے بچے
یتیمی کے تھپیڑوں نے انہیں تو مار ڈالا تھا
ترے جانے سے اب پھر مر گئے روتے ہوئے بچے
☆ رفیق ملت بیضا لقب بس اس کو سجتا ہے ☆

بسطۃ فی العلم کی اور جسم کی تصویر تھے پوری
قد رعنا جو تم دیکھو تو اک تنویر تھے پوری
اٹھا کر ہم سے بونوں کو لگا لیتے تھے سینے سے
محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلق کی تعبیر تھے پوری
☆ رفیق ملت بیضا لقب بس اس کو سجتا ہے ☆

نبی کے نام پر شیدا، نبی کی ذات پر عاشق
مطیع مصطفیٰ ایسا کہ ان کی نعت پر عاشق
کبھی آؤ جو سکھر میں تو دیکھو مسجد کھڈا
ملے گا تم کو ہر ذرہ جو ہو گا آپ پر عاشق۔
☆ رفیق ملت بیضا لقب بس اس کو سجتا ہے ☆

میں جب لکھنے لگا تھا منقبت عارف کے ابا کی
سنہری ہر ورق کی داستاں آصف کے ابا کی
قلم کی نوک نے چومے عقیدت سے ورق اس کے
کہا ہر اک نے پڑھ کر داستاں ساجد کے ابا کی
☆ رفیق ملت بیضا لقب بس اس کو سجتا ہے ☆

﴿عبدالحق ظفر چشتی﴾

Marfat.com

تحریک آزادی اور علماء و مشائخ اہل سنت

ہم ہیں کھیت پہاڑ اور جھرنے ہم سرسبز نظارے
آنگن آنگن چاند ہیں ہم آنگن آنگن تارے
اپنی دھرتی کا یہ سپنا سدا رہے گا زندہ
اللہ اور سنوارے اس کو اللہ اور سنوارے

آج کی گفتگو، کسی ایک انفرادی شخصیت کے گرد نہیں گھومتی، کہ اس کا علمی تبحر، فقہی تفقہ، روحانی تصرف، زاہدانہ زہد، فقیرانہ فقر، مَلکوتی تقویٰ اور اس کے کرامات و عجائب تحریر کئے جائیں بلکہ آج کے زیب موضوع علماء و مشائخ کا وہ جم غفیر ہے، جس نے مسجد کے محراب و منبر اور خانقاہوں کی مقدس چار دیواری کی حفاظت کے ساتھ ساتھ نظام مصطفیٰ ﷺ کی فکری و نظری سرحدوں کی تعمیر و حفاظت کا بیڑہ اٹھایا۔ پوری ایک صدی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی قوم کو جگانے کے لیے سرگرم عمل ہوئے۔

غلامی ایک پل کی صدیوں سے تعبیر ہوتی ہے
مگر صدیاں ہوں گر ایسی تو کیا تعبیر ہوتی ہے

وہ قوم جو غلامی کے طوق و سلاسل کو قیمتی زیورات تصور کر کے قبول کر چکی

Marfat.com

ہو، ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کی زبردست ناکامی کے بعد یہ قوم دو غیر مسلم قوموں انگریزوں کے ظلم و ستم اور ہندوؤں کی شاطرانہ چالوں کو سمجھنے کی صلاحیتوں سے محروم ہو چکی تھی، یہ غفلت اور بے حسی کی نیند اس قدر گہری ہو چکی تھی کہ

جو زنجیر قفس کو گر کسی نے توڑنا چاہا
تو بڑھ کر ٹانگ کھینچی اس کا بازو توڑنا چاہا
نہ جانے کب تلک الجھی رہی حالات کی ڈوری
نہ جانے کب تلک قائم رہی غفلت کی بے نوری

البتہ کہیں کہیں آزادی و حریت کی چاہت، غافل امت کے غفلت زدہ ڈھیر میں چنگاری کی صورت سلگتی رہی، اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی صورت مختلف اور کثیر چنگاریاں ایک شعلہ جوالہ کی صورت اختیار کر گئیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حکیم الامت شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ جیسی شخصیت بھی ابھی "ہے جان و دل سے پیارا ہندوستان ہمارا" کے راگ الاپ رہے تھے اور قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ جیسی زیرک اور نابغہ روزگار شخصیت بھی ابھی ہندو کانگرس کے ہمنوا تھے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

"دیدہ ور" یہ وہ جلیل القدر علماء و فضلاء و مشائخ اہل سنت ہیں جن کی نظیر

Marfat.com

مادرِ گیتی بار بار پیدا نہیں کرتی۔ وہ فرنگی استعمار اور ہندووانہ گہری سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، حضرت پیر سیال شریف، حضرت علامہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی، حضرت مولانا محمد بخش مسلم بی اے، حضرت علامہ مولانا غلام محمد ترنم، جناب ظہیر نیاز بیگی شرقپوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسی عظیم شخصیات صفحۂ ہستی پر ابھریں۔ انگریزوں کی طاقت کو توڑا، ہندوؤں کے سازشی بازوؤں کو مروڑوا، اور ان کے خباثتوں کے مکروہ نشیمنوں پر برق و صاعقہ بن کر گریں۔ ان کے ناپاک عزائم کو خاک سیاہ کر کے رکھ دیا۔ ان عظیم شخصیات کی تقدس آمیز زبانیں اور جرأت آموز قلم، بے نیام ہوئے اور امت مسلمہ کو دشمنوں کی شاطرانہ چابکدستیوں سے نجات دلائی اور دنیا کے نقشے پر ایک عظیم اسلامی نظریاتی سلطنت ''پاکستان'' کے مقدس اور خوبصورت نام سے صفحۂ ہستی پر نمودار ہوئی۔

بار خدا میری زباں پہ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

لیکن کیا یہ سارا سفر انہوں نے اتنی آسانی سے طے کرلیا تھا، جتنی آسانی سے ایک بچہ کو گولی یا ٹافی مل جاتی ہے۔ نہیں! جناب ایسا نہیں ہوا بلکہ کالے پانیوں کی جلاوطنیاں، پھانسیوں کے پھندے، دیواروں میں چنوائے جانے، درختوں کے ساتھ باندھ کر کیلیں ٹھکوائے جانے اور گولیوں سے سینے چھلنی کروائے جانے، خوفناک اور نیندیں حرام کردینے والی سزائیں قید و بند کی تاریک کھوٹھریاں، ان کی طویل اور کربناک داستانیں صفحۂ ہستی پر بکھری پڑی ہیں۔

Marfat.com

جب وطن پہ کوئی مصیبت پڑی
سب سے پہلے ہی گردن ہماری کٹی
پھر بھی کہتے ہیں اہل وطن مجھے سے یہ
یہ وطن ہے ہمارا تمہارا نہیں

اے دور حاضر کے علماء و مشائخ حضرات! یہ وہ داستاں ہے جس سے ہماری خوشگوار یادوں اور ناخوشگوار تلخیوں کے دھاگوں کی مضبوط ڈوری وابستہ ہے۔ ہائے افسوس! ہم نے خود اپنی غفلت سے اس ورثہ کو چھوڑا۔ اس سے محروم ہوئے، اور جو لوگ شریک سفر نہ تھے، ان کے ہاتھ میں اس خوبصورت منزل کا سرا دے کر، خود موہوم خوابوں کی دنیا میں سو گئے۔ یہ حسین تذکرے نہ تو نصاب تعلیم کا حصہ بن سکے اور نہ یہ امانت تاریخ کے صفحات کو تفویض کر سکے۔ بتائیں اس رسوائی کا گارا کس کے ماتھے پہ لیپ دیا جائے۔ آج ہم اس غفلت اور کوتاہی کا خون کس کے ہاتھوں پہ تلاش کریں، یہ جیتی ہوئی بازی کا سہرا دشمنان دین و ملت کو سونپ دینے کی لغزش کا ذمہ دار کس کو ٹھہرائیں؟ کیا آج پاکستان کی سرزمین علماء و مشائخ سے محروم ہو چکی ہے یا مشائخ خانقاہوں کے حجروں میں جا کر سو گئے ہیں؟ میرے کانوں میں تو کہیں دور سے ایک آواز آ رہی ہے اور یہ صدا ویران مسجدوں کے صحنوں، بے نور و بے کیف خانقاہوں کے حجروں اور ٹوٹے پھوٹے باقی ماندہ پاکستان کی شور زدہ ایک ایک اینٹ سے آ رہی ہے کہ بھولو ان معماروں کو اور چھوڑو ہم مسماروں کو کہ معماران وطن کا تاج کسی اور کے سر زیب دے گا۔ وہ نہ جانے کون ہوگا۔

Marfat.com

میں تم سے پوچھتا ہوں یاد کیوں اس کی مناتے ہو
عمل کے وقت تم جس کی نصیحت بھول جاتے ہو
تمہیں کچھ یاد ہے اس نے کہا تھا متحد رہنا
جماعت ایک ہو تو سہل ہے آفات کا سہنا

یہ تلخ توائی تو ایک کرب ہے، دکھ ہے، بتایئے یہ نخچیر نکالنے کی درخواست کس سے کریں۔ میرے پیر آف سیال شریف، میرے پیر و مرشد علی پور شریف، میرے پیر آلو مہار شریف، میرے پیر آف مانکی شریف، میرے پیر آف گولڑہ شریف کی مالا جپنے والے، پاکستان کی کربناک حالت پر خاموش کیوں ہیں؟ امت مسلمہ کشمیر، فلسطین، چیچنیا، افغانستان میں تڑپتی لاشیں، بلکتے بچے، تڑپتی مائیں اپنی فریاد کس کو سنائیں؟

دیکھنا یہ حبس کا عالم رہا تو ایک دن
اک بگولہ آئے گا سب کچھ اڑا لے جائے گا
مدعی رہ جائیں گے فریاد کرتے قتل پر
اور قاتل مسکراتا خوں بہا لے جائے گا

❀ ❀ ❀

﴿تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا﴾
یہ وہ بستیاں ہیں، جن کی خبریں ہم آپ کو سناتے ہیں۔

Marfat.com

نیکوں کی بستی کے مکیں

حضرت علامہ مولانا پیر محمد اسلم قادری

نیک آباد شریف بائی پاس گجرات

اگر گائے کو قصاب کی نیت کی خبر ہو جائے کہ وہ اُسے حلال کر کے اُس کے جسم کے ہر حصے پر چھریوں اور ٹوکوں سے حملہ کردے گا، اُس کا خون بہائے گا، اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے فروخت کردے گا اور اپنے پیٹ کے جہنم کی بھوک مٹائے گا، ہوس زر میں اُس کی کھال اتار کر جوڑ جوڑ الگ کردے گا تو وہ کبھی اُس کے پیچھے پیچھے سر جھکا کر نہ چلے، نہ اُس کے ہاتھ سے چارہ کھائے، نہ اُس کے ہاتھ سے پانی پیئے اور نہ اُس کی کھُرلی پر آرام سے بندھی رہے۔

نیک آباد شریف گجرات یعنی نیکوں کی بستی کے مکیں حضرت محمد اسلم قادری رحمتہ اللہ علیہ کو یقیناً اس نفس امارہ قصاب کی نیت کا علم ہو چکا ہوگا۔ اس دشمن ''عدو مبین'' کی کھوٹی نیت سے آگاہی حاصل ہو چکی ہوگی۔ شیطان مردود رجیم و لعین کی سفاکانہ حربوں کو جان گئے ہوں گے۔ جبھی تو وہ رحمان اور رحمان کے بندوں کے پیچھے لگ گئے تھے۔ نفس تو دوستی کے روپ میں نیکی و پارسائی کی راہ بھی دکھائے تو اس میں بھی سو فریب چھپے ہوں گے۔ وہ ایسی نیند سُلاتا ہے جس کے خواب اونچی پروازں پر پہنچا دیتے ہیں۔ حالانکہ انسان بے حس و حرکت چارپائی پہ پڑا ہوتا ہے۔ سونے والا اپنی قیام گاہ کو بھول جاتا ہے اور دوسرے

Marfat.com

شہروں کو یاد کرتا ہے۔ اس نفس کے جال میں پھنسنے والے، اپنے اصلی وطن کو بھول جاتے ہیں اور اس بدنیت قصاب کے پیچھے اس کی رسی گلے میں ڈالے، سر جھکائے اس کے پیچھے پیچھے اپنے ہی مقتل کی طرف چلتے جاتے ہیں۔ کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جو اُس کے دامِ فریب میں نہیں آتے۔

واہ قادر! تیری قدرت کے قربان جائیں۔ تیری تقسیم، تیری عطا، تیری مہربانی اور کرم نوازی کیسی عجیب ہے۔ ایک وہ ہیں جو اس چُنگل سے نکلنے کے لیے زندگی بھر تیری چوکھٹ پر ٹکریں مارتے رہتے ہیں اور انہیں یہ نعمت نصیب ہی نہیں ہوتی۔ اور ایک وہ ہیں جن کے پیدا ہوتے ہی اپنا کرم، اپنے عشق، قطرہ ازلی سے ساری جھولی بھر دیتا ہے۔ سارے نیک آباد شریف میں کتنے انسانوں نے جنم لیا ہوگا۔ کتنے گمنامی کی موت مر گئے ہوں اور کوئی انہیں پوچھتا نہیں اور ایک محمد نیک عالم کے گھر میں پیدا ہونے والے بچے کو، شعور کی آنکھ کھولنے سے پہلے ہی تُو نے وہ شعور بخش دیا جس سے ان گنت لوگ محروم رہتے ہیں۔

عشق کرم دا قطرہ ازلی مَیں تَیں دے دس ناہیں
اکناں لبھدیاں عمر گزاری اکناں دے وچہ راہیں

علم اس کی قسمت میں، عمل اس کے نصیب میں، خلوص اس کی نیت میں، تقویٰ کا لباس اس کے جسم پر، عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سینے میں، درد اس کی جھولی میں، مبداء فیض سے کتنی نعمتیں بے طلب تو نے ان کے مقدر میں رکھ دیں۔ رمضان المبارک کے چڑھتے عروج میں اس کا تولد ہوا یعنی ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ کو۔ ایک نیک اور عالم باپ کی پدری شفقت، امت مسلمہ کو رسولی حکمتوں سے مالا مال کرنے والے حکیم

Marfat.com

الامت کی شاگردی، علومِ معقول ومنقول کے موتی بکھیرنے والے سبحان کے بندے کی شفقتِ علمی، برکات کی خیرات سے بھرے دامن، سیدوں کی نظروں سے فیضان، گلہائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبوؤں سے عطر بیزیاں اس کا حصہ، یہ ساری برکتیں، مہربانیاں، عنایتیں، کرم نوازیاں تو نے خود ہی اُن کو عطا کر کے ممتاز کر دیا۔

سُبۡحَانَکَ مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلاً.

جس شہر جہاں کے ہم باسی ہیں۔ اس شہر کے برابر دس ہزار شہر اور بھی اس میں شامل کر لیے جائیں تو ایسے لگتا ہے جیسے یہاں کے لوگ دنیوی امور میں بڑے بینا ہیں لیکن آخرت کے اعتبار سے بالکل اندھے ہیں۔ مال و دولت کے اعتبار سے بڑے دولت مند ہیں لیکن نیکی کے اعتبار سے انتہائی خسیس اور کمینے۔ الا ماشاء اللہ ان کی حالت اس اندھے کی سی ہے۔ جو کہتا ہے: میں سب کچھ دیکھتا ہوں۔ اس بہرے کی سی ہے جو کہتا ہے: میں سب کچھ سنتا ہوں۔ یہ پورے قد کے انسان بونوں سے بھی چھوٹے، تمناؤں، خواہشوں اور امیدوں کے مارے ریت کے سراب کے مکر میں گھستے چلے جا رہے ہیں۔ تمنا اور امید دوسروں کی موت کی خبر تو سنتی ہے۔ اپنی موت کی خبر سے بہری ہوتی ہے۔ اُس بیماری میں تو آبِ حیات کا ایک قطرہ بھی شاید نہر بن جائے کہ تسلیم رضا کے بندے ان بھرے شہروں میں کہاں ملتے ہیں، سارے شہروں کے بازار، گلیاں کوچے، ویران، بالکل ویران دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آتا۔

سولہ لاکھ کی آبادی میں ایک نہیں اللہ والا

سنتے ہیں ایسے لوگ چھپ جاتے ہیں۔ جبھی تو اس بائی پاس گجرات کی

Marfat.com

سڑک سے سینکڑوں بار گذرا ہوں۔ جاتے ہوئے بھی، آتے ہوئے بھی، مجھے کہیں بھی سڑک کے کنارے ایک کونے میں، محبتوں کی خیرات بانٹنے والا محمد اسلم قادری میری آنکھ نہ دیکھ سکی۔ میں اپنی آنکھوں کے اندھے پن کی وجہ سے سمجھتا رہا۔ اب کوئی انسان، ایسا انسان جس پر انسانیت ناز کرے۔ کہیں نہیں، کہیں نہیں لیکن قدرت نے کہا: نظر نہ آنا نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتا۔ بعض اوقات نظر کی کمزوری کی وجہ سے قریب پڑی چیز بھی نظر نہیں آتی۔ ایسے لوگ انہیں شہروں میں چھپے بیٹھے ہیں۔ تیری نظر کمزور ہے تو اپنی نظر چیک کروا، کوئی ماہر کاریگر تیری آنکھ کا جالا، آپریشن سے اتار سکتا ہے۔ قریب یا دور دیکھنے والی نظر کے شیشے اور ان کے نمبر بتا سکتا ہے۔ تیری بدعملی کے پڑ والوں نے تیری آنکھیں اندھی کر رکھی ہیں۔ ان کا علاج کروا، پھر تو جدھر دیکھے گا، ہزاروں میرے بندے انہیں انسانوں کے ہجوم میں نظر آنے لگیں گے۔

ہم دیکھتے نہیں تو ہمارا قصور ہے
وہ دیکھنے کو اپنی نظر دے گیا ہمیں
اک ذات بے مثال عمل جس کا بے اجل
ہم زیر تھے مقام زبر دے گیا ہمیں

یوسف تو اُن کے گھر کا فرد تھا۔ ایک غیبی اشارہ نے اس کے ظاہری حسن کی برتری کے ساتھ ساتھ باطنی حسن کا اشارہ بھی دے دیا تھا۔ یوسف کو پہچاننے والا پورے کنعان میں صرف ایک شخص اس کے مقام اور مرتبہ کو پہچانتا بھی تھا اور وہ بھی اس گھر میں موجود تھا۔ ثَمَنٍ بَخسٍ دَرَاھِمَ مَعدُودَہ سے خریدنے والے اُسے نہ پہچان سکے۔ لیکن کیا وہ یوسف نہ تھا۔ وہ تو اس وقت بھی یوسف ہی تھا جب وہ

Marfat.com

کنوئیں میں پھینکا جارہا تھا۔ جب وہ مصر کے بازار میں بک رہا تھا، جب زندان خانے میں پڑا تھا، جب سات کوٹھریوں میں بند کسی کی دعوت ہوس میں گرفتار کیا جارہا تھا اور وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ یوسف کو جاننے والے، یوسف کو یوسف بنانے والے قادر مطلق کی قدرت نے اُس کے لیے مقفل دروازے سارے کے سارے کھول دیئے۔ وہ پھر بھی کسی کو نظر نہ آیا۔ دیکھنے والوں نے اُسے مصر کے بازار میں بِکنے والا پھر بھی ایک غلام ہی سمجھا لیکن جب آنکھوں سے جالے اترے تو محسوس ہوا۔ یہ تو مصر کا بادشاہ ہے، حسن کا شہنشاہ ہے۔ ساری دنیا کو تاج بخشنے والے شاہ کا بندہ ہے۔ یہ تو اس شاہ کا نمائندہ خاص ہے۔

تو بھی آنکھ کھول، نظر کا علاج کروا، بینائی درست ہوگئی تو لاہور، گوجرانوالہ، وزیر آباد، گجرات، جہلم اور راولپنڈی ہر شہر میں، لوگوں کے ہجوم میں، ہر جگہ، ہر گلی، ہر کوچہ میں کوئی نہ کوئی عثمان ہارونی، معین چشتی، شیر محمد، جماعت علی، محمد عبدالغفور ہزاروی، محمد اسلم قادری، محمد نیک عالم، مہر علی شاہ، پیر سیال و پیر پٹھان، اور کئی اصحابِ کہف یہیں کہیں چھپے بیٹھے ہیں۔ ان سب کا خاندان ایک ہے، ان کی پہچان ایک ہے، ان کی زبان ایک ہے، ان کا لہجہ ایک ہے، ان کا مشن ایک ہے، یہ سب ایک ہیں۔ رُوپ مختلف ہیں، نام مختلف ہیں، رنگ مختلف ہیں، ان کے جھروکے ایک ہیں، ان کی بستیاں ایک ہیں، ان کا خاندان ایک ہے، ان کی بولی ایک ہے، یہ سب ایک ہی مشعل کی کرنیں ہیں۔

بندے اللہ دے اوتھے رہندے جتھے رہندے سارے انھے
نہ کوئی اونہاں نوں جان پچھانے، نہ کوئی اونہاں نوں منے

ایک دوست بڑی دیر کے بعد ملا۔ کہنے لگا: حضور! بڑا بدقسمت ہوں، اتنا

Marfat.com

عرصہ دور رہا اور اتنی دیر کے بعد حاضر ہوا۔ میں نے کہا: بدقسمت نہیں۔ بدقسمت ہوتے تو اتنی دیر کے بعد بھی آنا نصیب نہ ہوتا۔ صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا ہوا نہیں کہتے۔ یہ دوری جب بھی ختم ہو، الحمدللہ کہو۔ یہ اندھاپن جب بھی ختم ہو، خدا کا شکر کر۔ یہ دوریاں جب بھی دور ہوں، ڈر نہیں، جھجک نہیں، آجا وہ اپنی آغوش کھولے بیٹھے ہیں۔ ان کے حضور حاضر ہو، سلام محبت پیش کر۔ شکستگی بڑے کام کی ہوتی ہے۔ موتی اگر ٹوٹ بھی جائیں تو پس کر آنکھوں کا سرمہ بنتے ہیں۔ بینائی تیز کرتے ہیں، گیہوں پس کر ہی روٹی بننے کے قابل ہوتے ہیں۔ شکستہ دل ہی قابلِ التفات ہوتا ہے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا شکستگی کی علامت ہے۔ فَتَابَ عَلَیْھِمْ کی پھوار کی سزاواری ہے۔ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ نہ ٹوٹنے کی دلیل ہے۔ فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ اس کی سزا ہے۔ اِذْ قَالَ لَهٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا سہرا اپنے ماتھے کا جھومر بنانے والے آج بھی اوج ثریا پر کھیلتے ہیں۔ اُس قبیل کے لوگ، امامت کے سزاوار ہوتے ہیں۔ محمد اسلم قادری کی یاد میں سجی محفل میں آ اور لذت حاصل کر۔ غافلوں اور بدکاروں کو نیکوں کے قصے بھلے نہیں لگتے۔ ان کی چاہت کا مرکز اور ہے، تیری چاہت کا مرکز اور ہے۔

اٹھا لو یہ دل میری لے جاؤ آنکھیں
تیرے بعد ان کی ضرورت نہیں ہے
یہ بیکار دل اور یہ بیکار آنکھیں
اگر سامنے تیری صورت نہیں ہے

❁ ❁ ❁

Marfat.com

علامہ مولانا عبدالمجید چشتی گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ

فتووالہ جڑانوالہ روڈ ضلع شیخوپورہ

ایک احمق ایک بدو دیہاتی گنوار، جاہل اپنے اونٹ پر گندم لاد کر لے جارہا تھا۔ ایک طرف بورے میں گندم تھی دوسری طرف وزن پورا کرنے کے لیے بورے میں ریت بھری ہوئی تھی۔ اونٹ بوجھ کی زیادتی برداشت نہ کرسکا اور تھک کر بیٹھ گیا۔ ایک شخص پاس سے گزرا، اس نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ بدو نے جواب دیا: ایک طرف گندم ہے اور دوسری طرف وزن پورا کرنے کے لیے ریت بھری ہوئی ہے۔

اس نے کہا: احمق ہوگیا ہے۔ گندم کو ہی نصف نصف کرلیتا، نہ وزن بڑھتا، اور نہ اونٹ تھک کر بیٹھتا۔ سفر میں اس تکلیف کی وجہ سے پریشانی بھی نہ ہوتی۔

بدو کے لیے یہ تجویز بہت بڑی حیران کن تھی۔ وہ سن کر بہت خوش ہوا، کہنے لگا: آپ کی مہربانی، یہ تجویز میرے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ تو کتنا عقلمند ہے، کتنا سمجھدار ہے، کتنا ذہین وفطین ہے۔ آپ کی عقل کی بات سن کر دل میں آتا ہے۔ آپ تو بہت امیر ہوں گے۔ بڑے خزانوں کے مالک ہوں گے۔ بہت وسیع کاروبار ہوگا تو یقیناً یا بادشاہ ہے یا اس کا وزیر ہے، صحیح صحیح بات بتا تو کیا ہے۔

اُس نے جواب دیا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، نہ مال، نہ خزانہ، نہ

Marfat.com

کاروبار، نہ تجارت، بلکہ میں تو روٹی کے ایک ایک لقمے کو ترستا پھرتا ہوں۔

بدو نے کہا: میں نے سوچا تھا کہ آپ کو اپنے ساتھ رکھوں گا لیکن اتنی عقل ہوتے ہوئے اتنی غربت اور افلاس تو بدبختی کی علامت ہے، تیرا ساتھ بہتر نہیں ہوگا۔ میری بے وقوفی میرا دیہاتی پن، آپ کی عقل سے بہتر ہے۔ آپ اپنی وہ عقل اور دانائی کم کرلیں جو بدبختی کا سبب بنتی ہے دنیا کی سمجھ، ظن، شک اور گمان میں اضافہ کرتی ہے جبکہ دین کی سمجھ اور عقل آسمان پر لے جاتی ہے۔ عقل والے اکثر مکر، حیلے اور بہانے سیکھتے ہیں۔ اصل سمجھ اور عقل تو وہ ہے جس سے شاہ کی طرف راستہ کھلے۔ دین احمد کی سلطنت لازوال ملے۔ نظر بد، اس سلطنت سے بہت دور ہے۔

حضرت مولانا عبدالمجید چشتی پینڈو، دیہاتی تو ضرور تھے لیکن جاہل مطلق نہ تھے۔ ان کے پاس عقل بھی تھی لیکن ایسی نہیں جو شکوک اور ریب پیدا کرتی ہے بلکہ ان کی سمجھ اور دانائی تو عرش کے دولہا کے تلووں کا دھوون تھی۔ جو سراسر یقین کی راہ دکھاتی ہے۔ ظاہری مال و دولت تو شائد ان کے پاس اتنا نہ تھا لیکن میں نے دیکھا ہے کہ تجوریوں کے مالک اُن کا پانی بھرتے تھے۔ ان کی سمجھ اور دانائی ایسی نہ تھی جو روٹی کے ایک ایک ٹکڑے سے محتاج کردے۔ اُن کا پیٹ بھی سیر تھا، ان کی آنکھیں بھی سیر تھیں۔

نہ جانے وہ کب ہمارے گاؤں فتوالہ شرقپور شریف جڑانوالہ روڈ پر ضلع شیخوپورہ میں تشریف لائے۔ یہ مجھے یاد نہیں، داڑھی مبارک اور سر کے بالوں میں کافی چاندی اتر آئی تھی۔ ہزارہ کے علاقہ سے تعلق تھا اور اسی لیے ہزاروی کہلاتے تھے لیکن زیادہ تر لوگ میاں جی میاں جی ہی کہتے تھے۔

Marfat.com

جسم ذرا بھاری تھا لیکن ایسا نہیں تھا کہ گاؤں والوں پر بوجھ بن جاتے، متانت اور سنجیدگی، نیکی و پارسائی، صرف چہرے اور سراپا سے نہ جھلکتی تھی بلکہ یوں لگتا تھا جیسے ماں نے دودھ میں ملا کر رگ و ریشے میں سرائیت کردی ہو۔

سنا ہے میں نے پرائمری میں وظیفہ لیا تو خاندان بھر میں اور پورے گاؤں میں لوگ دیکھنے آئے، مبارکبادیاں دینے آئے، والدین کے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے کہ شاید گاؤں کا یا ہمارے خاندان کا کوئی انوکھا واقعہ تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں دوسرے گاؤں ''بھولے شاہ'' سکول میں چھٹی جماعت میں داخل ہونے کے لیے گیا تو ہیڈ ماسٹر صاحب مولانا عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ نے نہ صرف فیس ہی معاف کردی، کتابیں بھی اپنے پاس سے لے کر دیں۔ میں صبح اٹھتا نماز پڑھتا، مسجد ہی میں مختصر تلاوت کلام پاک کرتا، کہ یہ استاذی محترم، محترم بھائی محمد انور صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور والدین کی طرف سے تائیدی و تاکیدی حکم تھا۔ پھر اسکول کے لیے دوسرے گاؤں تقریباً دو تین میل دور اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہو جاتا۔

اپریل سے جون 1951ء تک تین ماہ تک سکول گیا، پھر پتہ چلا کہ مجھے سکول سے اٹھا لیا گیا ہے اور میاں جی کا حکم ہے کہ یہ بچہ شرقپور شریف حضرت میاں شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ جامعہ حزب الرسول میں دین کی تعلیم حاصل کرے گا۔

دراصل میاں جی نے مجھے میرے ماں باپ سے دینی تعلیم کے حصول کے لیے مانگ لیا تھا۔ میں اپنے گاؤں میں غالباً پہلا بچہ تھا جو باقاعدہ دین کی تعلیم کے لیے ایک بزرگ امام صاحب کے ایماء پر دین مصطفوی کی تعلیم کے لیے وقف

Marfat.com

کیا گیا تھا۔ خالق و مالک کی مہربانی نے ریت کے ذرے میں جان ڈال دی۔

چاند کا ستاروں کے درمیان رہنا، اُس کی مہربانی ہے۔ پھول اگر کانٹوں کے ساتھ رہتا ہے تو یہ خاروں پر کرم نوازی ہے۔ اللہ کا ولی، گنہگاروں سیاہ کاروں کے ساتھ رہتا ہے تو اس کی عظمت کی دلیل ہے۔ ہمیں نظر آتا تھا وہ چاند ہیں، باقی سب نمازی اُن کے گرد ستاروں کا ہالہ، آپ پھول ہیں، اور ہم کانٹے، وہ ولی کامل ہیں تو ہم گنہگاروں کے ساتھ رہنے سے اُن کی شان میں کمی نہیں آئی بلکہ سونا گرد و غبار میں اور چمکا۔

ہندوانہ رسوم پر انہوں نے کنٹرول فرما لیا، کسی گھر میں، پورے گاؤں میں، شادی بیاہ کے موقعوں پر باجا، گانا مہندی، ڈھولک، ناچ گانا ہرگز نہیں ہوسکتا تھا۔ سادہ انداز سے بارات آتی، نکاح پڑھا جاتا اور بچی سادگی سے رخصت ہوجاتی۔ پہلے دلہن کے لیے ڈولیاں ہوتی تھیں۔ ان میں بٹھا کر کہار ڈولیاں اٹھا کر لے جاتے اور جس گاؤں سے بارات آئی ہوتی وہاں تک اٹھا کر لے جاتے، پھر وہ تنہائیوں میں بیٹھ کر دلہنوں کے وزن، اس کی شادی وغیرہ کے ذکر سے بے لذت گناہوں کی دلدل میں گرتے رہتے، آپ نے کہاروں سے ڈولیاں اٹھوانا بند کردیں، بیٹی دولہا کے ساتھ خود چل کر جائے یا سواری پر بیٹھ کر جائے۔

سونا بھٹی میں پگھل کر خالص ہوتا ہے۔ پورے گاؤں پر کنٹرول تو کرلیا اب دنیا یہ دیکھنے کو بے چین تھی، کب کس بڑے آدمی کے گھر میں شہنائیاں بجتی ہیں۔ کب باجے بجتے ہیں، کب ڈھول کھڑکتے ہیں، آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور گاؤں کے نمبردار کے بیٹے کی شادی کا زمانہ آگیا۔

Marfat.com

نمبردار صاحب لاہور آئے اور اس دور کے مشہور اور سب سے مہنگی بینڈ پارٹی ''سوہنی کا باجا'' کو ایڈوانس دے آئے۔ اس وقت 1952-53 میں پچاس روپے اچھی خاصی رقم ہوتی تھی، سارے گاؤں میں دھوم مچ گئی کہ نمبردار صاحب کے گھر باجا بجنے والا ہے۔

میاں جی نے نمبردار صاحب کو مسجد میں بلا بھیجا، نمبردار صاحب نے اکیلے تھوڑا آنا تھا، پورا گاؤں ساتھ آیا، علیک سلیک ہوئی، میاں جی نے فرمایا: چوہدری صاحب اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا، آپ کے گاؤں سے ہندوانہ رسوم ختم ہوئیں۔ آپ نے خود ہی ان رسموں کو پھر سے تازہ کرنا شروع کردیا۔ بری بات ہے، نہیں میاں جی اب کیا ہوسکتا ہے۔ پچاس روپے ایڈوانس دے آیا ہوں۔ غلطی ہوگئی ہے، آئندہ نہیں ہوگی۔ میاں جی نے پچاس روپے جیب سے نکالے، فرمایا: ہوسکتا ہے وہ حرام کا مال کہیں سے آگیا ہو، حرام جگہ چلا گیا۔ یہ میرے بالکل حلال کے پیسے ہیں، ان کی جگہ پیش خدمت ہیں۔ نہیں میاں جی، بیٹے نہیں مانتے، کہتے ہیں: پہلی پہلی شادی ہے۔ ذرا دھوم دھڑکے سے ہونی چاہیے۔ میاں جی نے فرمایا: بیٹے نہیں مانتے۔ چھوڑ اُن بیٹوں کو، مجھے بیٹا بنالو۔ ساری زندگی تخت پر بٹھا کر اور پاؤں دبا دبا کر خدمت کر کے سکون نہ بخشوں تو کہنا حلال کا نہیں تھا۔

اس طرح نمبردار صاحب جو بات یا بہانہ پیش کرتے، حضرت میاں جی صاحب اُس سے بہتر اور معقول جواب دیتے، اُسے اب بات کرنے کو ہمت نہ پڑتی تھی اور دنیا خاموش سے بیٹھی، ایک فقیر اور ایک امیر کی بات چیت سن سن کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں ڈوبتی چلی جاتی ہے۔

Marfat.com

آخر میاں جی نے آخری وار کیا اور فرمایا: یہ فضول رسمیں غیر اسلامی ہیں، ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں، فضول خرچی ہے اور فضول خرچ شیطان کے بھائی ہوتے ہیں۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانو، اور کوئی غیر اسلامی رسم مت کرو، سب کو چھوڑ دو۔

نمبردار صاحب نے جب اس پر بھی انکار میں سر ہلا دیا تو آپ جلال میں آ گئے کہ اگر تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے سرتابی کرتا ہے تو دفع ہو جاؤ، مسجد سے نکل جاؤ، تو دائرہ اسلام سے بھی خارج ہو گیا ہے۔ خبردار! گاؤں کا کوئی شخص اس کے رسم و رواج میں شریک نہ ہو۔

ہم لوگوں کو جنتی اور جہنمی کی خبر تو کل قیامت کے دن ملے گی، جب ہم دیکھیں گے جنتی جنت میں جا رہے ہیں اور جہنمی جہنم میں جا رہے ہیں اور ہونا بھی ایسے ہی چاہئے۔ ہر ایک پر راز کھل جائیں تو ہمرازوں کا کیا بنے گا۔ یہ راز اس دنیا میں صرف ہمراز ہی جانتے ہیں کہ کون جنتی اور کون جہنمی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ. اس روز کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ سیاہ ہوں گے، اس روز سفیدی و سیاہی ظاہر ہونے والے اعمال کے کچھ اثرات تو یہاں بھی ضرور ہوں گے۔ اور ان اثرات کو دیکھنے والے بھی کچھ لوگ ضرور ہوں گے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ کا ہمراز کہا جاتا تھا۔ آپ سب منافقوں کو جانتے تھے، اکثر صحابہ دیکھتے رہتے کہ حضرت حذیفہ کس کا جنازہ پڑھتے ہیں اور کس کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ حضرت حذیفہ جس کا جنازہ

Marfat.com

نہیں پڑھتے تھے، لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اس کے ایمان کی دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود ایک بار حضرت حذیفہ سے پوچھا تھا، حذیفہ! کہیں ہمارا نام تو اس فہرست میں نہیں ہے۔ آپ نے جواب دیا: یقیناً نہیں ہے۔

حضرت میاں جی صاحب شاید پہچان گئے تھے کہ نمبردار صاحب کا منہ سیاہ ہونے والا ہے یا وہ رُوسیاہ لوگوں میں شامل ہونے والے ہیں، اس لیے اس کو بچانے کی یہ ترکیب سوچی۔

اُس کو اٹھا دیا، گاؤں کے رواج کے مطابق رات کی بھاجی چاول پہنچانے کے لیے بائیس (۲۲) دیگیں پکیں، لیکن گاؤں میں سے کسی نے بھی قبول نہیں کی کہ میاں جی نے کہہ دیا ہے۔ تیرے گھر کا کھانا نہیں کھانا، تیرے کام میں شریک نہیں ہونا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ گاؤں سے میرے والد صاحب حضرت میاں محمد عبدالغنی رحمتہ اللہ علیہ شرقپور شریف جامعہ حزب الرسول میں تشریف لائے اور شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا الٰہ بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو صورت حال سے آگاہ کیا اور درخواست پیش کی کہ آج ہمارے گاؤں تشریف لائیں، رات بھر وعظ ہوگا۔ لاؤڈ سپیکر کرایہ پر لیا، طلباء اور علماء سب اس انوکھے واقعے پر گاؤں روانہ ہوگئے۔ رات بھر جلسہ ہوا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے پیغامات پہنچائے، توبہ کی فضیلتیں بیان کیں، برائیوں کے نتائج سے آگاہ کیا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ صبح نمبردار صاحب تشریف لائے، انہوں نے توبہ کی، آپ نے ان کو کلمہ شریف پڑھایا، انہوں نے انتہائی سادہ طریقے سے سنت رسول

Marfat.com

مقبول ﷺ کے مطابق بیٹے کی شادی کرنے کا وعدہ کیا۔

حضرت میاں جی صاحب نے بھی گاؤں والوں کو حکم دیا کہ اب سب چوہدری صاحب کی بارات میں جاؤ، یوں حق کی فتح ہوئی اور شیطان نے شکست کھائی اور اہل ایمان کا دل تازہ ہوگیا۔

میرے بڑے بھائی میاں محمد انور صاحب کرمانوالہ سید اسماعیل شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے لیکن از ابتدا تا انتہا تربیت میاں عبدالمجید چشتی گولڑوی صاحب کی تھی، میرے بھائی ابتدائی زندگی میں کچھ دیر ایک درزی سے کام سیکھتے رہے تھے، جب وہ کام سیکھ گئے ان کے استاد محترم میاں جی صاحب نے انہیں اپنے کپڑے سینے کے لیے دیئے، وہ کپڑے تیار کرکے لے آئے اور پیش کئے، میاں جی نے اس کی مزدوری پوچھی تو بھائی صاحب نے مزدوری لینے سے انکار کردیا۔ میاں جی نے کپڑے لینے سے انکار کردیا، وہ منتیں ہی کرتے رہے لیکن میاں جی نے بغیر مزدوری کے سلے کپڑے پہننے سے معذوری ظاہر کردی، نتیجۃً وہ کپڑے مجبوراً بھائی جان کو پہننے پڑے، میاں صاحب نے کپڑے نہ پہنے۔

اگر گائے کو قصاب کی نیت کا پتہ چل جائے کہ یہ مجھے ذبح کرکے میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے بیچے گا تو وہ کبھی اس کے پیچھے سر جھکائے غلاموں کی طرح نہ چلے، نہ اس کے ہاتھ سے کچھ کھائے، نہ اس کے گھر جائے، اگر اس کے ہاتھ کا کچھ کھا بھی لے تو اسے ہضم ہی نہ ہو اور وہ اسے کبھی اپنا دودھ پیش نہ کرے۔

اگر ہمیں بھی شیطان کی نیت کا علم ہوجائے کہ اس کی ساری کہانی ساری کاوش، اس کی ساری کوشش صرف ہمیں جہنم کے گڑھے میں پھینکنے کے لیے ہے تو ہم کبھی اس کے پیچھے نہ چلیں۔

Marfat.com

حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو اور آپ جیسے دیگر اللہ کے بندوں کو شیطان کی نیت کا پتہ ہوتا ہے اس لیے وہ اس کی کوئی بات مانتے نہیں، وہ صرف اس کی مانتے ہیں جو اہل ایمان کا دوست ہے۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا. اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا دوست ہے۔ حضرت میاں جی رحمتہ اللہ علیہ کو اُسی اللہ رب العزت نے اندھیروں سے نکال کر روشنی عطا فرمائی تھی جس کی صفت ہے:

يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

نصف صدی سے زیادہ گاؤں کی خدمت کی، اس کا اعتراف دنیا کو ہے۔ ایک بار آپ بیمار ہوئے اور بیماری طوالت اختیار کرگئی تو حکیم الامت عاشق رسول مقبول ﷺ مفسر قرآن، محدث حدیث، نبی رحمت ﷺ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمتہ اللہ علیہ آپ کی عیادت کے لیے ہمارے گاؤں تشریف لائے۔

آخری عمر میں آپ نے مسجد شریف کی خدمت سے معذرت کرلی اور وہیں جاکر ڈیرے ڈال لیے جس شہر خاموشاں سے لوگ واپس نہیں آتے، وہاں آپ نے ایک حجرہ بنوا لیا اور وہیں رہائش اختیار کرلی، اب فیض کے سوتے یہیں پھوٹنے لگے، لوگ آتے، فیض پاتے۔

ایک بار خلاف معمول حیرت انگیز واقعہ ہوا۔ نہ جانے انہوں نے کہاں سے میرا پتہ پوچھ لیا اور جامع مسجد حنفیہ نفریہ شالامار ٹاؤن لاہور جمعہ کے روز تشریف لائے اور اپنی امداد کے لیے چندہ جمع کرنے کو فرمایا۔ اُن کا یہ فرمان میرے لیے اور میرے والد صاحب کے لیے انتہائی حیران کن تھا کہ جس شخص نے کبھی ہاتھ نہیں پھیلایا، بلکہ ہم جب بھی حاضر ہوئے، خدمت کرنا چاہی تو معذرت کرلی۔ اُلٹا ہمیں زبردستی کچھ نہ کچھ دے کر روانہ کرتے۔ آج وہ خود ہمارے ہاں چندہ کی

Marfat.com

اپیل لے کر آیا ہے اور وہ بھی اپنی ذات کے لیے۔ فیا للعجب

جمعۃ المبارک کے خطبہ شریف میں ہم نے بھی محبتوں کے پھول برسائے، محسنوں کا شکریہ ادا کیا، لوگوں کو بتایا آج ہمارے ہاں ایسی عظیم شخصیت جلوہ گر ہے لیکن علی الاعلان بتانے کی اجازت نہیں، آج انہی کے طفیل ہم منبر رسول پر ہیں، آپ کرم نہ فرماتے تو ہم بھی سگ دنیا ہوتے، وغیرہ وغیرہ، آج ان کے حضور نذر پیش کرنے کے لیے چندہ کی اپیل کرتا ہوں۔

ارباب محبت نے بھی ہماری اپیل قبول کی اور دل کھول کر چندہ دیا، مختصر مجمع میں سے تقریباً دو ہزار روپے چندہ ہوگیا، نماز سے تھوڑی دیر پہلے آئے تھے۔ پانی کا پوچھا تو فرمایا: میرا روزہ ہے۔ بعد میں چندہ کی رقم پیش کی تو اس میں سے صرف پچیس روپے اٹھائے اور فرمایا: باقی یہ رقم آپ کی نذر ہے۔ یہ کہہ کر فوراً چل دیئے۔ اور اس کے بعد اچانک ایسے روپوش ہوئے کہ نظر ہی نہیں آئے۔

یہ واقعہ ایک عرصہ ہمارے گھر میں گونجتا رہا اور ہم حیران رہے کہ آخر اس واقعہ کے پس منظر میں کیا بات مضمر ہے۔ لیکن یہ عقدہ آج تک نہیں کھل سکا۔

حضرت علامہ مولانا عبدالمجید چشتی گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ اس وقت فتوالہ سب تحصیل شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ کے قبرستان میں اُسی حجرہ میں آسودۂ خاک ہیں جہاں آپ نے آکر پہلے ہی ڈیرے ڈال لیے تھے۔ آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

خدا رحمت کند آں پاک بازو پاک طینت را

❋ ❋ ❋

Marfat.com

اُستاد صاحب کی چائے دانی کا ٹوٹا ہوا ڈھکنا

حضرت محترم سید عبدالغنی شاہ صاحب

ہیڈ ماسٹر پرائمری سکول چک 51 رحیم یار خاں

یہ سن 1949ء یا 1950 کی بات ہے۔ جب ہم تیسری چوتھی جماعت کے طالب علم تھے۔ ضلع رحیم یار خاں اور چک نمبر 51 میں پرائمری سکول تھا اور ہمارے گاؤں سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر تھا۔ اس اسکول کے ہیڈ ماسٹر سید عبدالغنی شاہ صاحب تھے، سبحان اللہ! کیا عظیم شخصیت تھی۔ تیسری چوتھی جماعت کے طالب علم کی کیا عمر ہوگی، ان کا تصور ان کی شخصیت، ان کی باتیں، ذہن میں آج بھی ایسی ہی زندہ ہیں۔ جیسے یہ کل کی بات ہو، بچوں سے شفقت باپ سے زیادہ مہربان و شفیق اتنے کہ ماں کی گود یاد آئے۔ ہیڈ ماسٹر ہوکر بچوں کے ساتھ ہی ٹاٹ پر بیٹھ جانا اور تختی پر پورنے خود ڈال کر دینا، موٹے قلم سے خوبصورت تحریر میں تختی کی پہلی سطر لکھ کر دینا اور اکثر بچوں کو لکھ کر دینا، شاید یہ ان کی ہابی تھی۔ صبح اسمبلی کی گفتگو میں مٹھاس، چھوٹے چھوٹے فقرے دل میں گھر کر جانے والے، چلتے تو ٹھہر ٹھہر کر اور قدم قدم سنبھال کر، فرمایا کرتے: دس میل بھی چلوں تو کسی قدم کے دوسرے قدم کے درمیان فاصلے میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

Marfat.com

قریب قریب دیہات سے پڑھنے کے لیے آنے والے چھوٹے بڑے بچوں کو حکم تھا کہ وہ اپنے گاؤں میں کوئی مکان ایسا تلاش کرلیں جہاں مغرب کے کھانے کے بعد اکٹھے بیٹھ کر پڑھیں، ہم درمیان میں ایک لالٹین رکھ لیتے اور اس کے اردگرد کتابوں پر جھک کر مسلسل پڑھنے میں مصروف رہتے۔

آپ ہفتہ میں ایک دفعہ کسی گاؤں کا رات کو چھپ کر دورہ فرماتے۔ دروازے کے سوراخوں میں سے جھانک کر دیکھ لیتے، کون پڑھ رہا ہے اور کون سو رہا ہے، کون باتیں کررہا ہے اور کون شرارتوں میں مصروف ہے۔ صبح جب اسکول پہنچتے تو ہر ایک کا حال اس طرح بیان کرتے کہ ہم پانی پانی ہوجاتے۔ پھر کوئی بھی پڑھنے میں کوتاہی نہ کرتا کہ کہیں شاہ صاحب دیکھ ہی نہ رہے ہوں، بتایئے! سزا کا کتنا خوبصورت انداز تھا۔

ایک بات اُن کی آج بھی ایسے ہی یاد ہے، جیسے انہوں نے لکڑی کی تختی پر پورنے ڈالتے ہوئے پہلی سطر نہیں لکھی بلکہ میرے دل کی تختی کی پہلی سطر پر یہی فقرہ لکھا جو ابھی تک مٹ نہیں سکا۔ آپ فرمایا کرتے: جب طالب علم کتاب پر جھک کر اسے پڑھتا ہے تو گویا وہ کتاب پر چھایا ہوا ہوتا ہے۔ کتاب کی کیا جرأت کہ وہ یاد نہ ہو، یا سمجھ میں نہ آئے۔ اور اگر کتاب لیٹ کر پڑھی جائے گی تو کتاب طالب علم کے سر پر سوار ہوجائے گی اور چند لمحوں میں نیند کی آغوش میں چلا جائے گا اور کتاب اس کے چہرے اور سر پر سوار ہوگی۔ اس لیے اس کا سمجھنا اور یاد کرنا ممکن نہ ہوگا۔ چوتھی جماعت پاس کی تو ہم ریاست بہاولپور سے واپس اپنے پنجاب میں آگئے اور دوبارہ ادھر جانے کا اتفاق نہ ہوا۔ تقریباً چالیس سال بعد 1992ء یا

Marfat.com

1993ء میں رحیم یار خاں جانے کا اتفاق ہوا، کسی ہم جماعت کی تلاش ہوئی، وہ بھی مل گئے، شاہ صاحب کا پوچھا: پتہ ملا کہ چک نمبر 51 سے شہر رحیم یار خان میں منتقل ہو چکے ہیں اور بہت بوڑھے ہو گئے ہیں۔ بڑی مشکل سے گھر کا پتہ ملا، گھر پہنچے، دروازے پر دستک دی اور ایک بوڑھا بابا لیکن صحت مند باہوش و حواس ہمیں خوش آمدید کہنے کے لیے بیٹھک کا دروازہ کھول رہا تھا۔ میں نے اپنا تعارف کرایا کہ جناب آپ کا سب سے نالائق شاگرد میرا نام عبدالحق ہے۔

شاہ صاحب بہت خوش ہوئے، سینے سے لگایا، پیار کیا، دعائیں دی، پرانے زمانے کی باتیں ہونے لگیں، تحریک پاکستان کی باتیں، ہجرت کی باتیں، مسلم لیگ کی باتیں، قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمۃ کی باتیں، ایمان افروز اور دلچسپ بھی، عبرت ناک بھی اور سبق آموز بھی۔

اتنے میں چائے آگئی تو دیکھا کہ چائے دانی کا ڈھکنا ٹوٹا ہوا ہے۔ میرا تو دل ٹوٹ گیا، بڑا دھچکا لگا، پہلے تو اشتیاق دید میں کچھ اور دیکھ ہی نہ پائے تھے، اب دیکھا تو نظر آیا۔ کرسی بھی ٹوٹی ہوئی، چارپائی بھی خستہ حالت ہے۔

میرے جیسے ہیچ نکموں کو بھی فرش زمین سے اٹھا کر عرش پر بٹھانے والے کی مفلسی کا عالم دیکھ کر میں شرم سے ڈوب مرا، نہ جانے کتنے لوگ ان سے درس روشنی لے کر، کتنی کامیاب پر سکون، پر آسائش زندگیاں گزار رہے ہوں گے اور وہ دنیا کے کس کس خطے میں ہوں گے۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ اولڈ ہاؤسز کیوں بنتے ہیں۔

بچے بہت اچھے ہوتے ہیں، سب کو بھلے لگتے ہیں، ان کی شرارتیں دل

Marfat.com

نہیں دکھاتیں، خوش کرتی ہیں لیکن ان میں ایک خرابی ہوتی ہے کہ وہ بڑے ہوجاتے ہیں۔ اتنے بڑے ہوجاتے ہیں کہ وہ لوگ، وہ ماں، وہ باپ، وہ استاد جنہوں نے انگلی پکڑ پکڑ کر ایک ایک قدم چلنا سکھایا تھا، وہ ان کا ہاتھ بھی نہ تھام سکا۔ جنہوں نے ایک ایک حرف اس کی زبان پر رکھ کر بولنا سکھایا تھا وہ ان کی زبان سے نکلنے والے حروف کو حروف سمجھنے کی بجائے کہتا ہے: بابا تہانوں کی پتہ اے، یعنی بابا آپ کو کیا معلوم ہے، زمانہ تو چال قیامت کی چل گیا ہے۔ جنہوں نے فکروشعور کی روشنی کی ایک ایک کرن، اس کی جھولی میں ڈالی تھی، وہ انہیں کس اندھی غار اولڈ ہاؤس میں چھوڑ کر چلا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پوری قوم خود اندھے غار میں جاگری۔ بزرگ نیچے ہوتے گئے، بچے اونچے ہوتے چلے گئے۔ اگر انسان ٹھوکر کھا کر ...... مڑ کر دیکھ لے کہ کیوں ٹھوکر لگی ہے تو آئندہ ٹھوکروں سے بچ جائے گا لیکن اگر پیچھے مڑ کر دیکھنے کی ہمت نہ ہو، یا وقت نہ ہوتو پھر ساری زندگی ٹھوکریں ہی ٹھوکریں۔

جس قوم نے اپنے اساتذہ کرام کو اپنے بڑوں کو، اپنے بزرگوں کو نظر انداز کرکے خود نئے راستے تلاش کرنے شروع کئے اور ان کے تجربات سے فائدہ حاصل نہیں کیا۔ انہیں خود بھی تو تجربہ میں کچھ وقت لگے گا اور تجربہ کاری کی منزل پر پہنچتے پہنچتے ان کے اپنے حواس بھی اتنے مضمحل ہوچکے ہوں گے کہ آگے بڑھنے کی ہمت نہ رہے گی۔ پھر ایک اور نسل تو مکافات عمل کی سزا دینے کے لیے آگے بڑھے گی اور جہاں ان کے بڑوں نے اپنے بزرگوں کو دریا میں گرایا تھا اس سے اور آگے گرانے کے انتظام کرے گی کہ ''گندم از گندم بروید جوز جو'' یعنی گندم سے گندم پیدا ہوتی ہے اور جو سے

Marfat.com

جو پیدا ہوتے ہیں۔

بزرگوں کو اور ان کے کارناموں کو، ان کی خدمات کو، بھولنے کی پاکستان بنانے والوں کی دوسری نسل کو یہ سزا ملی کہ ہم پاکستان کا وسیع تر حصہ لٹوا چکے اور بے حسی کے اس گہرے غار میں جا گرے۔ کہ الامان والحفیظ، اب وہ کون سا خوفناک غار ہے جس میں ہمیں گرایا جائے گا۔ اس کی تحقیق کے لیے کوئی بورڈ بٹھانے کی ضرورت نہیں، حالات سامنے ہیں، حاکم بدہن، مستقبل کا سورج کوئی خوبصورت اور ٹھنڈک دینے والی نوید لے کر طلوع ہوتا نظر نہیں آتا۔

تو اپنے التفات کو اپنے ہی پاس رکھ
تن سے نہ جڑ سکے گا یہ بازو کٹا ہوا
جانے یہ کس خیال میں آنکھیں سلگ اٹھیں
پایا جو خود کو بھیڑ میں تنہا کھڑا ہوا

❀ ❀ ❀

لَا تَسْأَلِ الْمَرْءَ عَنْ أَخْلَاقِهٖ
فِیْ وَجْهِهٖ شَاهِدٌ مِنَ الْخَيْرِ

﴿انسان سے اُس کے اخلاق کے متعلق نہ پوچھ، اس کے چہرہ مہرہ میں اس کے اخلاق کی شہادت موجود ہے﴾

Marfat.com

حضرت سید احمد علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ (قصور شہر)

زمین میں ایک دانہ کاشت کرنے سے سات سو دانے اُگ سکتے ہیں تو بندہ مومن کا دلؔ جو ہے ہی سوہنے مالک کی سرزمین، اُس کے ثمرات کا اندازہ کرنے کے لیے ابھی کوئی معیار تخلیق نہیں ہوا۔ دنیا فانی کی پیداوار اگر اس سے بھی زیادہ ممکن ہے کہ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ تو اللہ تعالیٰ کی سرزمین کی پیداوار کا اضافہ بندہ مومن کو ہر چیز سے کیوں بے نیاز نہ کردیتا ہوگا۔

عشق کی چوٹ تو پڑتی ہے دلوں پر یکساں
ظرف کے فرق سے آواز بدلی جاتی ہے

حضور سیدی و آقائی دائم الحضوری کے زیر شفقت جنم لینے والے سید احمد علی شاہ پر اُس نظر عنایت کی بارش نے جو ثمرات پیدا کئے، اُس کے اثرات ان کی ساری زندگی کے ایک ایک عمل سے عیاں ہیں، اُس شہر قصور کا ایک باشندہ، اسی محلے میں رہنے والا ایک شخص، اپنی غفلت کی وجہ سے نہ جانے سارا سارا دن کہاں کہاں کی خاک چھانتا پھرتا، تھک ہار کر، چور چور ہوکر بستر پر آگرتا ہوگا اور دوسرا شخص دائم الحضوری رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ فیض بار سے فیض پاکر شاہوں کی چوکھٹوں پر سجدہ کرنے کی ذلت سے بچ گیا اور قدرت نے اُس کے دل کی سرزمین پر جہاں وہ خود بھی جلوہ افروز رہتا ہے وہاں اپنی محبت کا بیج بوکر کتنے گل بوٹے اور پھل پھول پیدا کئے ہوں گے کہ کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر للچائی ہوئی

Marfat.com

نظروں سے دیکھنے سے محفوظ کرلیا۔

وہ شخص تو زندہ بھی مردوں کی طرح تھا اور یہ مر کر بھی زندوں کی طرح ہر آنکھ میں، ہر نظر میں اور ہر دل میں زندہ و پائندہ ہے۔ اُس کی زندگی کا شاید کوئی لمحہ کسی کو یاد ہو جبکہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ تاریخ کا حصہ بن گیا۔

اس کی زندگی کا ہر لمحہ کسی ایسے کام کی نذر ہوتا رہا ہوگا جس کام کی کاشت صرف کانٹے ہی کانٹے ہوں، جن کانٹوں نے اس کا جینا بھی حرام کردیا ہو اور ان کی زندگی کا ہر کام ایسی کاشت جس سے پیدا ہونے والے پھول پوری ملتِ اسلامیہ کو مہکا گئے۔

تحریکِ نظامِ مصطفوی ہو یا تحریک ختم نبوت، اُن میں شریک ہونا اور ان میں شریک ہونے کے لیے اٹھا ہوا ایک ایک قدم تو شاید قدم اٹھانے والے کو بھی یاد نہ ہو، کہ کہاں کہاں رکھا تھا۔ لیکن مالک نے اُن کے قدموں کے اثرات اور انہی کی طرح اٹھنے والے پوری ملت اسلامیہ کے قدموں کے اثرات کی خوشبو صوبائی و قومی اسمبلیوں کے فلک بوس عمارتوں کی مضبوط دیواروں کے اندر تک مہکا دیا۔

کوئی ایک شخص ان تحاریک کی کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھنا چاہے تو باندھ لے لیکن قصور شہر کی گلیاں، بازار، کوچے، مساجد و معابد کی ایک ایک اینٹ سید احمد علی شاہ کی پُر درد تقریروں، نظموں، نعروں، جلوسوں، جھنڈوں، بینروں کو ازبر یاد کئے ہوئے ہے۔ وہ پروفیسر محمد الیاس اعظمی کے نوکِ قلم سے نکلنے والے حروف کے ہر شعر اور ہر مد کو سلام نیاز پیش کرتے ہوں گے کہ آپ نے ہمارے جذبات کی بے زبانی کو ترجمانی کا شرف بخشا اور سید احمد علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے

Marfat.com

حالاتِ زندگی سے قرطاس ھائے کتاب کو مزین کردیا۔ اے اعظمی! تو نے ان کے نفحاتِ زندگی کو محفوظ کردیا۔ نہیں بلکہ ہمیں بھی زندہ کردیا، جب کبھی کوئی سید احمد علی شاہ صاحب کے حالات پڑھتے پڑھتے تحاریکِ مبارکہ کے ذکر تک پہنچے گا تو ہمارا تصور بھی ضرور اُس کے قلوب واذھان میں مہک پیدا کرے گا۔

قصور شہر کا ایک شخص یا ایک تشخص روٹی کی بھوک کا مارا، حضرت دائم الحضوری کی حضوری کا شرف پاکر بھی یہی سوال کرتا ہوگا۔ بابا روٹی نہیں ملتی کوئی وظیفہ بتاؤ کہ کم از کم پیٹ بھر روٹی تو مل جائے اور آپ فرماتے ہوں گے: بھئی! مجھے روٹی ملنے کا وظیفہ تو کوئی یاد نہیں البتہ روٹی دینے والے سے ملنے کے کئی وظیفے مجھے یاد ہیں۔ اگر وہ وظیفے پوچھنا چاہتے ہو تو پوچھ لو لیکن اگر پھر بھی روٹی ہی کے وظیفے کے لیے مصر ہو تو پڑھا کرو: یا روٹی، یا روٹی، یا روٹی، ایسے میں سید احمد علی یقیناً آگے بڑھے ہوں گے۔ حضور! مجھے روٹی دینے والے سے ملنے کے وظیفے عطا فرمادیں، مالک سے دوستی، مالک کے مکان کا بھی مالک بنادیتی ہے۔ آپ مالک سے ملادیں، مالک مل گیا تو مالک کی ہر شے میری ہوگی۔

ہمیشہ حضوری کے فیض سے سرشار رہنے والوں نے سید احمد علی کو آغوشِ محبت میں لے لیا ہوگا اور جن کے حضور میں ہمہ وقت حاضری کی لذت سے ملذذ رہتے ہوں گے کبھی تو ان کو بھی ساتھ لے کر اس شرف سے باریاب کیا ہوگا۔

سید نذیر احمد شاہ کو سلام جن کے بیٹے کو ماہی نے اپنے لیے اور اپنے محبوب کے لیے اور اپنے محبوب کے محبوبوں کے ذکر کے لیے چُن لیا اور اُن کو بھی اُن کی طرح امر کردیا۔

❀ ❀ ❀

Marfat.com

میرے حکیم صاحب

حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ

نعمتاں دی ونڈ کرن والے دے وی وارے وارے جائیے ان گنت مخلوق نوں وکھریاں وکھریاں نعمتاں دے کے اونہاندا وجود اپنی اپنی تھاں تے اس طرح رکھ دتا کہ اس ہیرے نوں کوئی اوتھوں چک کے دوسری تھاں تے رکھ نہیں سکدا۔ حکیم محمد موسیٰ صاحب اللہ تعالیٰ انہاں دی محبت کا قدم میرے دل کے گھر چوں آخری ساہواں تک نہ کڈھے) نوں وی رب نے اپنیاں نعمتاں تو نوازیا سی انج جاپداسی جیویں اونہاندی جھولی چوں باہر ڈھل ڈھل پیاں پیندیاں نے

میں سنیاں اے کہ کسے نے جبرائیل علیہ السلام کولوں پچھیاں: سوہنیاں رب دیار سولا تے سدرہ تے رہن والیا جے تینوں رب دی زمین تے رہنا پئے جاندا تے توں کیڑی خاص قسم دیاں نعمتاں اپنے گلے دا ہار بنا کے رکھ دا۔ حضرت جبرائیل ہوراں نے جواب دتا: اللہ والیو! اس دنیا دی زمین تے رہن واسطے میں تناں چیزاں دا انتخاب کردا (۱) غریب دی مدد کردا، (۲) مخلوق دے عیب چھپاندا (۳) پیاسیاں نوں پانی پیاندا۔ میرے حکیم صاحب نوں وی اللہ تعالیٰ نے سارے فرشتیاں دی سردار دی پسندیدہ چیزاں توں رج کے نوازیاں ہویا سی زمین تے رہن والے بندے جنہاں دی شان کئیاں فرشتیاں

Marfat.com

نالوں وی اوچی ہوندی اے، اوہ شاید ایسے واسطے ہوندی اے کہ اونہاں دے حصے چہ اون والیاں صفتاں اینیاں عظیم ہوندیاں نے کہ رب دے فرشتیاں وچ وی نہیں ہوندیاں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام دیاں پسندیدہ تن صفتاں میرے حکیم صاحب وچ رب نے کٹ کٹ کے بھریاں ہویاں سن۔ غریباں دی مدد کرنا سبحان اللہ! حکیم صاحب دے کول بہن والے جان دے نے کہ حکیم صاحب دا ہتھ کناں کھلا سی، غریباں مسکیناں دے کولوں دوادارو دے پیسے کدے لئے ای نہیں، اساں کئی واری دیکھیا اے کہ غریباں نوں دوا دے نال نال پیسے وی عطا فرماندے سن علماء کرام بزرگان دین فقرا و مشائخ یا قلمی جہاد وچہ مصروف رہن والیاں تے کرم تے سخاوت دی بارش دی بڑی ڈڈی پھوار انج ای برسدی رہندی سی۔

اسی لوگ (جہڑے کسے کھاتے وچہ ای نہیں آوندے) جدوں اس کریم دی حکمت بھری دکان تے جاندے ساں، تے حکیم صاحب سب توں پہلا خمیرہ گاؤزبان کھوا کے منہ مٹھا کراندے سن، کھانا کھان دا وقت ہووے تے سارے کول بیٹھے ہویاں واسطے لنگر شروع ہوجاندا، چاء، پانی، شربت، کئی واری لسی، تے دُوجیاں چیزاں نال تواضع ہوندی سی، ساڈے ورگے کھاؤ لوگ تے ہر ویلے آپ دے اگے پچھے کیڑیاں دے بھوں وانگوں بیٹھے رہندے سن، جیڑے علم دے موتیاں دے کشتیاں دے بھکے ہوندے، اونہاں واسطے اوہ کھڑکی کھل جاندی، پتہ نہیں، اَیناں حافظہ حکیم صاحب نے کیہڑے نسخے کھا کھا کے تیز کیتا ہویا سی، سمندری لہراں وانگوں حکمت دیاں گلاں دیا لہراں مکن چہ نہیں آوندیاں سن۔

جے کوئی تاریخ دے کسے ورقے دی تلاش وچہ ہوندا، تے ہونہیں سکدا

Marfat.com

کہ حکیم صاحب دے ذہن دی الماری وچوں اوہ ورقہ نہ لبھے، متعلقہ شخصیت یا واقعہ دی جزیات تک انج زبانی یاد ہوندیاں سن جیویں اوہ شخصیت پنجاہ سال پہلاں نہیں اج ہنے ای آپ دے کولوں اٹھ کے گئی اے، تے واقعہ دے متعلق محسوس ہوندا جیویں حکیم محمد موسیٰ صاحب اس واقعہ دے کوئی وڈے کردار خود آپ ہی سن۔

اس توں وی وڈی گل ایہہ اوہناں وچہ دیکھی کہ کسے علم دے پیاسے نوں انکار نہیں کردے سن، پیاس بجھونا تے بڑی وڈی نیکی اے، کوئی وہابی ہووے، یا دیوبندی مسلمان ہووے یا غیر مسلم، کالا ہووے یا گورا، بندہ ہووے یا بڈھی، جیہڑا آیا سخیاں دے بوہے توں خالی نہیں گیا۔

اللہ جنت نصیب کرے، میری بیوی بڑی بیمار رہندی سی، شیخ زاہد ہسپتال چہ بارہ تیراں ٹیسٹ ہوئے، رپورٹ لین گئے تے ڈاکٹر صاحب آکھن لگے: جی ایناں نوں کوئی بیماری نہیں۔ میں آکھیا: فیر ایہ مکر کردی اے۔ ڈاکٹر تے ہس پیا، تے میں فکر چہ پے گیا۔ جے ایڈے وڈے ہسپتال والے وی ایہدی بیماری نہیں لبھ سکے تو فیر ایدا علاج کتھوں کراواں گا۔ حکیم صاحب دے اک ملن والے تسنیم الدین احمد صاحب نے مشورہ دتا کہ حکیم محمد موسیٰ صاحب دے نال مشورہ کیتا جائے۔ آپ دے نال رابطہ ہویا، تے آپ نے فرمایا: انہاں نوں جیہڑی بیماری اے، اوہ کسی ٹیسٹ وچہ نہیں آسکدی۔ میں عرض کیتی: حضرت ہن تے جدید مشینری دا دور اے۔ مشیناں دل دیاں دھڑکناں وی پڑھ لیندیاں نے، بیماری کیوں نہیں لبھ سکدیاں، فرمان لگے: چشتی صاحب! بارہ چودہ بیماریاں نے جیہڑیاں کسے وی الٹراساؤنڈ، کسے ایکسرے وغیرہ وچہ نہیں

Marfat.com

آسکدیاں، اونہاں، اونہاں بیماریاں دے ناں وی دسے پر میں بھل گئیاں واں، دس بارہ سال پرانی گل اے، کوئی کل دی گل تھوڑی اے۔

آپ نے فرمایا: دو مہینے علاج کراؤ، ٹھیک ہوجان گے۔ دوائی شروع کردتی تے اللہ دے فضل وکرم نال ڈیڑھ دو مہینیاں وچہ ای نوبرنو ہوگئیاں، اٹھ کے چلن پھرن لگ پئیاں۔

حکیم صاحب نال میری ایہہ پہلی ملاقات سی، دوائی دے پیسے دتے، تے آپ نے واپس کردتے۔ میں بہتیرا آکھیا، منت وی کیتی، پر شنوائی نہ ہوئی، مفت دے کھان والیاں چوں اک ہور بندے دا اضافہ ہوگیا۔

میں اونہاں دنا وچہ ''جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے'' کتاب مکمل کرر ہیا ساں، اوہ کتاب آپ نوں میں خود حرف بہ حرف ساری سنائی، بڑے خوش ہوئے۔ اک ایکسیڈنٹ دی وجہ نال آپ بہت زخمی سن، پر فیروی میری کتاب تے دیباچہ لکھ کے دتا حالانکہ اس توں پہلا وڈے وڈے لکھاریاں دیاں منتاں کر کرتھکیاں ہویاں ساں، پر اونہاں دی رب دیاں بندیاں نے اپنی کنجوسی تو رج کے فائدہ اٹھایا، تے اپنے اپنے سمندراں چوں اک بوند پانی دی نہ دتی۔

پر حکیم صاحب نے فرمایا: چشتی صاحب!

جے چنج بھر لے کوئی چڑی نمانی
کدوں گھٹ جانداں دریانواں دا پانی

ایہوں جہیاں بے شمار گلاں باتاں نے، جتھوں پتہ لگدا اے کہ حکیم صاحب نوں سخاوت نال کناں پیار سی۔

میری ملاقات توں پہلا کرے اک حادثہ ہوچکیا سی، آپ نے مرکزی

Marfat.com

مجلس رضا دے حوالے نال اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ تے بڑا کم کیتا سی، بے شمار کتاباں، اشتہاراں، جلسے، پمفلٹ، مضامین نہ جانے کناں کو کم کیتا، پر ایس سفر وچہ علمانواں تے مولویاں نال کسے گل توں اختلاف شروع ہو گیا۔ سنیاں اے کہ اوہ اختلاف کش چوکھا ای ودھ گیا۔ کٹھے کم کرن آلیاں چہ وِتھاں پے گئیاں، محبتاں دے دانے وی مک گئے، پیاراں دے بوہے آپس وچہ بھڑ پئے، جنہاں نے آپ دی دانائی دا دودھ پیتا ہویا سی، تے خمیرا گاؤزبان وانگوں مٹھیاں مٹھیاں گلاں سنن دی عادت پئی ہوئی سی، اوہ دور ہو گئے، راستے جدا ہو گئے، سمندری پانی دی کڑواہٹ برتن تے ظرف دی وجہ نال نہیں ہوندی، اوہدی وجہ کجھ ہور ہوندی اے، اوہ ہونی ہو گئی۔

پر دساں پندراں بالاں چہ ایس سورج نوں کسے چمگادڑ واسطے بددعا کردیاں نہیں ویکھیا، پر کول بہن والے مفت خورے، تے کھوڑے ایس گل تے اُدھار کھا کے بیٹھے سن، کوئی بیٹھک ایسی نہیں سی ہوندی جہندے وچہ اوہ آپ دی محفل وچہ مولویاں دے خلاف زہر دی پڑی نہیں سن کھول دے، چینی تے نکتہ چینی وچہ ایہہ ای تے فرق اے کہ چینی مٹھاس بن کے پورے جسم نوں مٹھیاں کر دیندی اے، تے نکتہ چینی کوڑی گولی وانگوں حلق وچہ اٹکدی اے، تے سارے جسم وچہ کڑواہٹ بھر دیندی اے۔

ایسے طرح آپ دے کول اک دن حاضر ساں، تے ہر ویلے آپ دے کول بہن والیاں اوہ زہر دی پڑی کھول دتی، لئے ساڈے مولویاں نے ہون تک کی کیتا اے۔ دوجے فرقیاں دے مولویاں نے ایہہ کیتا اے، ای وی کیتا اے، تے اینہاں لڑائیاں جھگڑے ہیرا پھیریاں تے فراڈ، تے زکاتاں کھان

Marfat.com

دے سوا کیتا کی اے۔ پہلاں تے میں سن دا رہیا، آخر چپ نہ رہ سکیا، تے آکھیا: میاں صاحب! ایہ تے ویسے ای بندے دی فطرت اے کہ اپنا پتر تے دوجے دی بڈی بڑی چنگی لگدی اے، بس ایہ گل سن کے اونہاں دے ڈھڈ وچہ ایناں کو وٹ پیا کہ بول ای نہ سکے۔ تے حکیم صاحب دے ظرف سے صدقے جانواں، اونہاں تے انج ای سنی ان سنی کر چھڈی۔

جے کالے منہ والا کولہ صدیاں توں کاناں چوں نکل دا اج تک ختم نہیں ہویا تے سونے دی کان کدوں بند ہوگئی اے۔ حکیم صاحب ورگے سونے دی کان چوں نکلدے ای رہندے نے، اللہ کرے ایہ کان دا سونا کدے ختم نہ ہووے۔

سرتوں پیراں تک گلاباں دا بوٹا، عاجزی تے انکساری دی زمین تے وچھی ہوئی وَل، علماں تے فضلاں دی کان، سخیاں تے سخاوتاں دا بوٹا مٹھیاں مٹھیاں تے محبتاں دی مٹھاس بھرن والیاں گلاں دا خمیرہ گاؤزبان، دھمی دھمی چال چلن والی باد صبا، عشق و محبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے وچہ کشتیاں دا کشتہ جان، حجاز مقدس توں آون والا ہر بھلاوی جنہوں چم کے جاوے، جدوں دنیا دیاں بیماریاں دے خلاف جہاد کردا کردا تھک گیا، تے بہہ گیا، پھر لیٹ گیا، پھر سوں گیا تے ابدی نیند سوں گیا۔ اللہ تعالیٰ دے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دی رحمت دی چادر دا سایہ تاقیامت اونہاں دی قبر تے رہوے۔

آمین یا رب العلمین بجاہ سیدالانبیاء المرسلین ﷺ

Marfat.com

حسن بیان کی لطافتوں کے امین

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

حسرت لیے ہوئے تھا وہی تیری دید کی
جس سے بھی میں نے شہر میں گفت و شنید کی

اکتوبر ۱۹۶۲ء کی بات ہے جب ہم نے عارف ہائی سکول دھرمپورہ لاہور میں فارسی پڑھانے کا آغاز کیا۔ اب اُسی آبادی کو مصطفیٰ آباد کہتے ہیں۔ شیخ محمد عارف مرحوم بڑے ذہین، زندہ دل اور اچھے انسان تھے۔ میں نے اس اسکول میں یادش بخیر بڑے بڑے عظیم لوگوں کو دیکھا اور وہ اپنے اپنے فن میں کمال رکھتے تھے۔ ایک بزرگ بابا عبداللہ صاحب تھے جو بسطۃً فی العلم و الجسم کی تصویر نظر آتے تھے۔ فن تدریس جغرافیہ میں انہیں کمال حاصل تھا۔ ان اساتذہ کرام میں ایک واقعتہً فقیر بزرگ، عالم دین، خاموش طبع لیکن لبوں پر ہر وقت مشفقانہ مسکراہٹ، مولوی باغ علی نسیم صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ میں نے دیکھا: سٹاف کا ہر بندہ انہیں احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

کھونے کے لیے ہیں اور نہ پانے کے لیے ہیں
کچھ لوگ تو خوابوں میں سجانے کے لیے ہیں

وہ شخص آج بھی میرے خوابوں میں بستا ہے، سکول کی رفاقت تو مختصر

Marfat.com

رہی لیکن تعلق تادم زیست رہا۔ ۱۹۶۳ء میں جب عارف ہائی سکول سے فارغ ہوئے تو ناواقفیت اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے گھر میں بیٹھ گئے۔ تین چار روز بعد تشریف لائے اور فرمایا: چشتی کہیں اور سروس کا انتظام ہوا ہے۔ عرض کیا: حضور! میں کہاں جاؤں، کوئی واقفیت ہی نہیں تو فرمایا: جس دکاندار کے پاس دالیں ہوتی ہیں وہ بھی باہر سجا کر رکھتا ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اس کے پاس دالیں بھی ہیں۔ جب لوگوں کو خبر ہوجاتی ہے تو وہ خود بخود آنے شروع ہوجاتے ہیں۔ تیرے پاس تو علم کے ہیرے اور موتی ہیں، جب تک لوگوں کو خبر نہیں ہوگی تیرے پاس نہیں آئیں گے۔ جب خبر ہوجائے گی تو لوگ خود ہی تیرے پاس آتے رہیں گے۔ الحمدللہ! اُن کے مشورے نے زندگی بھر ساتھ دیا۔

غالباً ستر کے عشرہ میں مکتبہ نبویہ میں آنا جانا شروع ہوا۔ اسی مکتبہ نبویہ پر پیرزادہ اقبال احمد فاروقی دامت برکاتہم العالیہ سے تعارف ہوا۔ موصوف کی طبع مبارک اُن سے مختلف تھی۔ وہ خاموش طبع لیکن فاروقی صاحب گفتگو کے بادشاہ، اجنبی بھی آجائے تو اجنبیت محسوس نہ کرے اور دوبارہ ملنے کو ترسے۔

جب بھی آتا ہے تیرے حسن تکلم کا خیال
لطف دیتا ہے تیری بات کا ہر ہر پہلو

مولوی باغ علی نسیم صاحب اور فاروقی صاحب کی یہ قدر مشترک بہت اچھی لگتی کہ آپ دونوں حضرت مولانا نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردان رشید میں سے ہیں۔ بچپن کی اٹھکھیلیوں سے اب بڑھاپے کی آخری دہلیز پر ہیں۔ مولوی باغ علی نسیم رحمۃ اللہ علیہ پر درود و محبت کی دولت کو عام کرنے کی

Marfat.com

تہمت صحیح معنوں میں لگتی تھی اور اس تہمت سے ساغر کی طرح پیر زادہ اقبال احمد فاروقی صاحب بھی نہیں بچ سکے۔

مکتبہ نبویہ ایک مکتبہ نہیں، ایک مکتب ہے۔ بلکہ ایک مکتب فکر ہے، کتابوں کے انبار تو آپ کو ہر دکان پر نظر آئیں گے لیکن مبتدیوں کے لیے ایک مکتب اور منتہیوں کے لیے ایک مکتب فکر ہے۔ آپ کو اس مکتب کے علاوہ یہ حسین امتزاج اور کہیں نہیں ملے گا۔ ہر اٹھتے ابھرتے عالم، مولوی، مقرر، فقیہ کے لیے فاروقی صاحب کی گفتگو حوصلہ دینے والی، مستقبل کی راہیں روشن کرنے والی، اور اس کی اپنی ذات پر اعتماد کا غازہ چھپک کر بڑے حوصلے کے ساتھ آگے بڑھانے والی ثابت ہوتی ہے۔ انجمن غافلین کے ہر فرد کے لیے یہ پناہ گاہ ہے۔ انہیں غفلت سے بیدار کرنے والے چبھتے فقرے اور جملے بیدار تو نہ کر سکے لیکن وہ لوگ ان چبھتے فقروں سے لذت لیئے آئے بغیر رہ بھی نہیں سکتے۔ وعظ فروش ملاؤں کا بھی تانتا بندھا رہتا ہے۔ وہ انہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور طنز و مزاح کے تیروں سے گھائل کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ اپنی روش سے باز آئیں یا نہ آئیں لیکن ذہنی کام و دہن کی لذت افروز چاشنی بھرے جملے انہیں دوبارہ یہیں کھینچ لاتے ہیں۔ فاروقی صاحب مفتی تو نہیں ہیں لیکن بعض اوقات ایسے ایسے فتوے جڑ جاتے ہیں کہ مفتیان عظام کی ہنسی نکل جاتی ہے اور محفل کشت زعفران بن جاتی ہے۔

یہ منظر بارہا دیکھا نظر سے تجھے دیکھا مگر ملنے کو ترسے
میں سویا تھا دریچے بند کر کے تری خوشبو چلی آئی کدھر سے

فاروقی صاحب کے پاس صرف قراء، علماء، صوفیاء، اور فقراء ہی نہیں آتے،

Marfat.com

افسران بالا کو بھی اس گلی کے چکر لگاتے دیکھا ہے۔ وکلاء کو بھی ان کا پانی بھرتے دیکھا ہے اور ادیب وشعراء کی محفل تو جمی ہی رہتی ہے۔ فاروقی صاحب کبھی خود ایک شعلہ نوا مقرر تھے، پھر عمر کا ایک بڑا حصہ پورے پنجاب پر افسری جماتے رہے۔ افسری کے دور میں ان کے فیصلے اور تاجروں کی دوکانوں پر چھاپے اور ان کی تفصیل لکھتے لکھتے دفتر بھر جائیں اور آپ ان کو پڑھتے پڑھتے کبھی بور نہ ہوں۔ مسکراتے مسکراتے بلکہ ہنستے ہنستے آپ کی پسلیاں چلنے لگیں۔

کاش ہوتا جو میرے ہاتھ میں سورج کا نظام
میں تیرے رستے میں کبھی دھوپ نہ آنے دیتا

فاروقی صاحب نے راقم الحروف پر ایک کرم فرمایا کہ اپنے مربی ومحسن اور استاد گرامی جناب حضرت علامہ نبی بخش حلوائی رحمتہ اللہ علیہ کی تفسیر نبوی جو پندرہ جلدوں میں ضخیم پنجابی نظم میں ہے۔ اُس کا اُردو نثری ترجمہ کے لیے منتخب فرمایا۔ ان کی ہلاشیری کی بیساکھی نے ہمیں حوصلہ بخشا۔ اور نو جلدوں کا ترجمہ کر ڈالا۔ اگرچہ اس خوان نعمت سے اُن کا اپنا دامن خوب خوب بھر رہا ہے اور دوسری طرف نانِ جویں کی ترسائیاں بھی جلوہ گر ہیں لیکن کیا یہ کم ہے کہ میرا شہیدوں میں نام آگیا ہے ایک عربی شاعر نے اس حقیقت کو خوبصورت جامہ پہنایا ہے۔

يَلُوحُ الْخَطُّ فِي الْقِرْطَاسِ دَهْرًا
وَكَاتِبُهُ رَمِيمٌ فِي التُّرَابِ

تحریر صفحہ ہائے قرطاس پر کئی زمانوں تک ثبت رہتی ہے اور اس کا لکھنے والا مٹی میں مل کر قصہ پارینہ بن جاتا ہے۔

فاروقی صاحب ایک مکتب فکر ہیں۔ حکیم محمد موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ کی محفلوں

Marfat.com

میں باریابی اور حضرت علامہ نبی بخش حلوائی رحمتہ اللہ علیہ کی نگہ التفات نے ان کے فکر و اذہان میں رضویت کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔ رضویت اور سُنیت و بریلویت پر کسی صورت سودا کرنے کو تیار نہیں۔ دراصل یہ رستہ محبت رسول ﷺ کا رستہ ہے۔ اس رستے میں چلنے والا عملاً کتنا بھی کمزور ہو، اُسے ایک نشہ ہی جینے کے لیے کافی ہوتا ہے کہ اس کا تعلق کسی ایسے لجپال کے ساتھ ہے جو لجپالی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

یہی وجہ ہے کہ چودہ سال کے طویل عرصہ سے اپنی زیر ادارت ''جہان رضا'' سے جہانِ رضویت میں ایک اعلیٰ ارفع اور ثقہ مقام پانے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ اس ماہنامہ میں مضامین کا دائرہ بہر انداز رضویت کے اردگرد گھومتا ہے لیکن ان کے قلم کی نوک سے نکلنے والے حروف و الفاظ، جملے اور شذرات اداریہ کی صورت میں پھیلے ہزاروں صفحاتِ جہان رضا پڑھ کر دیکھئے۔ ان کے فکر کی جولانیاں ہر موضوع پر یوں جاری نظر آتی ہیں جیسے صبح تاباں کے وقت سورج کی کرنیں ہر کونے کھدرے میں زبردستی گھستی نظر آتی ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ دنیا کا ہر موضوع ان سے گفتگو کرتا ہے، بحث کرتا ہے، الجھتا ہے، ہنستا ہے، مسکراتا ہے، پھر آخر میں اظہار محبت کرتے ہوئے کہتا ہے:

میں نے اس شوق میں پوچھی ہیں ہزاروں باتیں
کہ تیرا حسن، تیرے حسن بیاں تک دیکھوں

پیر زادہ اقبال احمد فاروقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی محافل واقعۃً کشت زعفران کا دوسرا نام ہے۔ مایوسیوں، دکھوں اور پریشانیوں میں شاید وہ خود بھی گھرے ہوئے ہوں گے، کیونکہ دنیا بذاتِ خود مصائب و آلام کا مسکن

Marfat.com

ہے۔ لیکن وہ اپنی محفلوں میں کسی کو افسردہ دیکھنا پسند نہیں کرتے، نہ کسی ایسے فقرے اور شعر کو پسند کرتے ہیں جس میں یاسیت کی ایک جھلک بھی نظر آتی ہو۔ شاید یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خود اپنے اوپر بھی زندگی کی شام کے اندھیروں کے اثرات کبھی ظاہر نہیں ہونے دیئے۔ میں جب کبھی ان کی محفل میں پھڑکتے اور نکھرتے اشعار پڑھتا ہوں تو داد دیئے بغیر نہیں رہتے۔ ایک روز میں نے اُن کے سامنے ایک شعر پڑھ دیا۔

جلا ہے دل آتش دردِ جگر سے
لگی ہے آگ یہ اپنے ہی گھر سے

میرا خیال تھا شعر کی لطافت کی مجھے حسب سابق داد دیں گے اور حسن انتخاب کو پسند فرمائیں گے لیکن فوراً ٹوکا، چشتی صاحب! اگر مجھے پتا چل جاتا کہ یہ شعر کس کا ہے تو اس کو واقعتہً آگ لگا دیتا۔ میں نے خاموشی اختیار کر لی اور شاعر کا نام و پتہ جان بوجھ کر گول کر گیا۔ کہ واقعتاً کہیں فاروقی صاحب ابھی ماچس لے کر اُس کے گھر کی طرف بھاگ ہی نہ پڑیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے اور مسکراہٹوں، خوبصورت جملوں، خوبصورت اشعار و فقروں سے محافل کو ہنساتے رہیں، جگمگاتے رہیں اور ہمیں ان سے فیضیابی کرتے ہوئے موتیوں سے جھولیاں بھرنے کا موقع ملتا رہے۔

اس کے ہاتھوں کی لکیروں کو گیا تھا پڑھنے
اور بسا لایا ہوں نس نس میں حِنا کی خوشبو

٭ ٭ ٭

Marfat.com

سرفراز و سربلند

محترم و مکرم جناب ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی

پرنسپل جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

نگہ بلند کا پروردہ، غیرت و حمیت کا دودھ چشیدہ، زہر ہلاہل کو کبھی قند نہ کہنے والے کی آنکھ کا تارا، ہر روز نت نئے چڑھتے سورج کے حضور خمیدہ سری کے جرم کے انکاری کا بیٹا، جزیرہ ہائے انڈیمان کے کالے پانی کی رسیدی تک کے دکھ اور کرب جھیلنے والوں کی آغوش میں پلنے والوں کا بیٹا، عرب و عجم کے تاجدار، شہنشاہ جن و انس کی خیرات کے پس خوردہ پر پلنے والے شکم سیر کا لختِ جگر، دل کی آزادی شہنشاہی اور شکم سامان موت کے فلسفہ کی تعلیم کو قریہ قریہ، کُو بہ کُو پہچانے والوں کے امین کا نورِ نظر، سرفراز و سربلند۔

نہ جبہ نہ دستار، نہ رعونت نہ نخوت، پیکر و عجز و تواضع، بلند فکر و بلند پرواز، وہ لاکھوں انسانوں کے دلوں میں بسنے والا، ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی ہے۔ جو ناموس رسالت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے اٹھنے والی ناپاک سڑاند سے بھری بدبو پر تلملا اٹھنے کے جرم میں آج کل پابند سلاسل ہے۔ چاند پر تھوکنے والوں کی تھوک کا تھوبا خود ان ہی کے منہ پر پھینکنے کی جسارت پر قید و بند کی زندگی پر مجبور کر دیا گیا۔

Marfat.com

اندھوں نے مل کے شور مچایا ہے گو بہ گو
تا سن سکے نہ کوئی کسی دیدہ ور کی بات

اندھو! تمہاری اندھیاری آنکھوں میں بھی محبت کی کوئی کرن جگانے والا، تمہارے ہاتھ میں سہارے کی لاٹھی دینے والا، تمہاری آئندہ کی نسلوں کو علم و آگہی کی روشنی دینے والا، بھی تو یہی ہے۔ درد کی دولت بانٹنے والا بنجارہ سرراہ دروازہ کھول کر بیٹھنے والا بھی تو یہی ہے۔ قرونِ اولیٰ کے روشن لوگوں کی راہوں کا امین بھی تو یہی ہے۔ ابن حنبل کی وراثت کے امین کی پیٹھ پر کوڑے مار کر دیکھ لو۔ تمہیں پتہ چل جائے گا کہ یہ شخص خود کتنا حوصلہ مند ہے اور کتنے بے حوصلہ لوگوں کو حوصلے بخشنے والا ہے۔ جب تمہاری آنکھوں کو چندھیا دینے والی اقتدار کی پھل جھڑی بجھ جائے گی تو ان اندھیروں میں تم جیسے بھٹکنے والوں کو روشنی اسی کی چوکھٹ سے ملے گی۔ قدرت کی طرف سے ملنے والی اِس مہلت میں اتنی دور نہ نکل جانا جہاں سے آگے جانے کی گنجائش نہیں رہتی اور واپسی کے راستے بھی یا تو مسدود ہوجاتے ہیں، یا واپس لوٹنے کی ہمت نہیں رہتی۔ کبھی اس بند کوٹھری کے روزن سے کان لگا کر سنو، تمہیں مسلسل آواز آئے گی۔

کیسے چھوڑوں اتنی چھوٹی چیز نہیں رسوائی
سولہ سال کے عشق کا حاصل ہے یہ نقد کمائی

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صدر ایوب بخشنے والے سے، ہمیشہ صبر ایوب علیہ السلام کی بھیک مانگی ہے اور وہ انہیں ملی ہے۔ وہ پیکر استقامت وصبر جب بھی اٹھتا رہا، وہ زخموں سے چور ہوتے ہوئے بھی کرب سے کمر پر ہاتھ رکھ کر کبھی نہیں اٹھا۔ وہ بوجھل پہاڑ کی طرح مظالم کے بوجھ سے اکڑوں اور گھٹنوں

Marfat.com

کے سہارے کبھی نہیں اٹھا۔ جب بھی اٹھا، سینہ تان کر، سیدھی کمر کر کے اٹھا۔ وہ شمع وفا پر کم ہمت پروانوں کی طرح جل بھن کر زندہ نہیں رہا، بلکہ وہ جلے پروں کے ساتھ بھی زندہ رہنے کا گُر سکھانے والا خود تو سربلند ہوا، اپنے بیٹے کو بھی سرفراز کر گیا۔ یعنی یہ دولت اپنے بیٹوں میں تقسیم کر گیا۔

صدق و وفا کے پھول کھلائے، پیار کے دیپ جلائے
ہم نے ان تقصیروں کی پاداش میں پتھر کھائے
پھر بھی باز نہ آئے

ناموس رسالت کے چراغوں اور دیپوں کو روشن رکھنے والوں کا خون خشک نہیں ہوا، بلکہ جوش زن ہوا ہے۔ ابھی پوری دنیا سرفرازوں سے بھری پڑی ہے۔ بینائی کمزور نہ ہو، آنکھوں میں جالا نہ ہو، اگر آنکھوں کی چمنیوں میں پڑوال نہ پڑے ہوں، تو نعیمؔ مُقیم ادارہ کی چاردیواری سے باہر نکل کر دیکھ لو، چودہ فروری کے جذبوں کی بلاخیز سیلاب کو شہروں، گلیوں، اور بازاروں میں بکھرا ہوا دیکھ لو۔ پوری فضاء میں کئی شہباز محوِ پرواز نظر آئیں گے۔

ہم نے سنا ہے جب اسے زنجیروں سے جکڑ کر عدالت کے کٹہرے میں لایا جا رہا تھا، دونوں ہاتھوں میں کڑیاں پہنائے بحضور قاضی پیش کیا جا رہا تھا تو قاضی وقت، حکم حاکم کی مجبوریوں، مقہوریوں اور دباؤں میں دبے ہوئے ہونے کے باوجود یہ منظر دیکھ کر ضبط نہ کر سکا۔ اس کی آنکھوں کے پیچھے کام کرنے والے کروڑوں کروموسوم میں سے کہیں سے کرب کی کوئی ایک ننھی سی کرن چمک اُٹھی اور وہ نمی کے سیلاب کو روکتے ہوئے سرفراز کو یوں پابند سلاسل دیکھ نہ سکا اور جلاد سے کہا: میں یہ منظر دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا، میرے

Marfat.com

سامنے جب بھی میرے ذہن کی بلند پروازیوں اور میری عقیدتوں کی بلندیوں سے بھی اونچی پرواز کرنے والے سرفراز کو لے کر آؤ تو ایسے نہ لانا، کہ میری غیرت کا ایک شمع ابھی باقی ہے۔ میں محمد عربی ﷺ کے اس شہباز کو اس طرح پابند سلاسل نہیں دیکھ سکتا۔

کوئی جادو ہے اس کی شخصیت میں
نظر پڑتے ہی پتھر ہو گیا ہوں
مجھے کامل یہ کس نے چھو لیا ہے
میں خوشبو سے معطر ہو گیا ہوں

صعوبت خانوں کی آہنی سریوں کے پیچھے سے ایک ہمراز نے مجھے بتایا: چشتی صاحب! ان سارے صعوبت خانوں اور ان سارے قید خانوں کی بڑی بڑی فصیلوں کو عبور کرنے، ان سے آزاد ہوکر باہر نکلنے اور ان تمام کربناک اور گھٹن سے لدھے ہوئے ماحول سے نکالنے کی، شہریارِ وقت نے ایک راہ نکالی ہے۔ اس راہ پر چلنے والوں کو طویل سفر کی تکلیف اٹھانا نہیں پڑتی، صرف ایک زقند اور چھلانگ لگانے والا فوراً باہر آجاتا ہے۔ میرے بڑھتے ہوئے اشتیاق اور تجسس کی پیاس کو بجھاتے ہوئے وہ وضاحت فرمانے لگے: کہ ایک شہریار چاہتا ہے کہ سرفراز، سر کو فراز کرتے ہوئے نہیں، سر کو نشیب کرتے ہوئے صرف اتنا کہہ دے، جی حضور! جی سر! بندہ حاضر ہے۔ اور آپ کی چوکھٹ پر سرِ نیاز جھکانے پر آمادہ ہے۔ بس اتنی سی بات، صدیوں کی مسافت کے بعد ملنے والی آزادی۔ ان کے سامنے حسین وجمیل دلہن کی صورت باہیں کھولے ہوئے اسی وقت کھڑی ہوگی، لیکن وہ ایسا کرنے کو تیار نہیں۔ کہتا ہے۔

Marfat.com

ایسی غزل کہی نہ کہیں گے تمام عمر
انعام و داد جس پہ ملے شہریار سے

وہ لوگ جن کی جبری حاصل کردہ میراث میں ''مسندِ ارشاد'' آئی ہو اور وہ زاغ بن کر عقابوں کے نشیمن پر قابض ہو گئے ہوں، اُن کی کائیں کائیں نے اتنا شور مچایا ہے کہ پورے چمن، مملکت خداداد پاکستان میں معصوم طوطی کی آواز، بلبل کی نوا، کانوں میں رس گھولنے والی ''مرحبا مرحبا یا سیدی یا مرشدیؐ'' کی صدا کی پرسوز آواز دبا دینا چاہتے ہیں۔

لگا کے آگ بدن میں وہ مجھ سے چاہتا ہے
کہ سانس لو تو فضا کو دھواں دھواں نہ کروں

اے محمد عربی ﷺ کی ناموس کے گیت گانے والے سرفراز و سربلند! تیری عظمتوں، تیری رفعتوں، تیری ہمتوں کو سلام۔

عاشقانِ اُو زِ خوباں خوب تر
خوش ترو زیبا ترو محبوب تر

❁ ❁ ❁

عشق کوئی علیحدہ پرزہ نہیں ہے جو کہیں سے لا کر دل میں فِٹ کر دیا جائے، یہ تو کرم کا ایک قطرہ ہے جس کو چاہے عطا کر دے۔

عشق کرم دا قطرہ ازلی میں تیں دے وس ناہیں
اِکناں لبھ دیاں عمر گزاری، اِکناں دے وچ راہیں

Marfat.com

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

حضرت علامہ صوفی با صفا سرشارِ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا احمد حسن نوری رحمتہ اللہ علیہ مغلپورہ لاہور

بعض باتیں بہت پرانی ہو کر بھی حافظے کے صحن میں دھرنا مار کر بیٹھی ہی رہتی ہیں اور نکلنے کا نام ہی نہیں لیتیں۔ ہزار بھلاؤ، فراموش کرو، وہ یادِ محبوب کی طرح ساتھ نہیں چھوڑتیں۔ بچپن کی بات ہے، طالب علمی کا دور تھا۔ ایک بوڑھے بابا جی اپنی آنکھوں پر نکتہ چینی کی، موٹے موٹے شیشوں والی عینک ہر وقت چڑھائے رکھتے تھے۔ تھوکنے کا کیا ہے تھوکنے والے تو چاند پر بھی تھوکنے کی ناکام کوشش کرتے ہی رہتے ہیں۔ یہ الگ بات وہ تھوک۔ دوبارہ واپس آ کر اُس کے منہ پہ گرتا ہے، یا تھوتھنی پر۔

وہ اکثر کہتے سنے جاتے تھے کہ جمعہ کے روز یہ جو مولوی ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' پڑھتے رہتے ہیں۔ اس سلام کے مقطع کا دوسرا مصرعہ کہا گیا، وہ کیوں نہیں پڑھتے۔ ''مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا...... مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام''۔

سن شعور کو پہنچے۔ بات تو ذہن میں تھی۔ مطلع کیا ہوتا ہے، مقطع کسے کہتے

Marfat.com

ہیں اور مصرعہ ثانی کا مفہوم بھی ذہن میں آیا کہ مصرعہ ثانی کسے کہتے ہیں۔ حدائق بخشش تلاش کی، ایک نسخہ، دو نسخے پھر کئی دیکھے لیکن کسی نسخے یں بھی مصرعہ ثانی موجود نہیں تھا۔ مقطع کے مصرعہ ثانی کے طور پر بھی ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' ہی پڑھا جاتا تھا۔ اِس سے پوچھ، اُس سے پوچھ، کہیں سے کوئی تسلی بخش جواب نہ ملتا۔ آخر کیوں؟

ایک دن حضرت علامہ مولانا احمد حسن نوری فنا فی الرسول رحمتہ اللہ علیہ اس سلام پر تقریر فرما رہے تھے۔ کیا سادہ اور عام فہم اور خوبصورت انداز بیان تھا، دل میں گھر کرتا جاتا، خود ہی فرمانے لگے۔ پتہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے مصرعہ کے طور پر مطلع کو ہی کیوں استعمال کیا ہے۔ ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ آج سالوں پرانا مسئلہ حل ہوگا۔

حضرت نوری صاحب فرمانے لگے: احمد حسن نوری کہتا ہے۔ (یہ آپ کا تکیہ کلام تھا) جب تقریر میں کوئی انوکھا نکتہ بیان کرنا مقصود ہوتا تو فرماتے۔ ''احمد حسن نوری یہ کہتا ہے''۔

آپ ہمیں محشر کے میدان میں لے گئے۔ آپ نے بتایا اور دکھایا کہ ایک حشر برپا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے آخری انسان تک، تمام نیک و بد، چھوٹے بڑے، عالم و جاہل، کج مج زباں اور فصیح و بلیغ، ادنیٰ و اعلیٰ صوفیاء کرام، انبیاء کرام سب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے۔ جلالِ الٰہی پورے جلال میں ہوگا۔ جرأت گفتار تو کیا کس کو آنکھ اٹھانے کی بھی ہمت نہ ہوگی۔

جلال الٰہی جلال میں آئے گا۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْم بتاؤ۔ آج کس کی بادشاہی ہے۔ بادشاہی کے تاج سروں پر سجانے والے تھر تھر کانپ رہے ہوں

Marfat.com

گے۔ غریب غرباء بھی ہوں گے اور امیر امراء بھی بیٹھے ہوں گے۔ ہر نظر، ہر دل، ہر آنکھ جھکی ہوئی ہوگی۔ کپکپی طاری ہوگی، دنیا اشکبار ہوگی۔ کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی۔

اس مجلس میں شفیع عاصیاں بھی ہوں گے۔ جانِ رحمت بھی ہوں گے۔ یعنی میرے مصطفیٰ ﷺ کریم بھی وہیں ہوں گے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدر نشین مجلس ہوں گے۔ آپ کے حلقہ میں اردگرد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء کرام علیہم السلام تک سبھی تشریف فرما ہوں گے۔ بارگاہِ ربوبیت میں قدسی نفوس، ملائکہ، فرشتے ماحول کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے مزاج شناس ربوبیت، خدمت کے قدسی مولانا احمد رضا خاں بریلوی کوکہیں سے ڈھونڈ نکالیں گے۔ کہ وہ جانتے ہیں کہ اب جلال کو رحمت میں کیسے ڈھالا جاسکتا ہے۔ وہ احمد رضا خاں کو اشاروں اشاروں میں کچھ کہیں گے۔ احمد رضا اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ۔ احمد رضا بھی سمجھ جائیں گے کہ فرشتے کیا کہنا چاہتے ہیں۔ دور سے ان اشاروں کو سمجھیں گے اور اچانک اٹھ کھڑے ہوں گے اور کہیں گے کہ: مجھ سے اس دربارِ عالیہ کے قدسی کہتے ہیں: احمد رضا! اٹھو اور پڑھو:

مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام:

بس پھر کیا ہوگا، یہ تو ہر رحمت کا طلب گار سمجھتا ہے کہ کیا ہوگا۔ ساری کائنات مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی تتبع میں جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

پر لاکھوں کروڑوں سلام بھیجنے لگے گیں۔ یوں یہ سارا مجمع جلال سے جمال میں بدل جائے گا، ان شاء اللہ۔

مولانا احمد حسن نوری رحمتہ اللہ علیہ وفور جذبات میں پڑھنے لگے: مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام اور تمام حاضرین میں اسی کیف و مستی میں ڈوب کر، جھوم جھوم کر اُس جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام کے نذرانے پیش کرنے لگے۔ سبحان اللہ!

تنقیدی بابا آج میرے پاس ہوتا تو میں اس کو سمجھاتا، یہ عقدہ کھل گیا ہے۔ مصرعہ ثانی کی کوئی ضرورت نہیں، وہاں مصرعہ ثانی سے گھوم پھر کر پھر وہیں آجاتے ہیں جو مصطفیٰ کریم ہیں اور جانِ رحمت بھی ہیں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

٭ ٭ ٭

ایک دانشور کا مشورہ

جس قدر نیکی کر سکتے ہو، کرو۔

جتنے لوگوں سے کر سکتے ہو، کرو۔

جتنے طریقوں سے کر سکتے ہو، کرو۔

اور جتنے عرصے تک کر سکتے ہو، کرو۔

Marfat.com

حضرت علامہ مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب

ماہنامہ رضائے مصطفٰے ﷺ گوجرانوالہ

ماہنامہ "رضائے مصطفٰے" دینی خدمات وتبلیغی مساعی میں شہرت کے بام عروج تک رسائی حاصل کر چکا ہے اور محتاج تعارف نہیں۔ اس کے قارئین کی تعداد اندرون ملک و بیرون ملک اور محبین کی کثرت نے انہیں محتاج تعارف نہیں چھوڑا۔ بایں ہمہ مجاہد ملت، پاسبان مسلک رضا، نباض قوم حضرت علامہ ابوداؤد محمد صادق صاحب زید اقبالہ (سرپرست اعلیٰ ماہنامہ "رضائے مصطفٰے") کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے چند سطور تحریر کر رہا ہوں۔

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

کسی رسالہ کی خدمات کا اندازہ اس کی اشاعتی عمر سے لگایا جاتا ہے۔ اکثر اور عموماً جرائد ورسائل کم عمری میں داغِ مفارقت دے جاتے ہیں اور تھوڑے ہی عرصے میں میدان صحافت سے آؤٹ ہو جاتے ہیں اور رحلت فرما جاتے ہیں مگر ماہنامہ "رضائے مصطفٰے" ماشاء اللہ ایک ایسا دینی مذہبی رسالہ ہے کہ اپنی عمر کے ۴۸ سال مکمل کرنے کے باوجود ہر ماہ تازہ دم، نئی جوانی و شباب شمس نصف النہار کی طرح نہایت آب و تاب کے ساتھ اپنے قارئین کے ہاتھوں میں اور آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔

چونکہ یہ ماہنامہ اسم با مسمیٰ ہے اور اس کی اشاعت کا مقصد وحید رضائے

Marfat.com

مصطفےٰ ﷺ ہی ہے، انشاء اللہ، درازیٔ عمر اس کی قوت و طاقت میں کمزوری نہیں لاسکتی، ماہنامہ ''رضائے مصطفےٰ'' نے عام مسلمانوں کی اور خصوصاً اہلسنت و جماعت کی ہر شعبہ میں رہنمائی اور خدمت کی ہے اور کونے کونے میں پیغام حق پہنچانے کی سعی مشکور کی ہے۔

اعتقادات، عبادات، معاملات پر حقیقی و تحقیقی مباحث سے اس کے اوراق مزین ہیں۔ معاشی، معاشرتی، اقتصادی، مذہبی و سیاسی مسائل پیش کرنے اور سلجھانے میں سعی بلیغ کی ہے۔ دریدہ دہن بدعقیدہ لوگوں کی خوب سرکوبی کی اور مخالفین کو ایسا گنگ کیا کہ ان کی زبانیں کالجر ثابت ہوگئیں۔

اس کے حمد و ثناء و نعت مصطفےٰ (ﷺ) کے مضامین نے دلوں کو بہار مدینہ عطا کی۔ احقاق حق و ابطال باطل میں تمام رسائل سے ماہنامہ ''رضائے مصطفےٰ'' کئی قدم آگے ہے۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ماہنامہ کو دن دگنی، رات چوگنی ترقی و شہرت سے نوازے، سرپرست و معاونین کی سعی کو قبول فرمائے اور اشاعت میں اضافہ کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ اللّٰھم زد فزد آمین یارب العالمین

وہ شخصیت...... وہ ذات ستودہ صفات اور وہ شخص، جس کی رضا کی طلب، مطلوب و مقصود حقیقی کی طلب ہو، اگر وہ اس کی رضا کی طلب کو ۴۷ سال سے زائد عرصہ اپنا ذہنی، فکری، قلبی اور عملی مشن بنالے تو اس پر اور اُس کے مشن پر، ہزار جاں تصدق ...... واجب الکریم والا عزاز حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے رسالہ کے ۴۷ سال کا طویل سفر...... اور اس سفر کے عشق اور طلب رضاء مصطفوی میں استقامت و پختگی بذاتِ خود بڑی

Marfat.com

اہمیت کی حامل ہے۔ ''وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے'' اور اگر پوری زندگی کی وفاداری اور پھر اس پر استواری ہی کعبے کے کعبے (ﷺ) سے ہو تو بتاؤ یارو! ایسے کے حضور کیا نذر پیش کی جائے۔ سوائے اس دعا کے کہ تیری آواز مکے تے مدینے۔

رضاء مصطفوی ﷺ کی طلب کے اس تحریری سفر کے طالب نے جو وقت گزارا، اس طویل سفر میں اس پر کیا گزری یا انہوں نے کس کس کی گوشمالی کی، کس کس کی خبر لی، ان کی اس سوچ سے ان کے اس انداز فکر و تحریر سے متفق ہونا ضروری نہیں بلکہ ہم تو اب تک اُن کے حوالے سے اٹھنے والی، اس صدائے بازگشت سے خوف زدہ ہوکر دور ہی رہے۔ رسالہ پر بھی اچٹتی سی نظر ڈالی اور رکھ دیا۔ شاید کبھی زندگی میں کوئی رسالہ ''رضائے مصطفےٰ'' بغور پڑھا ہو، لیکن دل میں ایک کسک ضرور اُٹھتی رہی کہ جو شخص تنقید و جرح میں کسی بڑے سے بڑے کو بھی معاف نہیں کرتا، بڑے بڑے جبے اور دستاریں جس کو مرعوب نہ کرسکیں اور رضائے مصطفوی کی طلب میں جس جس کو بھی اپنے ذہن کے تیار کردہ خاکے سے ذرا گرتا ہوا یا اُبھرتا ہوا دیکھا، فوراً اس کی گرفت کی اور اس کو اس کے مقام سے آگاہ کیا۔ یہ اُن کا اپنا طرزِ عمل ہے۔ اس طرزِ عمل پر اُن کے خلاف اٹھنے والے فقرے، چبھتے ہوئے جملے، جب بھی سنتا تو بلاوجہ سمجھ لیں میں اُن کی تائید میں بولتا رہا، ڈھال بن کر کھڑا ہوتا رہا اور کہتا رہا: یارو! اُن کی طرز ادا کو چھوڑو، ان کی زبان و قلم کی تلخی کی بات نہ کرو، اُن کی خوئے دلنوازی سے بے نیازی کا شکوہ نہ کرو بلکہ شکر کرو، کوئی تو ہے ٹوکنے والا، ہماری خبر لینے والا، کوئی تو ہے پوچھنے والا، یارو! کوئی تو ہے روکنے والا، کوئی تو ہے ٹخنوں سے پائنچے اونچے کرنے کا درس دینے والا جس بچے کی سرزنش کرنے والا، یا سارا دن گھر سے باہر گزار

Marfat.com

کر دیر سے گھر آنے پر پوچھنے والا کوئی نہ ہو، اس شتر بے مہار بچے کے بگڑنے میں کیا رکاوٹ رہ جائے گی، اس خاردار جھاڑی سے کس کا دامن تار تار نہ ہوا ہوگا، اس لیے ایسے لوگ غنیمت جانو جو بکھرنے نہیں دیتے، گرنے نہیں دیتے، اپنی حیثیت سے زیادہ اُبھرنے نہیں دیتے، تقدس و پاکیزگی کے ساتھ طلب رضائے مصطفیٰ ﷺ کے مقام سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔

کئی بار تمنا کی کہ وہ شخص جس کی تائید میں بن دیکھے بولتا رہتا ہوں، اس کو ایک نظر دیکھوں تو، لیکن گوجرانوالہ شہر...... ہے ہی کتنی دور اور مسجد زینت المساجد میں کئی بار حاضری پر بھی زیارت سے محروم رہا...... میں سمجھ گیا یقیناً ابھی مجھ میں کچھ کمی ہے۔ وہ تو بھلا ہو رفیق محترم، مشفق مکرم علامہ خالد حسن مجددی صاحب کا جنہوں نے مئی ۲۰۰۶ء کے آخری ہفتہ عشرہ میں ملاقات کروا دی۔

ملاقات ہوئی، تعارف ہوا تو ارشاد ہوا: دل کو دل سے راہ ہوتی ہے، ابھی کل ہی آپ کا سوالنامہ کمپوز کرا کر ''رضائے مصطفیٰ'' میں لگایا ہے، اچھا ہوا! آج ہی ملاقات ہوگئی، گویا

''دونوں طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی''

یہ ہماری پہلی ملاقات تھی، اللہ کرے یہ آخری ملاقات نہ ہو۔

ڈاک میں ''رضائے مصطفیٰ'' آیا، پڑھا' پھر پڑھتا ہی چلا گیا...... اللہ کرے کہ ''رضائے مصطفیٰ'' کی یہ دید، یہ شنید اور یہ خواندگی آخری نہ ہو۔ میں مولانا کی دید کرتا رہوں، ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' پڑھتا رہوں اور چھوٹا ہوتے ہوئے بھی بڑوں کو دعائیں دیتا رہوں...... تیری آواز مکے تے مدینے

✻ ✻ ✻

Marfat.com

میرا دوست.........میرا بشیر

حضرت علامہ مولانا بشیر احمد سیالوی رحمتہ اللہ علیہ

کھوکھا شریف دینہ ضلع جہلم

خواب بن کے میری چشم تر میں رہتا ہے
عجیب شخص ہے پانی کے گھر میں رہتا ہے

یہ تو یاد نہیں میری اور اُس کی پہلی ملاقات کب ہوئی۔ مجھے جو کچھ یاد پڑتا ہے وہ یہ ہے کہ جب وہ مصطفیٰ آباد لاہور میں جامع مسجد فوارہ والی میں امامت وخطابت کے فرائض ادا کر رہے تھے لیکن وہ جب بھی ملاقات ہوئی، وہ زندگی بھر کا ساتھی بن گئی۔ پھر کراچی گئے یا چک سواری، وہ لالہ موسیٰ گئے یا کھوکھا شریف، وہ لندن گئے یا واپس جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ۔ وہ جہاں بھی رہے میرے ساتھ ساتھ رہے اور کبھی آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل ہوا بھی تو اُس کی یاد کسی وقت ذہن کے صحن کی کُنڈی آ کھڑکھڑاتی۔ پھر ہم آپس میں کتنی کتنی دیر بیٹھے باتیں کرتے رہتے۔

مصطفیٰ آباد لاہور میں تو وہ میرے ایف اے اور بی اے کی کلاس کے ہم سبق بھی رہے، مصطفیٰ آباد لاہور میں جامع مسجد غوثیہ فوارہ والی ہے، قریب محمد اختر صاحب سے ہم انگلش کی تیاری کرتے تھے، لیکن اُس کا پیار، اُس کا خلوص، اُس کے عطیات و ہدایا کی بارش اور نوازشاتِ پیہم کے سلسلہ کا دراز

Marfat.com

رہنا دوستی کے گہرے رنگ کا عکاس بھی تھا۔

دنیا کی ہر نئی چیز اچھی لگتی ہے۔ کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ. لیکن دوستی ہمیشہ پرانی ہی اچھی لگتی ہے۔ دوستی زندگی میں ایک بار ہی ہوتی ہے اور پھر زندگی بھر نبھانا پڑتی ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اس نے دوستی کو پرانی سے پرانی ہونے دیا تاکہ جتنی پرانی ہو اتنی اچھی لگے اور پھر اس کو زندگی بھر نبھایا۔

وہ عالم فاضل بھی تھے، متقی و پرہیزگار بھی تھے۔ مدرس و خطیب بھی تھے، قرآن پاک پڑھنے کا سوز بھرا انداز کتنا بھلا لگتا تھا اور نعت سرور کائنات ﷺ تو شیرے کی طرح ان کے رگ و سینے سے نچڑ رہی ہوتی تھی۔

سنا ہے وہ صرف میرے ساتھ ہی ایسا نہ تھا بلکہ وہ سب کے ساتھ، تلامذہ کے ساتھ، اساتذہ کے ساتھ، عزیز رشتہ داروں کے ساتھ، بہن بھائیوں کے ساتھ، مقتدیوں کے ساتھ، نعت و تلاوت اور تقاریر سننے والوں کے ساتھ سب کے ساتھ ایسا ہی تھا لیکن یقین جانیے وہ ہرجائی نہ تھا، ہرجائی ہوتا تو ہر دروازے پر جاتا بلکہ ان سب کے دروازے اس کے دل کے صحن میں آ کر کھلتے تھے۔ یہ صحن اس کا اتنا کھلا تھا کہ میں نے دیکھا کہ اس کا آخری دیدار کرنے والے ہزاروں اشکبار، بھیگی پلکوں کے ساتھ چلچلاتی دھوپ میں اس کے انتظار میں تھے۔ اس سوگوار ماحول کو دیکھ کر اس کے بچے، اس کے بیٹے، اس کی بیٹیاں، اس کا عظیم تر بھائی دنیائے تجوید کا مستند حوالہ، عشق و محبت کا پیکر جمیل اور تقویٰ و طہارت کا ایک انتہائی پاکیزہ کردار قاری محمد یوسف سیالوی دامت برکاتہم العالیہ کے ساتھ زبانِ حال سے سب پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ

ماپے تینوں گھٹ رون گے
بہتے رون گے دلاں دے جانی

Marfat.com

میں نے دیکھا ایک انتہائی نستعلیق شخصیت کا مالک، سیال شریف کے رنگ میں رنگا ہوا لباس پہنے، دراز قامت، ٹھیٹھ پنجابی بولتے ہوئے سید محمد شاہ آف بھلوٹ شیرا اُسے ''علماء دی ماؤ'' کہہ کہہ کر پکار رہا تھا۔ میں نے دیکھا پندرہویں صدی کے ناموس رسالت پر مرمٹنے والوں کا قائد ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی بڑی شُستہ اردو میں خراج تحسین پیش کررہا تھا اور کوئی عربی میں اس کی قصیدہ خوانی کررہا تھا، کوئی پوٹھوہاری زبان میں۔ میں نے یہ بھی دیکھا جن جن مدارس میں وہ درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتا رہا، جہاں جہاں خطابت کے جوہر دکھاتا رہا جس جس مقام پر نعت سرورِ کونین ﷺ کا رس گھولتا رہا، وہ سب مقامات شہادت دے رہے تھے کہ

جہاں پاؤں کبھی ڈالے تھے اس نے
وہاں پانی سنہرا ہو گیا ہے

اتنی محبت کا پیکر ہوکر بھی یوں تو وہ عرصہ عرصہ کے بعد ملتا تھا لیکن جب جب ملتا تھا شکوے دور کردیتا تھا۔ پتہ ہی نہیں اب کیا ہوگیا ہے، ابھی تو وہ کل ہم سے بچھڑا تھا، سوچیں تو صدیاں بیت گئیں۔ شاید اب اور کئی صدیاں بیت جائیں اور وہ کبھی لوٹ کے نہ آئے، کہ جانے والے کب لوٹ کر آتے ہیں۔

اشکوں سے تر ہے پھول کی ہر ایک پنکھڑی
رویا ہے کوئی تھام کے دامن بہار کا

میرے دوست! تیری ماں نے، تیرے باپ نے، تیرے بھائی نے، نہیں سارے زمانے نے تجھے زندگی بھر بشیر کہا اور تو بھی اپنا تعارف بشیر کے نام سے کراتا رہا۔ آج تک سب تجھے بشیر، بشارت دینے والا ہی کہتے اور سمجھتے رہے۔ لیکن یہ تو نے کیا کیا، ہمیں جدائیوں کے غم، یادوں کی ٹیس ہماری جھولی میں ڈال کر چلا گیا۔

Marfat.com

پتہ چلتا نہیں اور آگ لگ جاتی ہے تن من میں
خدا جانے کسی نے غم کی چنگاڑی کہاں رکھ دی

جنت کے نظارے، حبیب کردگار ﷺ کی رحمتوں کی چادر کے سائے، حور و غلماں کی چاکریاں، تمہیں کہاں اِدھر آنے کی فرصت دیں گی۔ لیکن اگر کبھی آؤ، خوابوں میں آؤ، خیالوں میں آؤ، تو تم دیکھ کر حیران رہ جاؤ گے۔

مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

میں اس کی ایک عادت کو اچھی طرح جانتا ہوں اور وہ یہ کہ وہ لوگوں کے دلوں میں گھر کرنا جانتا تھا اور خوب جانتا تھا۔ وہ اپنے گھر میں تو رہتا ہی ہوگا اور کبھی کبھی وہ گھر سے باہر بھی جاتا ہوگا لیکن جن جن دلوں میں وہ گھر بنالیتا تھا وہاں سے کبھی غیر حاضر نہیں ہوتا تھا۔

قریہ قریہ کر جاتے ہیں، اپنی آپ منادی چہرے
اہل دل کے ویرانوں کی ہوتے ہیں آبادی چہرے

حیدر سائیں چوک سے میں کل بھی گزرا تھا اور آج بھی گزرا ہوں۔ شاید کتنی بار زندگی میں گزرنا پڑے گا لیکن ہر بار بابا حیدر سائیں، ان کا دربار، ان کی سڑکیں، وہاں سے گزرنے والے ہمہ وقت ہزاروں لوگ، بسیں، ویگنیں، رکشے، موٹر سائیکلیں اور کاریں چیخ چیخ کر مجھے ایک عظیم حادثے کی خبر دے رہی تھیں کہ چشتی ....

حادثے سے بڑا حادثہ ہوگیا
لوگ ٹھہرے نہیں حادثہ دیکھ کر

✽ ✽ ✽

Marfat.com

نُوری قافلے کا نُوری خطیب

حضرت علامہ مولانا محمد عارف نوری رحمتہ اللہ علیہ، لاہور

اللہ تعالیٰ کی خوبصورت مخلوق، کوئل کی کُو کُو کتنی بھلی لگتی ہے۔ وہ نفرت سے نہیں جذبات محبت سے سرشار اپنے محبوب پھول کے وصال و فراق میں کُو کُو پکارتی ہے تو اس کی دل سوز آواز پتھر دلوں کو بھی مائل بہ سماعت کردیتی ہے۔ اور وہ اِدھر اُدھر دیکھنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ یہ کوئل اتنے سوز اور درد سے بولنے والی ہے کہاں، ہاں محبت و الفت اور درود سوز، چیز ہی ایسی ہے، تڑپاتی بھی ہے، رُلاتی بھی ہے، متوجہ بھی کرتی ہے۔ ضروری تو نہیں، اتنی حسین چیز ہر ایک کو نظر آجائے۔ میرا خالق، میرا مالک، بڑا فیاض سہی، لیکن اتنا بھی نہیں کہ بے قدروں کو بھی اپنا محبوب دکھادے۔ اسی گزشتہ چودھویں صدی کے وسط میں کسی گُمنام سی بَستی میں ایک بُلبُلِ ریاضِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنم لیا۔ ماں باپ نے ساری کائنات کے معبود، مسجود اور معروف کے سب سے بڑے عارف، جانِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے بچے کو محمد عارف کا نام دیا، پتہ نہیں، کیا خلوص تھا۔ ماں باپ کے اس نسبت سے نام رکھنے میں کہ اب جو بھی اس بچے کو دیکھتا، وہ پکار اٹھتا کہ واقعی ہمارے معبود و مقصود حقیقی اور معروف کے صحیح عارف محمد ﷺ ہی ہیں۔ اب ہر کوئی اپنا بیگانہ،

Marfat.com

پیار کرنے والا، نفرت کرنے والا، اُسے دیکھتے ہی محمد عارف محمد عارف پکارنے لگتا۔ دراصل اُس کا نام ہی ان کے آقا ﷺ کی نعت تھا۔

محمد عارف سن شعور کی سیڑھیاں چڑھنے لگا تو اس دَور کے باشعور انسانوں کے قافلہ سالار عشق اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندہ تصویر خُلقِ محمدی ﷺ میں مکمل طور پر ڈھلے ہوئے شخص، علم اور فضل اور کردار وعملِ عارفِ معروف صلی اللہ علیہ وسلم کے پیکر جمیل حضرت العلام مولانا نوراللہ بصیرپوری کے سایۂ عاطفت میں آپہنچے، جمالِ ہم نشین نے بھرپور اثر کیا اور اس خاک کے ذرّے کو مُشک وعنبر کی مہک بنادیا اور اللہ کے نُور کے پیکر جمیل کی صحبت نے انہیں بھی نوری ہی بنادیا۔

توبہ سے محروم شخص کی دوستی، تو کالے شیطان کی دوستی ہے، منہ بھی کالا، ہاتھ بھی کالے، کپڑے کالے، سب کچھ کالا لیکن نوری قافلے میں شامل ہونے والوں کی گرد بھی نُوری۔ سبحان اللہ العظیم

تھا تو یہ بھی پیکر خاکی، لیکن نوری بن گیا۔ پہلے صرف محمد عارف تھا، پھر نُوری ہوا، علم وفضل کے حصول میں کامیابی کے ساتھ مولینا ہوگئے۔ اب وہی ایک شخص جو کسی گمنام بستی میں جنم لینے والا تھا۔ اقصاء عالم میں حضرت علامہ مولانا محمد عارف نوری کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

یہ بُلبُل ریاضِ رسول ﷺ تھا، جس کا نام ہی نبی ﷺ کی نعت ہو، وہ اگر سراپا نعت مصطفوی کے سانچے میں ڈھل جائے اور پُرسوز، پُردرد آواز بھی ودیعت ہوجائے تو بتاؤ، پھر دل بھی دیکھنے، سننے اور بھالنے پر مجبور نہ ہوجائے گا۔

ایک دن راقم الحروف پتھر دل، آنکھوں کے خشک سوتے لیے اُس کی محفل

Marfat.com

میں جا بیٹھا۔ اُس سراپا نعت نے نعت رسول ﷺ میں ایسی کُوکُو کی آواز میں سوز بھرا کہ راقم الحروف تڑپ اُٹھا۔ جانے کہاں سے چشمے اُبل پڑے، پتھر موم ہوا اور سیدھا ریاض رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جا پہنچا۔ اُس کی محفل کی یہ کیفیت مجھے سرشار کر گئی۔ میں نے شکریہ ادا کیا تو فرمانے لگے۔

ایک شب سرکار ﷺ کی ہم گفتگو کرتے رہے
دل کو اُن کی یاد سے ہم مشک بُو کرتے رہے
میں تصور میں کھڑا تھا، اپنے آقا ﷺ کے حضور
شہر بھر میں لوگ میری جُستجو کرتے رہے
ہم کہاں عزت کے قابل تھے مگر بستی کے لوگ
نعت کے صدقے ہماری آبرُو کرتے رہے

لہجے میں انداز میں بلکہ زندگی کے ہر پہلو میں اتنی مٹھاس بھری تھی کہ مٹھاس یعنی شوگر کے مرض ہی کا شکار ہو گئے، کہنے لگے جی کرتا ہے۔ اس دنیا کی دوکان کے اوپر سے کُود جاؤں اور معرفتِ خداوندی کی کان تک جا پہنچوں۔ پرندے کو پنجرے میں کوئی چیز بھلی نہیں لگتی۔ الدنیا سجن المومن پتہ نہیں پرندہ، بلبلِ ریاض رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پنجرے کو توڑ کر کتنا خوش ہوا ہوگا لیکن ہمیں تو سوگوار کر گیا۔

خدا رحمت کنند آں پاک بازو پاک طینت را

* * *

Marfat.com

میرے ابا جی حضور

میاں محمد عبدالغنی رحمتہ اللہ علیہ

آپ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ کے ایک مضافاتی گاؤں ''فتووالہ'' میں پیدا ہوئے، جو جڑانوالہ روڈ پر واقع ہے۔ والد گرامی کا اسم گرامی عبداللہ اور دادا کا نام عبدالقادر تھا (رحمتہ اللہ علیہم) آپ قوم جاٹ مہار سے تعلق رکھتے تھے۔ والدین کھیتی باڑی کرتے تھے اور اپنی زرعی زمین اسی گاؤں میں تھی جو ''نور والا کھوہ'' کے نام سے موسوم تھی۔ یہ اپنے دو بھائیوں عبدالرحیم عرف بھولا، محمد ابراہیم اور چار بہنوں خدیجہ بی بی، عنایت بی بی، حنیفہ بی بی اور صغراں بی بی میں سب سے بڑے تھے۔ انتہائی وجیہ، خوبصورت، قد کاٹھ سرخی مائل سفید رنگ کے مالک تھے۔ کرتہ اور بڑی سفید چادر اور سفید دستار کلاہ والی طرے دار پہنتے تھے، بغیر طرّے کے خوبصورت سفید دستار بھی باندھتے رہے۔ جب آپ اس لباس میں گھوڑی پر سوار ہوکر باہر نکلتے تو دنیا دیکھا کرتی تھی۔ سنا ہے والد صاحب کے خاندان میں ایک بزرگ قاری محمد مستقیم صاحب ہوگزرے ہیں جن کی تجوید و قرأت کا شہرہ پورے ہندوستان اور عربستان میں بھی تھا۔ اور عرب قراء حضرات آپ سے قرآن پاک سننے آیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کولحن داؤدی کی نعمت سے نوازا ہوا تھا۔ آپ فیض پور کلاں میں جب فجر کی

Marfat.com

نماز میں قرآن پاک کی تلاوت فرمایا کرتے تو گلی میں جانے والے مویشی گائے اور بھینسیں دیوار پر منہ رکھ کر کھڑی ہو جاتی تھیں اور جب تک تلاوت ختم نہ ہوتی تھی مویشی اسی طرح کھڑے رہتے تھے۔ آپ چونکہ فیض پور کلاں میں عالم فاضل اور قاری ہونے کی وجہ سے جامع مسجد میں امامت کراتے تھے اس لیے لوگ آپ کو احتراماً میاں صاحب میاں صاحب کہتے تھے۔ جس طرح شرقپوری شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کو دنیا احتراماً میاں صاحب میاں صاحب کہتی تھی۔ اسی نسبت سے ہمارے خاندان کا کوئی فرد بھی ہو، لوگ اس کو اسی نسبت سے احتراماً میاں صاحب یا میاں جی کے نام سے یاد کرتے تھے اور محترم والد صاحب بھی اُسی نسبت سے میاں صاحب کہلاتے تھے۔

والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے زیادہ تعلیم حاصل نہیں کی البتہ قرآن پاک کے ساتھ ساتھ دینی علم سے کافی شغف تھا۔ دینوی معاملات میں بھی بھرپور گرفت رکھتے تھے بلکہ پنچائتوں کے فیصلوں میں آپ کو خصوصی اہمیت دی جاتی تھی۔ چودہ سال کی عمر میں شادی ہوگئی اور آپ کے حرم کا نام امۃ بی بی تھا۔ اُن کے والد صاحب کا نام میاں عمر دین تھا۔ شرقپور شریف کی مضافاتی بستی ''اَیتّے پور'' سے تعلق تھا۔ خدا کی شان ان کے ہاں پیدا ہونے والے بچے فوت ہوجاتے تھے۔ غالباً چھ سات بچے فوت ہوگئے۔ والد صاحب اس حوالہ سے اداس رہنے لگے۔ حُسنِ اتفاق اُس دوران ہمارے گاؤں کی ایک انتہائی پارسا، باپردہ، باحیا اور باغیرت عورت محترمہ کرم بی بی صاحبہ بیوگی کی زندگی بسر کر رہی تھیں۔ والد صاحب کی نیکی و زیرکی، معاملہ فہمی اور حسن کے بھی چرچے تھے لیکن لاولد ہونے کی وجہ سے غمزدہ بھی رہتے تھے۔ مخلص دوستوں جناب

Marfat.com

چوہدری الٰہی بخش رحمتہ اللہ علیہ، چوہدری خدا بخش رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر اصحاب محبت نے کرم بی بی صاحبہ کی بیوگی، تقویٰ و طہارت اور والد صاحب کی تقدس ماب زندگی کو یکجا کرنے کے لیے حالات سازگار کرنے شروع کر دیئے۔ محترمہ کرم بی بی صاحبہ سُنار یعنی زرگر خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور والد صاحب جاٹ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ خاندانی بُعد بہت بڑی کاوٹ تھا، تاہم مصلحتہً حالات کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے چند مخلص قریبیوں کے تعاون سے جانبین کی رضامندگی سے خاموشی کے ساتھ نکاح ہوگیا۔

چاند نکلتا ہے یا سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی کرنوں کو پابندِ حجاب نہیں کیا جاسکتا۔ نتیجتہً دونوں خاندانوں کے درمیان بعض شرپسند عناصر نے تلخیوں کا زہر گھول دیا، بڑھ گئی بات، بات کچھ بھی نہ تھی، کئی بار قاتلانہ حملے ہوئے۔ آپ اپنے گاؤں فتووالہ سے ہجرت پر مجبور ہوگئے، کچھ عرصہ گاؤں جلیانہ نزد چوہنگ ملتان روڈ لاہور میں قیام پذیر رہے، راقم الحروف کی پیدائش اسی گاؤں کی ہے، کچھ عرصہ وسن پورہ لاہور میں بھی قیام پذیر رہے۔

کہتے ہیں جب مصیبت آتی ہے تو تنہا نہیں آتی۔ والد صاحب کے والدین اپنی ساری اولاد چھوٹی چھوڑ کر راہی ملک عدم ہوئے۔ اور والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں والد صاحب قبلہ کی حیات ہی میں بمقام رنگیاں جنگیاں نزد فیروزوالہ ضلع شیخوپورہ منتقل ہوچکا تھا۔ وہ والد صاحب کا ننھیالی گاؤں تھا۔ حکیم نور محمد رحمتہ اللہ علیہ آپ کے ماموں تھے جو اپنے وقت کے بڑے بزرگ، نیک، متقی، قاری اور حکیم حاذق تھے۔ وہ بھی بڑے باوقار اور وجیہ الشکل تھے۔ میں نے بچپن میں اُن کی زیارت کی ہے۔ والد صاحب

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ ایک دن والد صاحب نے مجھے رنگیاں جنگیاں سے فتو والہ طلب فرمایا۔ میں حاضر ہوا، سلام محبت و نیاز پیش کیا۔ والد صاحب کو دمہ کی تکلیف تھی اور کافی کمزور ہو چکے تھے۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور خاموشی سے بیٹھے رہے۔ کافی دیر کے بعد میں نے عرض کیا: اباجی! آپ نے یاد فرمایا تھا اور اب خاموش ہیں۔ کیا بات ہے کیا حکم ہے تو ارشاد ہوا: بیٹا! میری زندگی کا کوئی پتہ نہیں اور یہ تیرے چھوٹے بہن بھائی ہیں تو ان سب سے بڑا ہے۔ ان کا شریک نہ بننا بلکہ ان کا بڑا بن کر ان کی ذمہ داریوں کو نبھانا۔ والد صاحب فرماتے ہیں: میں نے دست بوسی کی اور عرض کیا: آپ دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ مجھے اس قابل بنا دے چند روز بعد ہی حضرت میاں عبداللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ رضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون o

پھر والد صاحب نے اپنے تمام بہن بھائیوں کی شادیاں کیں، چار بہنوں اور دو بھائیوں کی، چچا محمد ابراہیم صاحب کی غالبًا دو دفعہ شادی فرمائی، پہلی بیوی رضائے الٰہی سے فوت ہوگئیں اور دوسری کو طلاق دے دی جس سے اُن کی صرف ایک بیٹی کنیز فاطمہ تھی۔ یہ طلاق چچا جان کی مسلسل علالت کی وجہ سے ہوئی، ہماری چچی کے والد چوہدری محمد حسین پٹواری تھے اور اچھرہ ذیلدار روڈ میں رہتے تھے۔ بڑے رُعب دار اور باوقار تھے لیکن والد صاحب کے ساتھ رشتہ داری کے علاوہ دوستانہ اور یارانہ بھی تھا۔ اگرچہ یہ شادی بھی والد صاحب نے ہی کرائی تھی اور بامر مجبوری طلاق بھی ہوگئی، اس کے باوجود اُن کی زندگی میں دوستانہ اور یارانہ نہیں ٹوٹا۔

والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ شادیوں کی وجہ سے اور بھائی محمد ابراہیم کی

Marfat.com

بیماری کی وجہ سے ساری زمین یا بک گئی یا رہن رکھ دی گئی۔ وسائل کی کمی، اور بھائیوں کی بے وفائی کی وجہ سے وہ سارا قرض اتارنے کے لیے اکیلی جان تھی۔ بہرصورت میرے والد صاحب کے ساتھ شادی، اور بہن بھائیوں کی شادیوں کے قرضہ نے زندگی اجیرن کردی۔ 1949ء میں ضلع رحیم یار خان چک نمبر 52/P بنگلہ گل مرگ نہرآبِ حیات بھی ہجرت فرمائی۔ اس چک میں آپ پہنچے تو آپ کے ساتھ میرے پھوپھا جناب مولانا عبدالرحیم صاحب بھی تھے جو ایک دن موقع پاکر والد صاحب کو سویا ہوا چھوڑ کر جو تھوڑی بہت رقم تھی وہ لے کر خاموشی سے واپس پنجاب آگئے۔ جب والد صاحب بیدار ہوئے اور معلوم ہوا کہ بہنوئی کسمپرسی کے عالم میں چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور ان کے پاس واپسی کا کرایہ بھی نہیں تو آپ نے اس وقت چند اشعار بھی پنجابی میں نظم کئے جن میں سے ایک مصرعہ یہ ہے ''سُتے پئے غریب نوں چھڈ کے تے نس گیا کیوں کہ ہُن داء لگا'' گاؤں چک 52P والوں کے ساتھ بھی ایک پرانا تعلق واسطہ تھا۔ سندھو فیملی کی ایک بیٹی ہاجراں بی بی ہمارے گاؤں فتووالہ میں محمد رمضان صاحب کے گھر میں تھی۔ محمد رمضان صاحب والد صاحب اور والدہ صاحبہ کے شاگرد تھے۔ چک نمبر 52/P والے لوگوں نے آپ کی کیفیت کے ساتھ ساتھ آپ کی نیکی، تقویٰ اور پارسائی دیکھی تو گاؤں کی مسجد کی امامت کی پیشکش کی، والد صاحب نے قبول فرمائی۔ کچھ عرصہ بعد والد صاحب ہمیں اور بھائی محمد عبدالغفور صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو میری والدہ ماجدہ کی طرف سے بھائی تھے، اُن کو لے کر چک 52/P میں آگئے۔ دو سال کے قریب یہاں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا کرم فرمایا، قرض بھی اتر گیا اور حالات نے بھی بہتری کی طرف رخ کرلیا۔

Marfat.com

راقم الحروف اس وقت چک 51 میں ایک پرائمری سکول میں تیسری جماعت کا طالب علم تھا اور میں اکثر نہ جانے کیوں واپس پنجاب آنے کے لیے روتا رہتا تھا۔ والد صاحب مجبوراً واپس تشریف لے آئے، فتووالہ میں سکول میں راقم الحروف نے پانچویں جماعت اعلیٰ نمبروں سے پاس کی اور وظیفہ حاصل کیا۔ ہمارے استاذ محترم ماسٹر محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نورپور والے سراپا سادگی اور سراپا خلوص تھے۔ ہیڈ ماسٹر جناب مولانا مولوی عبدالقادر صاحب تھے۔ انہوں نے کمال شفقت سے ہمارے گاؤں سے کچھ فاصلہ پر فیض پور کلاں کے قریبی گاؤں بھولے شاہ میں داخل کرا دیا۔ جون، جولائی، اگست کی چھٹیوں تک وہاں پڑھتا رہا، اسی دوران ہمارے گاؤں کے جامع مسجد کے خطیب وامام حضرت مولانا عبدالمجید چشتی گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے والد صاحب سے مجھے مانگ لیا کہ یہ بیٹا مجھے دے دو۔ میں اسے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جامعہ حضرت میاں صاحب شرقپور شریف میں داخل کرانا چاہتا ہوں۔ میرے والدین کریمین اپنی دینی توجہ اور محبت رسول ﷺ کے پیش نظر اُن کا حکم مانتے ہوئے مجھے اسکول سے اٹھالیا اور اُن کے حکم سے شرقپور شریف جامعہ حضرت میاں صاحب میں داخل کروا دیا۔

انہی دنوں والد صاحب پھر رنگیاں جنگیاں نزد فیروز والہ ضلع شیخوپورہ منتقل ہو گئے۔ ایک طویل عرصہ یہی قیام فرما رہے، اسی دوران ایک بہت اہم واقعہ ہوا جس کا ذکر میں نے والدہ مرحومہ کی یاد میں ایک مضمون میں کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ میرے والد صاحب کے پہلے حرم محترمہ والدہ ماجدہ امتہ بی بی سے کوئی اولاد بچتی نہیں تھی۔ غالباً انہیں اٹھراہ کا مرض تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

کرم فرمایا اور میری والدہ صاحبہ محترمہ کرم بی بی صاحبہ رحمتہ اللہ علیہا کی گود ہری ہوئی تو والدہ صاحبہ نے مجھے اٹھا کر اپنی سوتن میری دوسری والدہ صاحبہ کی گود میں ڈال دیا۔ لوگوں نے ہزار منع کیا کہ اس کی گود میں بچے زندہ نہیں بچتے، اس لیے اپنا بچہ اس کی گود میں نہ ڈالو۔ تو میری والدہ صاحبہ نے فرمایا: اگر اس نے زندہ رہنا ہے تو اس کی گود میں بھی زندہ رہ جائے گا اور اگر مرنا ہے تو میری گود میں بھی مر جائے گا۔ اس پاکیزہ سوچ اور ذات **حی قیوم** پر مکمل اعتماد پر مجھے اُن کی گود میں ڈال دیا اور راقم الحروف دونوں ماؤں کا دودھ پیتا رہا۔ الحمدللہ! پھر اللہ تعالیٰ نے شاید میری والدہ صاحبہ کی اس پرخلوص قربانی کا صدقہ میری دوسری والدہ صاحبہ کو بھی دو بچے عطا فرمائے۔ ایک بیٹا عبدالخالق اور ایک بیٹی زینب بی بی، اور الحمدللہ طویل عمر پائی۔ میری بہن 63 سال کی عمر میں وصال فرما ہوئیں۔ میرے چھوٹے بھائی تاحال حیات ہیں اور میری عمر اس وقت یعنی 10 مارچ 2007ء کو سڑسٹھ سال، گیارہ مہینے اور اکیس دن ہے۔

گھریلو زندگی پر سکون نہیں تھی اس لیے والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے میری پہلی والدہ صاحبہ کو طلاق دے دی۔ انہوں نے آگے دوسری جگہ جناب چوہدری میاں اکبر علی صاحب سے نکاح کرلیا۔ محترم اکبر علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ یکے از مشاہیر تحریک پاکستان اور ہم سفیر قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ جناب الحاج ظہیر نیاز بیگی ممتاز شاعر کے برادرِ خورد تھے۔ ان کے ہاں سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، ظہیر نیاز بیگی صاحب سے پہلے بھی رشتہ داری تھی، والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ظہیر صاحب میرے پھوپھی زاد بھائی ہیں، انہی کے بیٹے دورِ حاضر کے معروف نعت خواں شبیر گوندل اور توقیر گوندل ہیں۔

Marfat.com

طلاق کے بعد بھی راقم الحروف کا اور والد صاحب کی مطلقہ اور میری رضاعی والدہ صاحبہ کا رابطہ برقرار رہا، الحمدللہ! والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ نے فتووالہ کی زرعی زمین اور گھر کی زمین فروخت کردی اور رنگیاں جنگیاں کے نمبردار چوہدری خدابخش مرحوم کے بیٹے چوہدری نورمحمد صاحب نے گاؤں رنگیاں جنگیاں والی زمین آٹھ ایکڑ گاؤں والی زمین کے بدلے میں دینے کا جو وعدہ کیا تھا، بعد میں وہ اُس وعدے سے پھر گیا۔ والد صاحب سخت پریشان ہوئے اور رحیم یار خاں اور لیہ وغیرہ میں زمین خریدنے کے لیے دورے شروع کردیئے۔ ایک دن میں نے عرض کیا: ابا جی! آپ یہ دور دراز جو زرعی زمینوں کی خریدوفروخت کے لیے پھر رہے ہیں یہ کس کے لیے کررہے ہیں۔ فرمایا: تیرے لیے، میں نے عرض کیا: پنجابی کا محاورہ ہے: ''رشتے ملدیاں دے پیلی واہندیاں دی'' یعنی فتووالہ ہمارا اپنا گاؤں تھا وہاں کی زمین کی کاشت کرنے والے آپ کے بھائی تھے، کوئی غیر بھی نہیں تھے، اتنی زمین سے آپ کو کیا ملتا رہا ہے اور اگر آپ رحیم یار خان یا لیہ وغیرہ میں کوئی زمین لے کر مزارعین کو دے دی، نہ آپ وہاں جاسکے اور نہ ئیں جاسکا تو بتایئے اس زمین کا کیا حاصل؟

سوچ کر کہنے لگے: پھر کیا کیا جائے، میں نے کہا: اگر ہمارے لیے کوئی زمین لینی ہے تو ہمیں لاہور شہر میں کوئی جگہ لے دیں جہاں ہم رہتے ہیں، ہم کوئی مکان بنا کر رہ لیں گے۔ پھر والد صاحب نے سوڈیوال کوارٹرز کے عقب میں ایک کنال زمین خریدی، اس پر کچھ مکانات تعمیر کئے۔ یہ 1962ء کی بات ہے، چند سال اس کا کرایہ آتا رہا۔ میں نے عرض کیا: ابا جی! مجھے کوئی جگہ مصطفیٰ

Marfat.com

آباد میں لے دیں جہاں میں رہتا ہوں۔ والد صاحب نے سوڈیوال کوارٹرز والی زمین بیچ دی اور مصطفیٰ آباد میں مکان نمبر 9 گلی نمبر 1 رحمت کالونی والی ایک جگہ لے دی، یہ جگہ رجسٹری کی تو نہیں البتہ دو کمرے ایک باورچی خانہ، ایک بیٹھک اور کافی کھلا صحن تھا۔ صحن میں موجودہ دور کے ہر پھل کا پودا یہاں موجود تھا۔ یہ زمین تقریباً 22 مرلے کے قریب تھی۔ ہم اس مکان میں 5 ستمبر 1971ء میں آکر آباد ہوئے۔ سوڈیوال کے مکان کی فروخت میں ہمارے قریب کے عزیز تھے۔ انہوں نے مجھے دھوکا دے کر قبضہ کرلیا اور مسلسل تین سال اس قدر ذلیل ورسوا کیا جس کا کوئی شریف آدمی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔ اس زمین کے خریدار کوئی عبدالحمید صاحب تھے جو پولیس کرائم برانچ میں ملازم تھے، نہ قبضہ وہ لے سکے نہ ہم، دو تین سال کی شدید تکلیف اور بڑی کوششوں کے بعد قبضہ ملا اور عبدالحمید صاحب کو دیا اور جان چھوٹی۔

میری پہلی والدہ صاحبہ کو طلاق ہوچکی تھی اور اُن کے دو بچے عبدالخالق اور زینب بی بی اُن کے ساتھ ہی تھے۔ میری حقیقی والدہ کرم بی بی صاحبہ نے میرے والد صاحب سے کہا: کہ اگرچہ وہ بچے اپنی ماں کے ساتھ رہتے ہیں اور طلاق بھی ہوچکی ہے۔ اور شروع سے ہی ان کے ساتھ ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو انصاف کا تقاضہ ہے کہ اس زمین میں اُن بچوں کا حصہ بھی ہے لہٰذا اس زمین سے اُن کا حصہ نکال کر اُن کو دیا جائے۔ باہم مشورہ سے یہ طے پایا کہ چشتیہ منزل نمبر 9 گلی نمبر 1 رحمت کالونی مصطفیٰ آباد لاہور کی زمین کا نصف حصہ تقریباً دس مرلہ میں عبدالخالق کو مکان بنا کر دے دیا جائے تاکہ جدائیاں ختم ہو جائیں اور دوریاں دور ہوجائیں۔ اس مشورہ پر عمل کے لیے

Marfat.com

دس ہزار اینٹ بھی منگوالی گئی، عبدالخالق صاحب بھی راضی ہوگئے، اُن کی شادی ہوچکی تھی اور وہ کھاڑک ملتان روڈ لاہور کی ایک جامع میں امامت فرماتے تھے، اُن کے ہاں ایک ہی بیٹا محمد رمضان پیدا ہوا، نہ جانے اُن کے جی میں کیا آئی۔ راقم الحروف کو علیحدگی میں بلا کر کہنے لگے: بھائی جان! میں آپ کا بہت احترام کرتا ہوں اگر میں یہاں آگیا تو ہوسکتا ہے ہماری بیویاں، ہمارے بچے باہم کہیں کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھیں جس سے ناراضگیاں پیدا ہوجائیں، اس لیے اگر میرے ساتھ نیکی کرنی ہے تو مجھے کھاڑک میں ہی مکان بنا کر دے دیا جائے۔ اُن کی یہ بات کافی حد تک معقول تھی۔ والد صاحب نے کھاڑک میں ایک قطعہ اراضی رجسٹری والا تقریباً 3 مرلے یا 4 مرلے خریدا، گاؤں رنگیاں جنگیاں سے مستری منگوائے، اور پورے دو ماہ میں اس پر مکان تعمیر کردیا اور عبدالخالق صاحب کے حوالے کردیا۔

والد صاحب کے دو دوست چوہدری الٰہی بخش اور چوہدری خدا بخش دونوں حضرات ارائیں فیملی سے تعلق رکھتے تھے اور جب میں شرقپور شریف جامعہ حضرت میاں صاحب پڑھتا تھا تو وہ حضرات خصوصاً چوہدری الٰہی بخش رحمتہ اللہ علیہ مجھ سے بہت پیار کرتے تھے۔ بہت نیک متقی پرہیزگار نمازی اور دنیوی زندگی میں اچھے خاصے اثر ورسوخ کے مالک تھے۔ دوسرے چوہدری خدا بخش صاحب بھی تقریباً والد صاحب کے ہم شکل تھے اور انہوں نے اپنی پگڑیاں آپس میں تبدیل کی ہوئی تھیں۔ ہمارے ہاں دیہاتی کلچر میں اس کو ''پگ وٹ بھائی'' کہا جاتا تھا۔ یعنی وہ بھائی جنہوں نے آپس میں پگڑیاں یعنی دستاریں تبدیل کی ہوئی ہیں۔ یہ بھائی چارہ اور دوستیاں بڑی مقدس، باوفا

Marfat.com

اور خوبصورت ہوتی تھیں اور دونوں کے خاندان اس تعلق کا بہت احترام کرتے تھے۔ راقم الحروف اُن کو چچا جان کہا کرتا تھا، چچا جان اور اُن کی اہلیہ چچی ہاجراں بی بی اور اُن کے بیٹے مجھ سے بہت پیار اور محبت کرتے تھے۔ اُن کے ساتھ اتنے گہرے تعلقات تھے کہ میری شادی 1963ء میں چوبیس سال کی زندگی میں ہوئی اور مجھے اس وقت تک کوئی خبر نہ تھی کہ چچا خدا بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ میرے حقیقی چچا نہیں بلکہ پگ وٹ بھائی ہیں۔ ٹھیک عین شادی کے دن ابھی چچا جان گاؤں فتووالہ سے رنگیاں جنگیاں پہنچے نہیں تھے کہ میری حقیقی چچی جان حسینہ بی بی زوجہ چچا عبدالکریم عرف بھولا مرحوم کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل گئی جس سے پتہ چلا کہ چچا خدا بخش میرے حقیقی چچا جان نہیں لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرے والد صاحب کی دوستی اُن سے تاحیات برقرار رہی۔ جب دونوں گھوڑیوں پر سفید کلاہ اور دستاریں، سفید لباس پہن کر نکلا کرتے تھے تو دنیا رشک کیا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ میرے والد صاحب اور اُن کے جملہ احباب اور باوفا دوستوں کو غریق رحمت فرمائے اور اُن کی قبروں پر ہر آن لاکھوں رحمتوں کا نزول فرمائے۔

میرے والد صاحب بڑے رحم دل، بڑے باوفا اور کریم النفس شخص تھے، جب میری والدہ ماجدہ سے نکاح ہوا تو والدہ صاحبہ کے خاندان نے بڑا طوفان برپا کر دیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کرم بی بی اور اُس کے بچے زندگی میں کوئی سکھ کا سانس لے سکیں اس لیے والدہ صاحبہ کی اولاد کو بھی والدہ صاحبہ سے جدا رکھ کر دکھ دیتے رہے۔ نہ جانے اُن کے ذہنوں میں کیا زہر گھول دیا تھا کہ وہ ماں جس نے اپنی بیوگی کی زندگی محنت مزدوری کر کے انتہائی باپردہ، باوقار اور پاکیزہ

Marfat.com

زندگی گزاری تھی اور اتنے سارے معصوم اور یتیم بچوں کو پالا تھا۔ وہ بھی والدہ صاحبہ کے قریب نہ آتے تھے، ایک دن میرے بھائی عبدالغفور صاحب سرراہے دہلی دروازہ لاہور کے باہر والد صاحب کو مل گئے۔ والد صاحب نے نہایت شفقت سے بلایا، بٹھایا، پیار کیا اور محبت سے سمجھایا اور گاؤں رنگیاں جنگیاں ساتھ لے آئے اور والدہ صاحبہ سے ملا دیا۔ یہ ملاپ کئی سالوں کے بعد ہوا تھا، اس لیے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ والدہ صاحبہ اپنے بیٹے کو چومتی چاٹتی سینے سے لگاتیں اور روتیں رہیں، اور یہی حال بھائی عبدالغفور صاحب کا تھا۔ چند دن وہ یہیں رہے۔ ان کو سمجھایا گیا کہ شرعی عقد کیا ہے کوئی جرم تو نہیں کیا۔ تم سارے بچے کیوں در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہو۔ لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھرو اور آجاؤ اور شفیق باپ کے دستِ شفقت کے نیچے اور ماں کی ممتا بھری گود میں زندگی بسر کرو۔ یہ بات اُن کے ذہن میں آگئی اور وہ اپنے دوسرے بہن بھائیوں کو آمادہ کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ پھر اُس کے بعد ملاقاتیں شروع ہوگئیں، آنا جانا شروع ہوگیا اور دوریاں دور ہونے لگیں۔ پھر والد صاحب نے اُن تمام نیک بچوں کو اس طرح دست شفقت میں رکھا کہ کبھی باہم دوریوں کا احساس بھی نہیں ہونے دیا۔ میری والدہ صاحبہ کے سابقہ خاوند سے بچوں کی تفصیل میں نے کسی دوسری جگہ اپنی بہن سائرہ اور اپنے سب سے بڑے بھائی محمد یوسف صاحب کی زبانی تحریر کر دیئے ہیں۔

جن دنوں ہم چک نمبر 52/P نہر آب حیات بنگلہ گل مرگ ضلع رحیم یار خان میں تھے۔ والد صاحب نے بھائی عبدالغفور صاحب کا نکاح بھی فرما دیا لیکن نہ جانے وہ عورت ذات تھی یا عورت کے روپ میں کوئی اور مخلوق تھی۔

Marfat.com

اُس کے دیکھنے کا انداز انتہائی خوفناک ہوتا تھا اور غالباً کہیں سے بکتی بکاتی آئی تھی۔ بھائی جان انتہائی خوبصورت، صحت مند اور جوان آدمی تھے لیکن اُس عورت سے خوف زندہ رہنے لگے۔ والد صاحب نے کہا: بیٹا! اگر ایسی بات ہے تو اس کو طلاق دے دو اور اس عورت کو بالکل آزاد کردو چنانچہ بھائی جان نے اُس عورت کو طلاق دے دی اور اُس کو آزاد کردیا۔ واپس پنجاب آکر آپ نے ایک اور شادی کی، بہن سرداراں بی بی سے جو بیوہ تھیں لیکن آپ سے کوئی اولاد نہ ہوئی جبکہ پہلے خاوند سے اُن کے ہاں دو بیٹیاں تھیں۔ ایک سیماں بی بی، دوسری میناں بی بی، دونوں کی شادی بھائی جان نے بحیثیت باپ کے کی۔ بحمدللہ! وہ دونوں اپنے گھر آباد ہیں۔

والد صاحب ایک عرصہ بمقام رنگیاں جنگیاں ضلع شیخوپورہ ہی میں رہے، میں لاہور میں رہتا تھا۔ والدین پر ضعیفی اور بڑھاپے نے اثرات دکھانے شروع کردیئے تھے۔ میں بوجہ منصبی مصروفیات لاہور نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ والدین کا اب تنہا رہتے ہوئے مجھے ناگوار تھا۔ میں نے درخواست کی کہ اب آپ لاہور منتقل ہوجائیں۔ بمشکل آمادہ ہوئے، جب سامان باندھ کر گاؤں سے رخصت ہونے لگے تو اہل دیہہ میں چیخ و پکار پڑ گئی۔ مرد اور عورتیں اور بچے ٹریکٹر ٹرالی کے آگے لیٹ گئے کہ ہمارے اوپر سے گزرنا چاہتے ہو تو گزر جائیں، آخر مجبوراً ٹھہرنا پڑا۔ دو تین سال بعد پھر کوشش کی اگرچہ گاؤں والے راضی نہیں ہورہے تھے لیکن چند بڑے بوڑھوں کی مداخلت سے مسئلہ حل ہوگیا اور والد صاحب لاہور منتقل ہوگئے۔ میں نے ایک عرصہ دیکھا کہ والد صاحب شفقتِ پدری سے مجبور ہوکر گاؤں سے اشیاء خوردونوش لے کر لاہور مصطفیٰ آباد آتے رہے۔ پہلے گندم کی

Marfat.com

بوری اٹھاتے ہوئے نہ جانے گاؤں سے مسن کالر اسٹیشن تک کیسے لے جاتے۔ پھر لاہور ریلوے اسٹیشن سے مصطفیٰ آباد سٹاپ پر کبھی بس میں کبھی تانگے پر لاتے اور سٹاپ پر ہی نذیر چکی آٹا والوں کو دیتے اور گندم پس کر آٹا گھر آجاتا۔ کبھی چاول، کبھی لسی، کبھی دودھ، کبھی انڈے یا کوئی اور چیز ہوتی جب قواء مضمحل ہوئے تو محبت اور جوان ہوگئی۔ میرے بار بار عرض کرنے پر بڑی مشکل سے گاؤں سے آٹا چاول لانے بند کئے لیکن اشیاء کی آمد ہمیشہ جاری رہی۔

میری بڑی بیٹی راحیلہ کے نکاح اور رخصتی پر گوشت کے لیے جانور، لکڑیاں، باورچی اور کارندے گاؤں رنگیاں جنگیاں سے ہی آئے۔ اس موجودہ گھر کے صحن میں بھرتی ڈالنے کے لیے گاؤں سے مٹی کی ٹرالی بھر بھر کر آتی رہی اور وہی گاؤں کے لوگ جو رشتہ دار تو تھے ہی لیکن شاگرد بھی تھے اور محبتوں کے مارے ہوئے بھی تھے ورنہ رشتہ داریوں کے رشتے اتنی وفاداریاں کیسے پیدا کرتے ہیں۔

2 جنوری 1988ء بروز جمعہ دن 11 بجے دن کو جب میرے سر سے ممتا کی محبت کا درخت کٹا، اماں جی کرم بی بی رحمتہ اللہ علیہا اور شفقتوں کا دامن ہٹا اور جس دن سے میرے گھر میں محرومیوں کی دھوپ تیز ہونے کا وقت آیا تو اُس دن سارا گاؤں امنڈ آیا۔ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے اور جوانوں سے میرا گھر بھر گیا۔ جب شام کو جنازہ اٹھایا گیا تو والدہ صاحبہ کی شاگرد اور بیٹیوں کی چیخ و پکار نے ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ مجھے بابا طوطی گل رحمتہ اللہ علیہ کی بات یاد آرہی ہے جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تو ان سادہ طبیعت درویش صفت انسان کو یہ خبر نہیں تھی کہ یہ شاگرد بچیاں ہیں بلکہ وہ ایک لڑکی کو روتے ہوئے

Marfat.com

دیکھ کر برداشت نہ کر سکے اور آگے بڑھ کر پیار کیا، دلاسا دیا اور کہا: موبلائی صاحب یہ لڑکی ماں کی جدائی برداشت نہیں کرسکتی۔

والدین گاؤں سے لاہور آ گئے۔ میری اُن دنوں حاضری جامع مسجد حنفیہ نفیر یہ نفیر آباد شالامار ٹاؤن لاہور میں تھی۔ وہاں مسجد کے ساتھ ایک بڑا سا مکان ملا ہوا تھا۔ اہل علاقہ بچوں کو وہاں مصطفیٰ آباد سے لانے پر مجبور کرتے تھے۔ میں بچوں کی بجائے والدین کو وہاں لے گیا تاکہ وہ بہو رانی یا دیگر کسی قسم کے زیرِاثر رہنے کے تصور سے بچ جائیں۔ میرے پاس بھی رہیں اور اپنی مرضی اور آزادی سے بھی رہیں۔ یہاں مسجد میں تقریباً تین چار سال رہے ہوں گے لیکن پورے علاقے میں عورتیں بچیاں اماں جی، اماں جی اور بڑے بوڑھے جوان بچے میاں جی میاں جی الاپتے نہیں تھکتے تھے۔ نہ جانے وہ پیار و محبت کے شیرے کی جلیبیاں ہر وقت کتنی کتنی بانٹتے رہتے تھے اور نہ جانے اس شیرے میں کیا مٹھاس ہوتی کہ جو ایک دفعہ آ ملا، پھر وہ بھول کر بھی واپسی کے راستے پر نہ جاسکتا تھا۔

1987ء کے اواخر کی بات ہے کہ والدہ صاحبہ کے پاؤں کی ایڑی میرے پیچھے بیٹھے ہوئے موٹر سائیکل کے پہیے میں آ گئی اور کھال پوری کی پوری اتر گئی۔ جلدی سے ڈاکٹر صاحب نے مرہم پٹی کی لیکن والدہ صاحبہ اور والد صاحب اب نفیر آباد نہیں رہ سکتے تھے۔ گھر لے آیا اور تین ماہ صاحب فراش رہ کر وصال فرما ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون o

2 جنوری 1988ء کو والدہ صاحبہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو میری اہلیہ تسمیہ بیگم بیمار رہنے لگیں۔ میرا بیٹا فیضانِ محمد چشتی اُن دنوں کراچی میں میرے

Marfat.com

بھانجے محمد علی کے پاس رہتا تھا۔ محمد علی کا چھوٹا بھائی محمد یعقوب کسی وجہ سے بھائی سے ناراض ہوکر بیوی بچوں سمیت لاہور منتقل ہوگیا۔ محمد علی تین بہن بھائی ہیں۔ ایک بہن عذرا بی بی زوجہ سیٹھ ریاض احمد ناظم آباد تاج محل والی گلی کراچی اور دو بھائی۔ یہ تینوں بچے بچپن ہی میں یتیم ہوگئے تھے۔ ان کی والدہ میری امی جان کی پہلے خاوند سے بیٹی تھیں۔ ان کا نام تھا مریم بی بی تھا، ان بچوں کے دونوں ماں بھی اور باپ بھی بچپن ہی میں اللہ کو پیارے ہوگئے تھے۔ ہمارے معاشرے میں یتیم بچے کیسے پلتے ہیں یہ کسی سے مخفی نہیں، اللہ تعالیٰ یہ روگ کسی کو نہ لگائے۔ محمد علی نے اپنے چھوٹے بھائی محمد یعقوب کو بڑی محبت سے پالا تھا لیکن جب وہ ناراض ہوکر لاہور آگیا تو اس کا دل اداس رہنے لگا۔ اُس نے ایک بہانہ بنایا اور لاہور ٹیلیفون کیا کہ میں شکار پر گیا ہوا تھا۔ وہاں شکار پر گولی چلائی جو کسی شخص کو لگی اور وہ فوت ہوگیا ہے۔ اُس کے وارثوں نے مقدمہ کردیا، میں اس وقت تھانے میں ہوں، دونوں دکانیں بند ہیں اور بچے بھی پریشان حال ہیں لہٰذا تم واپس کراچی آجاؤ، یہ بھائی کو واپس بلانے کے لیے ایک جھوٹی کہانی تھی، یہ کہانی جب ہمارے گھر پہنچی تو تسمیہ بیگم کے دل پر فوراً اثر ہوا کہ میرے چاند میرے فیضان کا کیا ہوا ہوگا۔ دل کا دورہ پڑا، ہم ڈاکٹر قدیر احمد صاحب ایم بی بی ایس مصطفیٰ آباد لاہور کے پاس لے گئے۔ اس نے کہا: میں وقتی طور پر دوا دیتا ہوں لیکن آپ انہیں صبح ہسپتال لے جائیں۔ دن چڑھا تو ہم سروس ہسپتال لے گئے، چند گھنٹے ہوش میں رہی، پھر بیہوش ہوگئی اور اسی بیہوشی کے عالم میں ہی دوسرے یا تیسرے دن 28 نومبر 1988ء کو وصال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ٥

Marfat.com

ان کا وصال اس سال کا دوسرا حادثہ اور دکھ تھا، میرے تین بچے بالکل چھوٹے تھے، محمد عرفان چشتی اس کے ساتھ توام یعنی جڑواں پیدا ہونے والی نبیلہ اور اُن سے چھوٹا محمد فرقان چشتی، اب تو گھر میں روٹی پکانے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ مجبوراً نبیلہ بیٹی کو سکول سے اٹھانا پڑا اور وہ تعلیم حاصل نہ کرسکی۔ چند ماہ تو گزر گئے بڑا بیٹا محمد عامر عبدالرحمٰن چشتی ان دنوں ایف اے کا طالب علم تھا۔ والد صاحب کے مشورہ سے گھر کا نظام چلانے کے لیے شادی کا پروگرام بنالیا اور اپریل 1989ء کے آخر میں اُن کی شادی کردی۔ یہ میرے گھر میں آنے والی پہلی بہو رانی عالیہ بی بی تھیں۔ الحمدللہ! اس نے گھر سنبھال لیا۔ جس روز ہم مکلاوا لے کر آئے، ابھی وہ گھر کے دروازے سے داخل ہورہی تھی، تقریباً عصر کا وقت تھا کہ باہر کے دروازے پر کسی نے گھنٹی دی۔ وہ محترم عبدالوحید چشتی صاحب 42 ملٹری اکاؤنٹس کالونی مصطفیٰ آباد لاہور کے بڑے بیٹے محمد عمران تھے۔ انہوں نے خوشخبری سنائی کہ پرسوں آپ نے بروز جمعۃ المبارک بذریعہ پی آئی اے لاہور سے کراچی اور کراچی سے جدہ عمرہ شریف ادا کرنے کے لیے جانا ہے۔ یہ خوشخبری بچے کی شادی کے ساتھ بڑی اہم تھی لیکن میں نے والد صاحب کو خوشخبری سناتے ہوئے عرض کیا: اگر اجازت ہو تو چلا جاؤں تو کچھ سوچ کر فرمانے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے سپرد!

والد صاحب اُن دنوں شدید علیل تھے حتیٰ کہ پوتے کی بارات کے ساتھ بھی نہ جاسکے تھے۔ غالباً 28 اپریل 1989 بروز جمعۃ المبارک اُن کی اجازت سے عمرہ شریف ادا کرنے کے لیے روانہ ہوگئے۔ محترم عبدالوحید چشتی صاحب کے سسر صاحب، ساس صاحبہ، ایک بیٹا محمد عمران وحید اور بیٹی نورین کو عمرہ کروانا

Marfat.com

چاہتے تھے۔ ساتھ ہی میرا خرچہ بھی برداشت کیا اور بحیثیت استاد کے اپنے اس قافلہ کا قافلہ سالار بنا کر روانہ کر دیا۔ کراچی رات کو پہنچے، جدہ کی پرواز دوسرے دن صبح تھی۔ عبدالوحید چشتی صاحب کے عزیز جو کراچی میں رہتے تھے وہ ایئرپورٹ پر آئے ہوتے تھے، وہ ہمیں گھر لے گئے اور صبح ایئرپورٹ لے آئے اور ہم عازم زیارت حرمین شریفین ہوئے۔ یہ ایک عجیب سماں تھا، زندگی میں پہلی بار اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر اور اپنے کریم و مہربان اور شفیق نبی آخرالزمان جان کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیس میں حاضر ہونے کا پہلا موقع تھا۔ قدم قدم پر عبدالوحید صاحب اور اُن کے خاندان کے لیے دعائیں نکلتی تھیں جب ہم حرم پاک میں پہنچے تو سنا ہوا تھا کہ آدمی خانہ کعبہ پر نظر پڑتے ہی جو پہلی دعا مانگے وہ پوری ہوجاتی ہے۔ میں نے پہلی دعا یہ مانگی کہ اے میرے پروردگار! زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، میری پہلے باری ہے یا والد صاحب کی، یہ سب تو جانتا ہے۔ اب ہم باپ بیٹا بیٹوں اور بہوؤں کے رحم و کرم پر ہیں، پتہ نہیں کیا حالات ہوں گے۔ اگر خدانخواستہ کسی بھی مقام پر میری طرف سے یا میرے بچوں اور بہوؤں کی طرف سے کوئی ایسی ویسی بات ہوگی تو ساری زندگی کی کمائی لُٹ جائے گی۔ اس لیے والد صاحب کی جب تک زندگی ہے اس وقت تک ان کو صحت عطا فرما دے تاکہ وہ بیماری کی وجہ سے ہمارے محتاج نہ ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری درخواست قبول فرمالی، میں بارہویں روزے واپس لاہور پہنچا تو والد صاحب نے دوسرے دن روزے رکھنا شروع کر دیئے۔ اٹھارہ روزے باقی ماندہ آپ نے بڑی ہمت و جرأت سے مکمل فرمائے، عیدالفطر ادا کی اور چند روز بعد گاؤں رنگیاں جنگیاں جانے کا ارادہ فرمایا۔ حافظ محمد عامر عبدالرحمٰن کے سسرال

Marfat.com

نہیں گئے تھے، پہلے وہاں تشریف لے گئے، پھر رنگیاں جنگیاں تشریف لے گئے۔ اس کے بعد فتووالہ اور شرقپور شریف گئے۔ پندرہ بیس دن میں تمام رشتہ داروں سے ملاقاتیں فرمائیں اور واپس لاہور تشریف لے آئے، اکیلے ہی گئے اور اکیلے ہی واپس تشریف لے آئے۔

مئی 1989ء کے آخری ہفتہ میں بیمار ہوئے، غالباً تین روز بیمار رہے۔ 30 مئی کو طبیعت زیادہ نڈھال ہوگئی اور طبیعت میں بے چینی بڑھ گئی، میں عصر کی نماز پڑھ کر آیا تو والد صاحب کو میں نے گود میں لے لیا۔ ان کی کمر میرے سینے کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ اچانک ایسی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی جو میں نے زندگی بھر کہیں محسوس نہیں کی، بلکہ میں نے کہا: یہ کیا ہے، یہ خوشبو کیسی اور ٹھنڈک کیسی ہے۔ پھر دائیں طرف جھک گئے اور میں نے تکیہ پر لٹا دیا، میں نے محسوس کیا کہ آپ آرام فرمانا چاہتے ہیں لیکن وہی وقت وصال کا تھا نہ ہچکی، نہ گھبراہٹ، نہ کھچاؤ، نہ آواز میں شور وغیرہ، اتنی پرسکون موت کی آغوش میں چلے جانا بڑا فرحت بخش تھا۔

یہ تو اُن کی اپنی کیفیت تھی، یہ ان کی زندگی بھر کی نیکیوں کا دنیا میں انعام و اکرام تھا البتہ میرے سر سے تو شجر سایہ دار کٹ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون o

سارے جہاں کی دھوپ میرے گھر میں آگئی
سایہ تھا جس شجر کا میرے سر سے کٹ گیا
اس بار جو ایندھن کے لیے کٹ کے گرا ہے
چڑیوں کو بہت پیار تھا اس بوڑھے شجر سے

* * *

Marfat.com

میری اماں جی حضور!

یادش بخیر، ماں، میری ماں، سبحان اللہ رحمتہ اللہ علیہا

ماں کسی کی بھی ہو، وہ ماں ہی ہوتی ہے۔ دنیا کی کسی چیز سے ماں کو تشبیہ نہیں دی جاسکتی۔ پھولوں کی مہک اس کے حضور پھیکی، لطافت گدلی، نزاکت بے معنی، پھول کتنا بھی حسین و جمیل ہو، نازک ہو، اس کی رنگت کتنی بھی خوبصورت رنگوں کی کہکشاں ہو، اس کی مہک ہزار دل کو لبھائے لیکن ان تمام صفات کے باوجود ایک نقص ضرور ہوتا ہے کہ دیکھنے اور سونگھنے والے اس سے پیار کرتے ہیں۔ اُسے چاہتے ہیں لیکن وہ اپنی تمام تر لطافتوں کے باوجود کسی سے پیار کرنے، کسی کو چاہنے یا اظہار محبت کرنے کے حسن سے یکسر محروم ہوتا ہے۔

بلبل اپنی پوری زندگی آنسوؤں کے نذرانے اُس کے حضور پیش کرتی ہے اور وہ؟ وہ جامد و ساکت، نہ ہوں نہ ہاں، وہ زندگی میں ایک بار بھی اس کے آنسوؤں کے بدلے نہ ایک آنسو بہا سکتا ہے، نہ جذباتِ محبت سے سرشار اُسے سینے سے لگا کر دلاسہ دے سکتا ہے۔

لیکن ماں! سبحان اللہ! ممکن ہے وہ پھول کی سی رنگت اور مہک سے محروم ہو، اور وہ اتنی نازک بھی نہ ہو، جتنی پھول کی پنکھڑی ہوتی ہے لیکن وہ اس پھول کی طرح بے حس اور ساکن و جامد نہیں ہوتی۔ وہ بچے کے تڑپنے سے تڑپتی ہے، اس کے رونے پر روتی ہے، چیخنے پر چیختی ہے، ہنسنے پر ہنستی ہے۔ وہ گھنٹوں اُسے سینے

Marfat.com

سے چمٹائے رکھتی ہے اور وہ اس کی وہ زبان سمجھتی ہے جو ابھی وہ بول بھی نہیں سکتا۔ اس کی طلب کے اظہار کے بغیر اس کی چاہتوں، ضرورتوں اور حسرتوں کو سمجھتی ہے۔ پورا کرتی ہے پورا نہ کرسکے تو تڑپتی ہے۔ پھر تڑپتی ہی رہتی ہے۔ جب تک اس کی ضرورت کو پورا نہ کرسکے۔

لوگ کہتے ہیں: ''دھیاں سانجھیاں ہوندیاں نیں'' میں کب کہتا ہوں کہ نہیں ہوتیں۔ سعدیہ ہو یا نبیلہ، راحیلہ ہو یا عدیلہ، وہ ساریاں دھیاں دھیانیاں سانجھیاں ہوتی ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں: کیا ماں سانجھی نہیں ہوتی۔ تذکرہ کسی کی ماں کا ہو، ہر پڑھنے، سننے والا اُس تذکرے کے آئینے میں اپنی ہی ماں کی جھلک دیکھ رہا ہوتا ہے اور وہ اسے یادوں کے طاقچے میں کتنی خوبصورت لگ رہی ہوتی ہے۔

ماں کتنی بھی پڑھی لکھی ہو۔ وہ ''ان پڑھ'' ہی ہوتی ہے۔ اگر وہ پڑھی لکھی ہوتی ہے تو اپنے ننھے منھے کو ''چھونا مونا'' کہہ کر نہ بلاتی۔ بلکہ وہ ہر وقت خوبصورت سے خوبصورت اور اعلیٰ سے اعلیٰ فصاحت و بلاغت کے معراج والے نت نئے الفاظ تلاش کرتی اور ہر روز ایک نئے خوبصورت نام سے یاد کرتی۔ اگر ماں پڑھی لکھی ہوتی تو اس کو ''امی'' نہ کہتے۔ دنیا میں جو بھی رحمتوں کی پھوار بن کر آیا، وہ امی ضرور ہوا۔ بچے سے پیار کرنے کا سبق پڑھنے پڑھانے کے لیے کوئی اسکول، کوئی مدرسہ، کوئی اکیڈمی، کالج یا یونیورسٹی معرض وجود میں نہیں آئی۔ دورِ جدید ہے تعلیم کا کون سا شعبہ ہے جو تشنہ تکمیل ہو، لیکن ماں کو ماں کی مامتا کا سبق دینے کے لیے کوئی مدرسہ قائم نہیں ہوا۔ ضرورت ہی نہیں۔ یہ سبق پڑھائے نہیں جاتے ''اُمی'' پڑھ کر ہی آتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور جو کچھ امی

Marfat.com

پڑھ کر آتے ہیں، اس تعلیم کا کوئی مثل اور کوئی مثیل نہیں ہوتا۔

پڑھ لکھ جانے سے تکلفات اور مصلحتوں کا آغاز ہو جاتا ہے جبکہ ماں ہر قسم کے تکلفات اور مصلحتوں سے بے نیاز، اپنے سفر محبت پر گامزن رہتی ہے، نہ تھکتی ہے، نہ ''اُکتی'' ہے۔ بچہ پروان چڑھتے چڑھتے زندگی کی آخری سیڑھی بھی عبور کر لے یا پھر بڑھاپے میں تنزل کی سیڑھیاں بھی گرنے لگے۔ وہ پھر بھی اسے ''میرا لال'' ''میرا ہیرا'' ''میری ٹھنڈک'' ''میرا بچہ'' ''میرا لاڈلا'' ''میرا چھونا مونا'' کہتے کہتے تھکتی نہیں ہے۔ اسے یہ پرواہ بھی نہیں ہوتی کہ وہ اس پیار میں کیا کچھ کہہ رہی ہے اور لوگ اس کو دیکھ دیکھ کر کیا کہہ رہے ہیں اور کیسے ہنس رہے ہیں مگر وہ اپنے سفر محبت مامتا پر گامزن رہتی ہے اور یہی وہ سبق ہے جو وہ مرکز ربوبیت و رحمت سے پڑھ کر آتی ہے۔

راقم الحروف کی دو مائیں تھیں، رحمتہ اللہ علیہا

میرے والد بزرگوار میاں محمد عبدالغنی رحمتہ اللہ علیہ کے دو حرم تھے۔ پہلے حرم سے بچے پیدا ہوتے اور فوت ہو جاتے، نہ جانے کتنے بچے فوت ہوئے، پھر میری والدہ محترمہ کرم بی بی صاحبہ رحمتہ اللہ علیہا سے نکاح ہوا، میں پیدا ہوا تو میری ماں نے پہلی ماں کی گود خالی دیکھی، حسرت بھری آنکھوں سے امنڈتے سیلاب کو دیکھا۔ ایک ماں دوسری ماں کا دکھ برداشت نہ کر سکی، فوراً اپنا بیٹا اس کی گود میں دے دیا۔ لوگوں نے ہزار منع کیا کہ اس عورت کا دودھ زہریلا ہے پیئے گا، مرجائے گا لیکن اس نے کہا: اگر اسے مرنا ہے تو میری گود میں بھی مرجائے گا اور اگر زندہ رہنا ہے تو اس کی گود میں بھی زندہ رہے گا۔ راقم الحروف پھر دو ماؤں کا دودھ پیتا رہا۔ قدرت نے میری ماں کی قربانی کا

Marfat.com

صدقہ! میری دوسری ماں کو بھی دو بچے عطا کیے۔ ایک بیٹا، ایک بیٹی جو تاحین حال حیات ہیں۔

الحمدللہ!

کیا یہ کام کوئی پڑھا لکھا کر سکتا تھا، پڑھی لکھی ماں ہزار بار سوچتی، ڈانواں ڈول ہوتی، ڈگمگاتی اور کسی پڑھے لکھے انسان کی طرح وہ فیصلہ کرتی۔ جو پڑھے لکھے لوگ ایسے موقع پر کر جاتے ہیں لیکن وہ ماں کی ممتا کی ماری تو ان پڑھ تھی۔ اس کو بس اتنی خبر تھی کہ ماں کی گود خالی نہیں ہونی چاہیے اور یہی وہ سبق پڑھ کر آئی تھی اور اس پر اس نے عمل کر کے دکھا دیا۔

ماجھے کے علاقے کا وہ گاؤں "جلیانہ" ملتان روڈ لاہور، جہاں میں پیدا ہوا۔ اُس گاؤں کے مغرب میں ایک جلالی بابا بخاری صاحب آرام فرما ہیں۔ اُن کی قبر کے قریب سے کوئی سوار اپنی سواری پر سوار ہو کر گزر نہیں سکتا تھا۔ وہ پورے گاؤں میں کسی کو مکان کی چھت پر سونے نہیں دیتے تھے۔ چھوٹا سا مکان، کچی دیواریں، نیچی چھت، ایک کمرے کا مکان، گرمی کی شدت، جان لیوا حبس، نہ بجلی نہ پنکھا، بچہ ہے کہ گرمی کی تاب نہ لا کر بلک بلک کر رو رہا ہے اور ماں کی ممتا کی برداشت سے باہر ہے۔ ماں نے مغرب کی نماز ادا کی، دو نفل زائد ادا کیے اور زبان حال سے جلالی بابا سے باتیں کرنے لگیں۔ بخاری صاحب اور میری ماں بلکہ دنیا کی ہر ماں کا مدرسہ ایک ہی ہے۔ ایسے لوگ ایک ہی مدرسہ سے پڑھ کر آتے ہیں۔ پرانے مکتب کے حوالے سے ہم مکتب ہونے کا حوالہ دیا ہوگا نہ جانے کیا کیا باتیں ہوئی ہوں گی کہ میری ماں نے اپنے شوہر نامدار سے کہا: چارپائیاں چھت پر چڑھا دی جائیں، بخاری صاحب

Marfat.com

نے اجازت دے دی ہے۔

چارپائیاں چھت پر چڑھ گئیں، گاؤں میں شور مچ گیا، ہر طرف سے پڑھے لکھے اور جہاں دیدہ لوگ درس دینے لگے۔ چارپائیاں نیچے اتار لو ورنہ تمہاری خیر نہیں لیکن ایک ممتا کی ماری ماں اپنے بچے کو شدت تکلیف سے بچانے کے لیے اپنے سفر محبت پر گامزن رہی اور لوگوں کو تسلی دی اور کہا کہ آج کے بعد بخاری صاحب ہمیں کچھ نہیں کہیں گے۔

بخاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کرم فرمایا۔ اُس کے بعد کسی کو بھی کچھ نہیں کہا، کسی کو کیا خبر کہ اس کے پس منظر میں کیا واقعہ پوشیدہ ہے۔

یہ سفر پھر اپنی منزل کو پہنچا، ہم لاہور منتقل ہوگئے۔ جب میری عمر پچاس کو پہنچی تو میری ماں نے اس راز سے پردہ اٹھایا۔ فرمانے لگیں: بیٹا! بخاری صاحب کے پاس جاؤ اور میرا پیغام لے جاؤ کہ حضرت سانس کی کچی ڈوری کا سلسلہ ٹوٹنے والا ہے۔ آپ کی بندی سلام کہتی ہے اور کہتی ہے کہ نصف صدی کے طویل سفر میں بھی میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔

میں نے پوچھا: اماں جی! کون سا وعدہ، تو فرمایا: بیٹا: میں نے بخاری صاحب سے وعدہ کیا تھا کہ اگر آپ ہمیں چھت پر سونے دیں تو میں مغرب کی نماز کے بعد ہر روز دو رکعت نماز نفل آپ کے ایصال ثواب کے لیے پڑھا کروں گی۔ آپ نے اس وعدہ پر ہمیں چھت پر سونے کی اجازت عطا فرمائی تھی اور میں آج تک اس وعدہ کی پابند ہوں۔

یہ انکشاف سن کر حیرت سے میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ماں کی عظمت، اس کی شان و مرتبہ، اس کی محبت، اس کی ممتا، اس کی تعلیم و تربیت

Marfat.com

سے بھری گود کے قدموں کو بوسہ دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ ماں تو اتنی عظیم ہے۔

یہ کام کوئی ''ان پڑھ'' ہی کر سکتا ہے جسے وعدے کی وفا کا احساس ہو ورنہ پڑھے لکھے تو کہتے ہیں وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا۔

ماں پاگل بھی ہوتی ہے صرف اپنے بچے کے لیے، ساری کائنات کے لیے وہ دانا و بینا ہو سکتی ہے۔ وہ مقنن، مدقق، محدث، مفسر، ولی، غوث، قطب ہو سکتی ہے وہ دنیا کے بڑے سے بڑے عہدے پر متمکن اور فائز ہو کر انتہائی دانشمند اور زیرک ثابت ہو سکتی ہے۔ وہ کامیاب سیاستدان، وہ وطن کے سب سے بڑے عہدہ وزیراعظم بن کر اپنی دانشمندی کا لوہا منوا سکتی ہے لیکن ان تمام حقیقتوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ اپنے بچے کے لیے ایک پاگل اور دیوانے سے بڑھ کر دیوانی ہوتی ہے۔ اگر اس کا بچہ ظاہری حسن و جمال سے محروم ہو، رنگ کالا ہو، ناک پھدنا، آنکھیں بھنچی ہوئی، ہونٹ موٹے، گال پچکے ہوں لیکن ماں اسے ''میرا لال'' میرے جگر کا ٹکڑا کہہ کر گھنٹوں سینے سے چمٹائے رکھتی ہے کیا یہ پاگل پن نہیں۔

ماں اندھی بھی ہوتی ہے کہ محبت محب کو محبوب کی چاہت میں اندھا کر دیتی ہے۔ اس کا بیٹا اُس کا بیٹا ہی نہیں وہ اُس کا محبوب بھی ہوتا ہے۔ وہ اپنے محبوب کی خاطر نہ اپنا آرام دیکھتی ہے نہ مفاد، اُس کا آرام اُسی سے وابستہ ہوتا ہے۔ اُس کا مفاد بھی اس کا بیٹا ہی ہوتا ہے اور وہ اس مفاد کے حصول میں مال و دولت کے حریص سے بڑھ کر حریص ہوتی ہے اور حرص بھی انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ یہ دونوں اندھا کر دینے والی صفتیں محبت اور حرص ایک ماں میں اپنے بیٹے کے حوالہ سے اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ دنیا میں اس کی کسی چیز سے

Marfat.com

مثال نہیں دی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ اور ماں میں فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے۔ نہ جنتا ہے اور نہ جنا گیا ہے جبکہ ماں جنتی بھی ہے اور جنی بھی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ اور ماں میں مماثلت یہ ہے کہ جیسے پوری دنیا میں دو خدا نہیں ہوسکتے، ایسے ہی کسی کی دو مائیں بھی نہیں ہوسکتیں۔ جیسے وہ ساری کائنات کا واحد خالق و مالک ہے۔ ایسے ہی پوری کائنات میں ہر جنے جانے والے کی ماں بھی ایک ہی ہوگی۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ماں کبھی غریب نہیں ہوتی، امیر ہوتی ہے اپنے بچے کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دینے والی کیا غریب ہوتی ہے۔ ہاں! غریب تو وہ ہوتا ہے جس کے پاس سب کچھ ہو، لاکھوں کروڑوں روپے بھی ہوں، دنیا کی تمام دولتیں اور نعمتیں اس کی جھولی میں ہوں اور کوئی بھکاری بچہ، کوئی اپاہج، کوئی مفلوک الحال اس کی کار کے قریب آئے، اپنا دستِ سوال دراز کرے اور اس کو ایک کوڑی بھی دینا نصیب نہ ہو۔

آپ اُس کی کوٹھی، کار، بنگلہ دیکھ کر ہزار بار امیر کہہ لیں۔ میں تو نہیں کہتا: میں امیر اس کو کہتا ہوں جس کو میرے کریم آقا و مولا صلی اللہ علیک وآلہ وسلم نے امیر کہا ہو۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: "اَلْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ" یعنی غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہو اس آئینے میں بھی دیکھنے سے ہزاروں امیر مل جاتے ہوں گے لیکن جس انداز سے ماں اپنے بچے کے لیے دل کے غنی ہونے کا مظاہرہ کرتی ہے۔ اس کی مثال نہیں ملتی وہ اپنے بچے کے لیے ساری دولتیں سمیٹ لاتی ہے۔ دنیا بھر کی تمام دولتیں تمام ثروتیں اور تمام امارتیں اُس کی دولتوں اور امارتوں کا دم بھرتی نظر آتی ہیں۔

Marfat.com

اگر جنت کی نشانی یہ ہے کہ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کہ اس میں نہریں جاری ہوں گی تو یہ نہریں تو یہاں بھی بہتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اگر جنت کی یہ نشانی ہے کہ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ کہ تمہیں جس چیز کی بھی طلب ہو وہ تمہارے لیے وہاں موجود ہوگی۔ تو شاید اس لیے فرمایا گیا ہو کہ جنت ماں کے قدموں میں ہے کہ جنت کی نہریں بھی یہیں ہیں بلکہ ہر وہ چیز جس کی تمہیں طلب و چاہت ہو وہ بھی تمہیں یہی سے مل سکتی ہے۔

ہزاروں سلام ہوں، ماں پر، ماں کی پیار بھری گود پر، ماں کی محبت سے سرشار آنکھوں پر، ماں کے پیار بھرے اُن لبوں پر جو میرے گالوں سے مس ہوتے تھے تو چیخوں، آہوں اور کراہوں سے تڑپتے ہوئے کو میٹھی نیند سلا دیتے تھے۔

ہزاروں سلام ہوں، اس کی عظیم اور مقدس چھاتی پر جس سے بہتے ہوئے خالص، میٹھے اور ٹھنڈے دودھ کے دھارے، مجھے دنیا کی ہر قسم کی خوراک سے بے نیاز کر دیتے تھے۔

ہزاروں سلام ہوں، ماں کے ہر ہر حرف پر، جو مجھ پر محبتوں اور الفتوں کی پھوار ہر وقت پھینکتے رہتے ہیں۔ جذبات کا سیلاب امنڈ آیا ہے۔ سیلاب کے دھارے بہنے لگے ہیں۔ آنکھیں بھیگنے لگی ہیں، بھیگی پلکیں بھیگتی چلی گئی ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ صدیاں بیت گئی ہیں۔

ہاں! ایک امی لقب، حبیبی وطبیب قلبی فداہ امی و ابی الفا الفا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی ماں کے قدموں کے نیچے جنت رکھ دی ہے۔ یہ جنت

Marfat.com

ہمارے ہر گھر میں موجود ہے۔ دنیا و آخرت کی ہر نعمت اس کے قدموں میں ہے جتنی لینی ہے لے لو، اگر خدانخواستہ اس جنت سے یہاں محروم رہ گئے، تو دوزخ کے سوا کہیں ٹھکانہ نہ ہوگا۔ لوگ کہتے ہیں:

ماں کی دعا ...... جنت کی ہوا

ماں دعا دیتی بھی ہے اور ماں سے دعائیں لی بھی جاتی ہیں اس کا دعا دینا اور ہے کرنا اور ہے، اس سے دعائیں لینا اور ہے۔ وہ اپنی مامتا کی ماری اپنے ہر بچے کو دعا ضرور دیتی ہے۔ لیکن اس کی خدمت کر کے اس کو خوش رکھ کر اس سے دعائیں لی جائیں تو اس کے ثمرات ہی کچھ اور ہوں گے۔ آزما کر دیکھ لو،

نہ جانے کون دعاؤں میں یاد کرتا ہے
میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے

میری ماں! میرے نصیبوں کو آگ لگے۔ میں اپنی ہی زندگی کے بکھیڑوں میں الجھا رہا اور تو رخصت ہوگئی اور پھر ...... پھر مری روح کو آگ لگ گئی۔

میری ماں! تُو تو رخصت ہوگئی اور تیرے فراق میں میری جان جل گئی لیکن تو نے یہ کیسے گوارا کرلیا۔ سرو کے پودے کو اس وقت جلاتے ہیں جب وہ بوڑھا ہوجاتا ہے مگر تو نے مجھے جوانی میں ہی جلا ڈالا۔

اے میری ماں! وہ خون جو تری شفقت سے دودھ بن گیا تھا اور تو مجھے پلاتی رہی، اب وہ دوبارہ خون بن کر میری آنکھوں سے ٹپک رہا ہے۔

میری ماں! اگر مجھے پہلے خبر ہوتی کہ تو اتنی جلدی رخصت ہوجائے گی تو میں حضرت خضر علیہ السلام سے تھوڑی سی عمر قرض لے لیتا اور اس سے تیری عمر میں اضافہ کردیتا۔

Marfat.com

میری بقراط جیسی فراست اور جالینوس جیسا علم کس کام کا کہ میں تیری بیماری اور موت کا کوئی علاج ہی نہ کر سکا۔

کاش تیری دوا کے لیے اپنے سر کی کھوپڑی کو کھرل بنا کر، اپنے دلِ خستہ کی جڑی بوٹیاں لے کر اس میں ملا دیتا اور تیرے لیے کوئی ایسا امرت تیار کر لیتا کہ تیری محبتوں بھرے خمار سے لبریز آنکھیں دیکھتا ہی رہتا۔ تیرے اٹھتے ہاتھوں کی دعائیں دونوں ہاتھوں لوٹتا رہتا۔

کاش میری ماں! میں کڑیل جوان ہوتے ہوئے بھی گھٹنوں چلنے والوں کی طرح جان بوجھ کر اس لیے اکثر گر جاتا کہ تو جلدی سے آگے بڑھتی، مجھے تھام لیتی اور میرا بچہ میری جان میرا لال کہتے۔ہوئے مجھے سینے سے چمٹا لیتی اور میں، میں جان بوجھ کر تیرے سینے سے چمٹا رہتا، پھر صدیاں بیت جاتیں۔

کہتے ہیں جب تو نے مجھے جنم دیا تھا تو سب سے پہلے تو نے مجھے دودھ پینا سکھایا۔ دنیا کی سب سے بہتر خالص اور میرے مزاج کے مطابق بہترین خوراک، یوں تو نے مجھے کھانا اور پینا سکھایا۔تو نے میرے ہونٹوں پر مسکراہٹیں رکھیں۔ یوں مجھے غنچہ گل کی طرح ہنسنا اور مسکرانا سکھایا۔ تو نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے پاؤں پاؤں چلایا اور اس طرح راستہ چلنے کا طریقہ سکھایا تو نے ایک ایک دو دو حرف میری زبان پر رکھے اور یوں مجھے بولنے کے انداز سے واقف کیا۔

دنیا اُتے ہور جے ہُندی تیری جیہی اک ماں
دُھپ دا کِتے نشان نہ ہُندا، ہُندی چھاں ای چھاں

تیرے پیار کی یادوں نے یہ احساس بیدار کیا ہے کہ جب تو مجھ سے پیار کرتی تھی تو مجھے احساس ہوتا تھا کہ میرا خدا مجھ سے پیار کر رہا ہے اور جب میں

Marfat.com

تجھ سے اپنی بات منوا لیتا تھا۔ تو مجھے احساس ہوتا میرا خدا میری بات کتنی جلدی مان لیتا ہے۔ کاش! میں تجھے منا لینا جان لیتا تو صحیح معنوں میں اپنے رب کو بھی منوا لینا جان لیتا۔

میں نے دیکھا ہے اور بار بار دیکھا ہے کہ جو لوگ اپنی ماؤں کے نافرمان ہوتے ہیں وہ رفتہ رفتہ اپنے رب کے بھی نافرمان ہو جاتے ہیں۔

یہ ماں اور اولاد کے رشتہ معصوم ہی کا فیضان ہے کہ ہر چند ساری مائیں خوبصورت نہیں ہوتیں لیکن پھر بھی کسی کو اپنی ماں بدصورت نظر نہیں آتی۔

ماں کی صفت ہے کہ اس کا بیٹا بدکار ہو تو وہ پھر بھی نہیں روٹھتی جبکہ بیوی پیغمبروں کی بھی روٹھ جاتی ہے۔

میری ماں! مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں سارا سارا دن کھیلتے کھیلتے تھک جاتا تھا تو میرا جی کرتا کہ تو مجھے لوریاں دے دے کر سلا دے لیکن میں اس وقت بھی دیکھتا کہ تیرے پاؤں جائے نماز کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور تو اپنے اس مالک کے حضور قیام و رکوع اور سجود میں گھنٹوں کھڑی اور پڑی رہتی تھی جس نے بڑھاپے میں تجھے ایک بیٹا عطا فرمایا تھا۔ تو اسی بیٹے کے لیے سارا سارا دن اور رات دعائیں مانگتی رہتی۔ مجھے خبر نہیں تو کیا مانگتی تھی آخر تیرا انتظار کرتے کرتے میں خود ہی نیند کی آغوش میں چلا جاتا۔ صبح اذان سحر کے ساتھ جب تو مجھے اٹھا دیتی تو اس وقت بھی جائے نماز کی سلوٹیں تیری شب بیداری اور شب خیزی کی غمازی کر رہی ہوتی تھیں۔

1988ء کے سال کے سورج کے طلوع کا دوسرا دن تھا۔ یعنی **2** جنوری **1988**ء جمعۃ المبارک دن گیارہ بجے یعنی پورے نصف النہار کا سورج جس کی

Marfat.com

تابانیوں سے دنیائے شرق و غرب فیضیاب ہو رہی تھی اور دوسری طرف میرے ذہن و فکر کو پرواز چڑھانے والا آفتابِ مامتا میرے گھر میں، میری گود میں، میرے سرہانے بیٹھے بیٹھے اچانک غروب ہو گیا۔ پھر

سارے جہاں کی دھوپ میرے گھر میں آ گئی
سایہ تھا جس شجر کا میرے سر سے کٹ گیا

مجھے اپنی نیم شب میں یاد کرنے والی بے لوث ہستی، میری خاطر میری محبت میں اندھی ہو جانے والی ممتا، مجھ پر ساری زندگی سب کچھ لٹا دینے والی ماں، گھر سے باہر نکلتے یا گھر میں داخل ہوتے ہوئے ہر بار میرا منہ چومنے والی ماں، مجھے چھوٹا موٹا جیسے پیار بھرے الفاظ سے مجھے مسحور رکھنے والی مامتا، ''جا پُتّر تجھے پیراوتھے ای خیر'' کی مختصر لیکن انتہائی جامع دعا مانگنے والی میری ماں میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون o

اماں جی کا معمول تھا، رات کے وقت گھر میں جب کبھی دیا جایا جاتا یا بلب اور ٹیوب روشن ہوتی تو آپ فوراً پڑھتیں: اِنِّیۡ اٰمَنۡتُ بِرَبِّکُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ o میں اکثر سوچتا، اس آیہ مبارکہ کے ساتھ روشنی کا کیا تعلق ہے اور اماں جی یہ آیہ مبارکہ کیوں پڑھتی ہیں۔ ایک دن میں نے پوچھ لیا: اماں جی! آپ سورہ یٰسین کی یہ آیہ مبارکہ روشنی ہونے پر کیوں پڑھتی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ تم سن لو! میں تمہارے رب پر ایمان لایا یا لائی، تو ارشاد ہوا: بیٹا! پاکستان بننے سے پہلے کی بات ہے۔ ہمارے گاؤں فتووالہ ضلع شیخوپورہ میں ایک دن ایک مولوی صاحب تشریف لائے اور انہوں نے ہر اندھیرے سے اجالا ہونے پر یہ آیت پڑھنے کا کہا اور فرمایا: جب یہ عادت پڑ جائے گی تو قبر

Marfat.com

سے بڑھ کر اندھیرا کون سا ہوگا اور حضور نبی رحمت سراج منیر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر اندھیروں کو روشنی میں بدلنے والا کون ہے۔ جب آپ قبر میں تشریف لائیں گے اور قبر آپ کے نور سے فوراً بقعہ نور بن جائے گی تو آپ حسب عادت فوراً کہہ دیں گے: اِنِّیۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّکُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ ۝ اے فرشتو یا اے میرے مدنی ماہی سن لیں، میں آپ کے رب پر ایمان لائی۔

یقیناً میری ماں کی قبر میں جب سرکار جلوہ افروز ہوئے ہوں گے تو آپ نے فوراً کہا ہوگا: یارسول اللہ ﷺ! اسی وقت کے لیے تو ساری زندگی سبق یاد کرتی رہی ہوں۔ اِنِّیۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّکُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ ۝ یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رب کی ربوبیت پر ایمان ہی میری والدہ ماجدہ رحمتہ اللہ علیہ کا ذریعہ نجات بن گیا ہوگا۔

جہاں پاؤں کبھی ڈالے تھے اُس نے
وہاں پانی سنہرا ہو گیا ہے

✽ ✽ ✽

خاک مرقد پہ تیری لے کر یہ فریاد آؤں گا
اب دعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا
عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
میں تیری خدمت کے قابل جب ہوا، تو چل بسی

(اقبال)

Marfat.com

میری پیشانی کا جھومر

"خان عبدالقدیر خاں" کی بے قدری

ایک روز خچر نے اونٹ سے کہا: اونٹ رے اونٹ! یوں تو تیری کوئی کل سیدھی نظر نہیں آتی لیکن ایک بات بڑی حیران کن ہے تو اونچی نیچی راہوں میں یکساں چلتا رہتا ہے۔ ریتلی، پتھریلی زمین اور ہموار و ناہموار راستوں پہ چلتے رہنا اور شب و روز چلتے رہنا، تیرے معمولات میں ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تو نے کبھی ٹھوکر نہیں کھائی۔ ٹھوکر کھا کر کبھی گرا نہیں جبکہ میں اکثر و بیشتر ٹھوکریں کھاتا رہتا ہوں۔ اکثر منہ کے بل گر پڑتا ہوں، ذرا تجزیہ کر کے بتا سکو گے، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

اونٹ نے کہا: ہاں! میں جب بھی چلتا ہوں، سر اُٹھا کے چلتا ہوں، میری نظر دور تک دیکھتی ہے یعنی میں سر اٹھا کے چلنا جانتا ہوں، میں دور اندیش ہوں، مستقبل پر نظر رکھتا ہوں۔ تُو جب بھی چلتا ہے سر اور گردن جھکا کے چلتا ہے، تو کوتاہ بین بھی ہے، اس لیے قدم قدم ٹھوکر کھانا اور پھر ٹھوکریں کھا کھا کر گرنا تیرا مقدر ہے، تیری کوتاہ نظری تجھے لے ڈوبی۔

اونٹ نے مزید بتایا: میں صابر و شاکر ہوں، کئی کئی دن بغیر کھائے پیئے گزارہ کر لیتا ہوں، اس کے ساتھ ساتھ حالات اجازت دیں تو وقت کی نزاکت کے پیش نظر پانی کا ذخیرہ بھی کر لیتا ہوں یعنی میں بدلے ہوئے

Marfat.com

حالات سے دل برداشتہ نہیں ہوتا۔ حالات کا مقابلہ کرنا میری فطرت ہے، تجھ میں عقل ہوتی اور تو عقل سے کام لیتا تو بوجھ پہ بوجھ اٹھائے ہوئے بھی حالات کا شکار نہ ہوتا، تو بوجھ بھی اٹھاتا ہے، ڈنڈے بھی کھاتا ہے۔

ہمارے وطن کے ایک دانشور نے دوراندیشی اور دور بینی سے کام لیتے ہوئے پاکستان، پاکستانیوں اور تمام اہل اسلام کے مستقبل کو بھانپ لیا اور محسوس کرلیا کہ عقلمند وہ ہوتا ہے جو تباہی سے پہلے تباہی کے اسباب کی اصلاح کرلے۔ کم عقل گدھے تباہی کے بعد روتے ہیں۔ لیکن اپنی اصلاح اس وقت بھی نہیں کرپاتے کہ اصلاح کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس دانشور نے مستقبل پر نظر رکھتے ہوئے محسوس کرلیا اور الکفر ملة واحدة کی طرف طاقت وقوت سے ابھرتی طاغوتی سازشوں کو پڑھ لیا۔ غرور و نخوت کی سڑاند سے متعفن شدہ ذہنوں کی تہوں سے اسلام کے خلاف اُبلتے ہوئے لاوے کو دیکھ لیا۔ اُس اندھے آتش فشاں میں جلتے، بہتے، غرق ہوتے، ڈوبتے اور صفحہ ہستی سے مٹتی ہوئی بے دست و پاء امت مسلمہ کی حالت کو پڑھ لیا اور حکم خداوندی ﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ﴾ (۸/۶۰) کی تعمیل میں کہ دشمنوں پر دھاک بٹھانے کے لیے پوری قوت سے سامانِ حرب وضرب تیار کرو، کی تعمیل میں دورِ حاضر کی سب سے عظیم اور مضبوط قوت ''ایٹم بم'' تیار کردیا۔ دشمن کی نیندیں اڑ گئیں اور پوری ملت کفر کی خوف و دہشت سے چیخیں نکل گئیں۔

وہ دانشور، وہ دور اندیش وہ عقابی نظر کا مالک جس کو قادر مطلق نے اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ عبد کی نسبت یعنی عبدالقدیر خاں کو آغاز پر نظر رکھنے اور

Marfat.com

پھر انجام پر دسترس رکھنے کی صلاحیتوں سے نوازا، وقت کے بَیْنَ الْاَقْوامی چوہدریوں نے صرف اپنی چوہدراہٹ کی خاطر کہ "کوئی نہ سر اٹھا کے چلے" کی خُو کی نخوت و غرور سے اپنی پوری طاقت کے ساتھ روکنے کی کوشش کی، لیکن ہمت و جرأت سے نوازے گئے شریف لوگوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور آخر اندر ہی اندر غیرت وحمیت کے آتش فشاں پہاڑ کے لاوے کو منصۂ شہود پر لانے کے لیے دھماکہ کر ہی دیا، تیری آواز مکے تے مدینے۔

پوری ملت اسلامیہ اور خصوصاً پاکستان اور پاکستانیوں نے چاغی کے غیر معروف علاقے کو عقیدتوں کے نذرانے پیش کیے۔ فضائیں نعرۂ ہائے تکبیر و رسالت سے گونج اٹھیں، ابھی تو مسلم خوابیدہ کے شیر نے اپنے غار سے انگڑائی لی تھی کہ وہ لوگ جن کے تن کی دھوتیاں میرے نعرۂ تکبیر سے ہی ڈھیلی پڑ جاتی تھیں، وہ بھی اور اُس کے سارے حواری بھی، اُن کی سرپرستی کرنے والوں کا پتّہ پانی ہوگیا۔

وطن کی محبت سے سرشار شرافت کے پیکروں نے پوری قوم کو سر اونچا کرنے کی سعادت سے نوازا اور ہر شہر میں، عظمت و جرأت کے نشان کو لاکھڑا کیا۔ میں جب کبھی لاہور اسٹیشن کے قرب کی سعادت کو حاصل کرتا تو اس نشان کو سلام عقیدت پیش کرتا۔ قادر و قدیر کے بندے عبدالقدیر خاں کو، اس کی دور اندیشی، اس کی دور بینی اور مستقبل پر نظر رکھنے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی خُو پر بھیگی پلکوں کا نذرانہ پیش کرتا۔

بدنصیبی وبدبختی اور شیطانیت کی ذریت اور درازگوش کی درازگوشی کی حماقت نے اچانک شب خون مارا اور شیر کی کچھار کو اپنے حصار میں لے لیا۔ یہ

Marfat.com

شاطرانہ چال اتنی شدید، اتنی اچانک اور اتنی گھمبیر تھی کہ اس رات خود ان کو بھی خبر نہیں تھی کہ اب کیا کرنا ہے۔

اس انداز سے شطرنج کی اندھی چال وہی چل سکتا ہے جس کی مستقبل پر نظر نہ ہو، کل کے انجام سے بے خبر نے جو فیصلہ بھی کیا وہ ٹھوکریں ہی کھانے والا تھا، ملک چلانا بچوں کا کھیل نہیں، جس کا کام اُسی کو ساجھے، بھلے آدمی! تو شہر میں کیوں آنکلا، شہر میں آنا گیدڑ کی موت ہوتی ہے۔ ہائے افسوس! تیری موت کو خوش آمدید کہنے والی حماقتوں نے پوری قوم کو عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ پر لا کھڑا کیا۔

حماقت کا مرض عذاب الٰہی بھی ہوتا ہے اور لاعلاج بھی، جن لوگوں کے دل نجاست سے پُر ہوتے ہیں، اُن کو انوار نظر نہیں آتے، ان بے نوروں کی بے نوری کی جبلت نے سر اٹھا کر چلنے والے کی خُو بخشنے والے دانشور کو عدالت کے کٹہرے میں لا کھڑا کر دیا کہ اس اندھوں کی بستی میں دیدہ وری کی بات کرتا ہے۔

اندھوں نے مل کے شور مچایا ہے کُو بہ کُو
تا سُن سکے نہ کوئی کسی دیدہ ور کی بات

انہوں نے اس دانشور کو عدالت میں پیش کرتے ہوئے دلیل پیش کی کہ سر! یہ شخص خدا کا نام لیتا ہے اس زمانے میں، اور وہ ایک شخص جب سے اب تک پس دیوار زنداں ہے۔

جہاں جہاں بھی کوئی زندہ ضمیر جاگ رہا ہے، وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے: اے احمقوں کی کتاب کے سرورق! تمہاری یہ حالت ہے کہ ذلت و رسوائی،

Marfat.com

نکبت و تکدر، تباہی و بربادی کا سانپ تمہیں ڈسنے کے لیے دوڑا آرہا ہے۔ میں اس جگہ کھڑا ہوں جہاں دور تک سب کچھ نظر آرہا ہے۔ میں وہ سانپ دیکھ رہا ہوں لیکن تم کہتے ہو: سانپ سانپ کہہ کر ہماری خوشیاں برباد نہ کرو۔ ہمارے رنگ میں بھنگ نہ ڈالو، بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست، تم ہماری خوشیوں میں کڑواہٹ بھرنا چاہتے ہو، تم اپنی آنکھیں بند کرلو یا ہمارے ساتھ شامل ہوجاؤ، پھر دیکھو! ڈھیٹ ہوجانے میں، مستقبل کی اندھی راہوں سے منہ پھیر لینے میں کتنے مزے ہیں۔

میں کہتا ہوں: جب تمہیں بے حمیتی کے سانپ نے ڈس لیا، جب اُس کا زہر تمہاری زندگی، تمہارا جینا اور تمہارا مرنا حرام کردے گا تو اس وقت کہو گے: تم نے ہمارا گریبان کیوں نہ پھاڑ دیا، تم نے ہمیں جگانے کے لیے پتھر کیوں نہ مارے، تم نے بے حسی کی نیند سے بیدار کرنے کے لیے ہمیں جھنجھوڑا کیوں نہیں تھا لیکن اب پچھتائے کیا ہووت...... جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

جس دور میں لُٹ جائے غریبوں کی کمائی
اس دور کے حاکم سے کوئی بھول ہوئی ہے

یوم تکبیر قصہ پارینہ ہوا، صرف دشمن کو یقین دلانے کے لیے کہ ہماری حمیت کبھی کی سوگئی، جرأت و ہمت اور ایٹم کے نشان کے نشان بھی مٹا دیئے۔ وفاداری کا ثبوت دینے کے لیے، اور وہ ہے کہ وفادار کتے کے گلے میں رسی ڈال کر کارٹونوں کی زبان میں شاباش دے رہا ہے۔ شہریار نے بیٹیوں کو برہنہ کردیا اور جدید روشنی کا نام دے دیا۔

خدارا! یہ روشنی ہم سے دور لے جاؤ، یہ ہماری ایمانی عملی اور اعتقادی

Marfat.com

آنکھوں کو چندھیا رہی ہے۔ اے دور اندیشی کی نعمت سے محروم! تجھے اس جدید روشنی کی جدت پسندی سے کیا ملا۔ وطن عزیز کی خودمختاری داؤ پہ لگی۔ جمہوری اقدار کی پامالی ہوئی، مضبوط ترین سپر پاور کی حیثیت سے محرومی ہوئی۔ محسن پس دیوار قفس ہوئے، عفت مآب بیٹیوں کے عفت مآب سر سے چادریں اُتر گئیں۔ جواں کڑیل مجاہدین کا خون رائیگاں ہوا، سرحداتِ جغرافیائی و نظریاتی غیر محفوظ ہوئیں۔ اپنوں کی پیشانی پہ بل آئے، غیروں کے تیوریاں چڑھیں، محفوظ قیمتی قومی اثاثے خطرات میں گھر گئے، وفاداریٔ اغیار میں عزت سادات بھی گئی، کارٹونسٹوں کی تضحیک کا نشانہ بنے۔ اپنا محسن، اپنا سایہ، اپنی حفاظتوں کا حصار، دستار کا شملہ اونچا کر کے چلنے کی ہمت دینے والا کسمپرسی، بے بسی اور ناکردہ گناہی کی مجرمانہ قید میں دیکھتے ہوئے تو اُن لمحات کو بددعائیں دیتے ہیں جن لمحات کا سورج اور اس کی دھوپ کی کرنیں اور تمازت، ہم سے ہماری ٹھنڈک چھین کر لے گئی۔

سوچ ہُن کوئی وَکھرا دھوکا لا نواں کوئی لارا
فیر میرے مَتھے تے لِنب دے رسوائی دا گارا

٭ ٭ ٭

وفورِ علم سے بھی آدمی اچھا نہیں ہوتا
وہی اچھے ہیں دنیا میں جو اپنے آپ اچھے ہیں
پڑھے لکھوں کی صحبت میں ہوا یہ تجربہ ہم کو
کہ اہلِ دستخط سے تو انگوٹھا چھاپ اچھے ہیں

Marfat.com

صوفی اقبال احمد دیوانہ رحمتہ اللہ علیہ

کوٹ خواجہ سعید لاہور

آنکھ بیدار نہ ہو تو مقدر کبھی بیدار نہیں ہوتا۔ ہاں! میں نے وہ شخص دیکھا ہے جس کی آنکھ بیدار تھی، بیدار آنکھ والے کو لوگ پتہ نہیں دیوانہ کیوں کہتے ہیں حالانکہ دیکھا جائے تو وہی دانا اور بینا ہوتا ہے۔ جب وہ پی اے ایف سے چیف ٹیک کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے تو ہمارے محلے میں آ آباد ہوئے۔ طویل قامت تھی، داڑھی مبارک میں سفید او سیاہ بالوں کی کھچڑی پک چکی تھی۔ دائیں ہاتھ میں اور کبھی بائیں ہاتھ میں تسبیح ہوتی تھی۔ میں نے سُنا ہے کبھی تسبیح ہاتھ میں ہوتے ہوئے بھی انسان حساب میں نہیں پڑتا بلکہ کچھ پڑھتا ہی رہتا ہے، پڑھتا ہی رہتا ہے بس وہ بھی پڑھتے ہی رہتے تھے۔ نہ جانے کیا؟ میرا دل کہتا ہے وہ صرف ماہی کا نام ہی جپتے رہتے ہوں گے۔ اس لیے کہ انہیں بس وہی ایک ہی نام یاد تھا۔

مجھے وہ اپنا استاد کہتے تھے۔ شاید اُنہیں خبر ہوگئی تھی کہ یہ انسان بہت بڑا استاد ہے اور میں اُنہیں اپنا بزرگ و مہربان تصور کرنے لگا کہ وہ ہر اعتبار سے بڑے تھے۔ عمر میں، تقویٰ میں، عشق میں، محبت رسول ﷺ میں، عبادات و ریاضات میں، خلوص میں، للہیات میں اور سخاوت میں۔

Marfat.com

اکثر کہتے: چشتی صاحب میں نے درخواست بھیج دی ہوئی ہے کہ آقا! میرے پاس نہ گھوڑا ہے نہ جوڑا ہے۔ آپ کی مہربانی، کسی کے ہاتھ بھجوا دیں۔

دستِ کرم کی وُسعت نے اور کثیر العیالی نے مفلسی کو ان کے گھر کا پتہ بتا دیا۔ ہمارے محلے سے آپ کوٹ خواجہ سعید منتقل ہو گئے۔ چمڑہ منڈی میں، ایک تاجر کے ہاں حساب کتاب کی جانچ پڑتال، دفتری امور سنبھالنے اور ٹائپسٹ کی حیثیت سے ملازمت اختیار کر لی۔ علی الصبح سے شام رات گئے تک کام، چمڑہ منڈی کے تاجر کی چمڑہ اتارنے والی کی خُو نے ان کی خوب خوب چمڑی اتاری۔ اُس کے بدلے میں البتہ ایک دو دمڑیاں بھی دے دیتا تھا تاکہ جسم وروح کی ڈوری کا سلسلہ سلامت رہے۔

کچھ عرصہ کے لیے آپ راولپنڈی میں بھی منتقل ہوئے اور سوتر رنگنے کے کارخانے میں مزدوری کرنے لگے۔ میں ایک دن اپنی اہلِ خانہ سے ناراض ہوکر اُن کے ہاں راولپنڈی چلا گیا کہ چھوٹے دل کا آدمی ہوں اور قوتِ برداشت کی شدید کمی کا شکار ہوں۔

مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے: چشتی! آج تمہارا وہ رنگ ڈھنگ نہیں، خیر تو ہے۔ اُن کے اصرار پر صورت حال سے آگاہ کیا تو کہنے لگے: سورہ انشراح آتی ہے۔ میں نے کہا: آتی ہے۔ فرمایا: سناؤ! جب میں فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ○ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا○ پر پہنچا تو فرمایا: اس کا کیا مفہوم ہے۔ میں نے بتایا: یقیناً ہر تکلیف کے بعد آسانی ہے یقیناً ہر تکلیف کے بعد آسانی ہے۔ تو ارشاد ہوا: جب مالک نے ایک جملہ ایک ہی آیت میں دو دفعہ فرمایا کہ یقیناً

Marfat.com

ہر تکلیف کے بعد آسانی ہے۔ اب اگر تکلیف آ گئی ہے تو رب کو بھسوڑی ڈال دے کہ جلدی آسانی پیدا کر، جلدی آسانی پیدا کر۔

یہ کہہ کر فرمایا: میں تمہیں یہاں نہیں رہنے دوں گا۔ کھانا کھاؤ اور ابھی چار بجے والی ریل کار سے واپس لاہور چلے جاؤ۔ میں اُن کے حکم سے واپس لوٹ آیا لیکن اپنے رب کو ''بھسوری'' نہ ڈال سکا۔ طریقہ ہی نہیں آتا۔ آخر کوئی لوگ تو ایسے ضرور ہوں گے جو اُس کو لاڈ پیار میں ''بھسوری'' ڈال دیتے ہوں گے اور وہ اس بھسوڑی میں جلدی سے اُن کا کام بھی کر دیتا ہوگا۔ قانون بدلنے پر تو وہ پورا پورا قادر ہے ناں۔

کوٹ خواجہ سعید میں ایک چھوٹی سی مسجد میں وہ مسند امامت پر فائز ہو گئے۔ مطالعے کا بہت شوق تھا۔ میں نے وہاں اُن کی لائبریری دیکھی تو بڑا لطف آیا۔ ایک دن یہ بھی ارشاد ہوا: چشتی صاحب! میرے گھر کی تمام کتابیں، رسالے اور کاغذوں کی پرچیوں پر تیار کیے ہوئے سارے نوٹس میری بیوی نے سب اٹھا کر ردی والے کو فروخت کر دیں کہ کیا گھر میں گند ڈالا ہوا ہے۔

اس محلے میں وہ چاچا جی' چاچا جی کے نام سے مشہور ہوئے اور بڑے ہر دل عزیز ہوئے۔ چھوٹے بچوں کو ٹافیاں دیتے اور اپنا بنا لیتے۔ پھر انہیں ساری نماز اور کلمے یاد کرا دیتے۔

ایک دن مولوی جاوید اقبال چشتی صابری اور میں، انہیں ملنے گئے۔ وہ ہمیں چائے کے ایک ہوٹل پر لے آئے۔ باتوں باتوں میں مجھے مفتی محمد رحیم

Marfat.com

سکندری صاحب یاد آگئے تو میں نے عرض کیا: صوفی صاحب! ہمارے ایک مہربان ہیں۔ مفتی صاحب اور اُن کے ہاں چار بیٹیاں ہیں۔ وہ اکثر نرینہ اولاد کی دعا کے لیے کہتے رہتے ہیں۔ آپ اُن کے لیے دعا فرمائیں۔ کہنے لگے: لو، یہ کیا کام ہے۔ مفتی صاحب کو خط لکھو کہ اپنے وظائف میں ہماری طرف سے گیارہ مرتبہ درودشریف کا اضافہ کرلیں۔ ٹھیٹھ پنجابی میں داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: ''ایدکاں رب پُتر نہ دے تے سانوں پھڑلئیں'' یعنی اگر اس دفعہ بیٹا نہ ہوتو ہمارا ذمہ۔ یہ بات اُن کے منہ سے نکلی تو میری جان نکل گئی کہ صوفی صاحب نے کیا کہہ دیا ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے چھین کر دینا ہوتا ہے۔ میں اُٹھ کر چلا آیا اور دو ماہ پریشان رہا۔ صوفی صاحب نے کیا کہہ دیا ہے۔ دو ماہ کے بعد بات سمجھ میں آئی کہ تو کون ہوتا ہے پریشان ہونے والا، کہنے والا جانے یا ماننے والا جانے۔

اس سمجھ کے آنے کے بعد میں نے مفتی صاحب کو خط لکھ دیا۔ تین ماہ بعد وہاں سے مبارکباد آگئی کہ چشتی صاحب آپ کو مبارک ہو، آپ کا ایک بھتیجا آگیا ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

میرے والد صاحب میاں محمد عبدالغنی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ اُن کے چہلم کی تقریب میں وطن عزیز کی ایک عظیم شخصیت مجاہد تحریک پاکستان منجھے ہوئے شاعر وادیب، صاحب تقویٰ و طہارت حضرت ظہیر نیاز بیگی صاحب رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور صوفی اقبال احمد دیوانہ صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ شاید اس بیدار آنکھ والے نے دیکھ لیا ہو، ہم

Marfat.com

اندھے کیا جانیں۔ دیوانہ صاحب نے حاجی ظہیر نیاز بیگی صاحب کو مخاطب کر کے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بلند آواز سے تین دفعہ کہا: تُو جنتی ہے۔ تُو جنتی ہے۔ تُو جنتی ہے۔

اگر کسی جنتی کو دیکھنا خوش نصیبی ہے تو یہ خوش نصیبی میرے حصہ میں آئی ہے۔ میں نے حاجی صاحب کو دیکھا اور جنت کی بشارت دینے والے کو بھی دیکھا ہے۔

کرم کی بہار کی وَن وَے ٹریفک اُن کی طرف سے مسلسل چلتی رہی اور اُس بہار میں مَیں اکثر بھیگتا رہا۔ الحمدللہ

ع ''میں سارے جہاں کو بھول گیا تیری یاد میں''

جو دشمن پر بھی نظر کرم رکھتے ہیں؟ وہ اپنے چاہنے والوں کو کیوں محروم رکھیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ایک بے زر نے گھوڑے اور جوڑے کی درخواست بھیجی ہوئی تھی۔

سُنا ہے میں نے بے زر بھی پہنچ جاتے ہیں طیبہ میں
میں دیکھوں معجزہ یہ پھر دوبارہ یارسول اللہ ﷺ
میں بے زر ہوں اور میرے پاس گھوڑا ہے نہ جوڑا ہے
کسی کے ہاتھ بھجوا دیں خدارا یارسول اللہ ﷺ

طلب سچی تھی، سچی طلب کے ساتھ درخواست بھیجی ہوئی تھی اور مسلسل ریمائنڈر بھی بھیجتے رہتے تھے۔ پھر درخواست قبول ہوگئی، سرکار نے یہ نعمت اُن کی ایک بھانجی یا بھتیجی کو عطا فرمائی جو کویت میں رہتی تھی، وہ بیمار ہوئی، ہسپتال

Marfat.com

پہنچ گئی، آپریشن ضروری ٹھہرا، آپریشن تھیٹر میں رب قریب سے سنتا ہے۔ اُس نے دعا کی: اے شافی مطلق! اگر تو مجھے شفا عطا فرما دے تو میں اپنے چچا یا ماموں صوفی صاحب کو حج کراؤں گی۔

دونوں کی درخواستیں منظور ہوگئیں، ان کو شفا مل گئی اور ان کے لیے گھوڑے اور جوڑے کا انتظام ہوگیا۔ اُس بچی نے آپ سپنسر بھیج دیا کہ جاؤ بابا حج کر آؤ۔ یوں اُن کی عزیزہ کی دعا بھی قبول ہوگئی اور صوفی صاحب بھی ماہی کی عطاء و کرم سے نڈھال ہوگئے۔ دیوانہ ہوگئے۔

دل دلبر کی امانت ہے، صوفی صاحب جان گئے تھے۔ عافیت اسی میں ہے کہ یہ امانتِ دل دلبر کے حضور پیش کردینی چاہیے، سو انہوں نے پیش کردی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ○

✲ ✲ ✲

حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانے میں ایک آدمی فسق و فجور میں غرق تھا۔ اُس کے دل سے عبادت کی لذت بالکل مفقود ہوگئی تھی۔ ایک دن اُس نے کہا: خدا نے ہمیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے کوئی دکھ اور نقصان نہیں پہنچایا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام سے فرمایا: اس نادان سے کہہ دو: ہم نے تجھ سے تمہارا ذوقِ عبادت ہی چھین لیا ہے، کیا اس سے بھی زیادہ کوئی نقصان اور دکھ ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

ایک زندہ جاوید شخص

لاہور، عروس البلاد کے مشرق میں ایک خوبصورت بستی، ''مصطفیٰ آباد'' ہے۔ یہ بستی حضرت میاں میر بالا پیر قادری رحمتہ اللہ علیہ کے دامن میں بسی ہوئی ہے۔ راقم الحروف ۱۹۶۲ء سے یہاں مقیم ہے۔ ارباب محبت کی چاہتوں کی خوبصورت زنجیریں مجھے یہاں سے کسی اور طرف منتقل نہیں ہونے دیتیں، انہی ارباب محبت میں سے ایک مولوی جاوید صاحب ہیں۔ اہل علاقہ و اہل محلہ اور اہل تعارف انہیں اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ مولوی صاحب اس لیے نہیں کہ کسی مسجد کے امام یا خطیب ہیں بلکہ میرے نزدیک اُن کے مولوی صاحب مولوی صاحب مشہور ہونے میں ایک ہی بات پوشیدہ ہیں کہ وہ مولا کی خبر رکھنے والے ہیں اور مولا کی خبر رکھنے والا ہی صحیح معنوں میں ''مولوی'' کہا جانے کا مستحق ہے۔ یہ نام انہوں نے خود متعارف نہیں کرایا اور نہ وہ تعارف کراتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ فقیر کو مولوی جاوید کہتے ہیں۔ وہ اس نام سے کیسے مشہور ہوگئے، یہ وہ جانیں یا مولا جانے۔

عقیدہ کی پختگی، زیرک پن، حاضر جوابی، بزلہ سنجی، خوش طبعی، یہ اُن کی خوبیوں کا محور ہیں۔ حضرت قبلہ حافظ قمرالدین چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ آف راولپنڈی سے دست بیعت ہیں۔ یہ مولوی صاحب کی خوش بختی کہ انہیں ایک ایسا راہبر مل گیا جس نے انہیں باخبر بنا دیا اور مجھے یہ کہنے میں بھی ہرگز کوئی

Marfat.com

خوف نہیں کہ ایسے مرید بھی شاید و باید اللہ تعالیٰ کسی کے دامن سے وابستہ فرما دیتا ہے، آنکھیں دیکھنے ہی کے لیے ہوتی ہیں لیکن محبوب! ہر ایک کو نہیں دکھائے جاتے، غیر محرم کو محرم ہی دیکھ سکتا ہے۔ دوسرے کے لیے تو اُسے دیکھنا بھی حرام ہے، محبت رسول ﷺ میں بھیگی پلکوں کی عطا غیر محرموں کو کب نصیب ہوتی ہے۔

ایمان کی پختگی اور ذات باری تعالیٰ پر گہرا اعتماد کتنی عظیم دولت ہے۔ اکثر کہا کرتے ہیں: چشتی صاحب! یہ سب یک طرفہ ٹریفک ہے ورنہ ہم نے تو حضور رحمت عالم و عالمیان ﷺ میں ہونے کی کب دعا مانگی تھی۔ ہماری کون سی کاوش اس حوالے سے کام آئی ہے۔ یہ تو بس مالک کا کرم ہے کہ اُس نے ہمیں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ! وسلم کی امت میں پیدا فرما دیا۔

مجھ کو سر سے پاؤں تک پُتلا خطا کا دیکھ کر
دھو گئی موجِ عطاء اِک ایک دھبہ دیکھ کر
خود شبِ غم آئے آکر رحمتیں برسا گئے
میرے دامانِ نظر کو بھیگا بھیگا دیکھ کر

چشتی صاحب! کیا کرم کی بہار کی یک طرفہ ٹریفک نہیں، کہ ہم اس کے احکام کی تعمیل میں ذرہ بھر بھی کوشش نہیں کرتے اور وہ اپنے نوازشاتِ پیہم کے ابرِ باراں کے برسانے میں ذرہ برابر کمی نہیں کرتا۔ اگر کبھی کوئی ٹوٹا پھوٹا سجدہ دینے کا موقع مل جاتا ہے یہ بھی تو اُس کے کرم کی بہار ہے۔ اس میں ہماری کوششوں کو کتنا دخل ہے۔

Marfat.com

میرے جرم روز افزوں، تیرا کرم روز افزوں
میری لاج رکھنے والے، تیری بندہ پروری ہے

☆......☆......☆

مری طلب بھی انہی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں، اٹھائے جاتے ہیں

نومبر 1993ء کی سولہ تاریخ تھی کہ چند ارباب محبت کی نشست گاہ راحت بیکری عزیز بھٹی روڈ لاہور کینٹ شام کو حاضر ہوا۔ محترم معظم بٹ صاحب، حاجی محمد سلیم صاحب راحت آئس کریم والے اور چوہدری ارشد صاحب راحت بیکری والے سب بیٹھے گفتگو کرتے رہے۔ ان حضرات سے میری شناسائی بھی انہی کی وجہ سے ہوئی۔ شاید یہ ان کی محبت کا اثر ہے کہ دنیوی و دینی اعتبار سے یہ لوگ بہت بلند مقام پر ہونے کے باوصف اس فقیر سے بھی محبت کرنے لگے ہیں۔ خصوصاً جناب معظم بٹ صاحب کی محبت کی قدردانی سے تو اکثر بھیگ بھیگ جاتا ہوں۔ معظم بٹ صاحب حضرت پیر قندھاری رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز واقفِ اسرارِ الٰہیہ حضرت صوفی محمد صدیق صاحب مرولہ شریف نزد باما بالا ضلع اوکاڑہ سے فیض خوردہ ہیں اور وہ اکثر اپنے پیر کے فیض بخش دھارے میں ڈوبے نظر آتے ہیں۔

اُس شام ہم تقریباً ۷ بجے معظم بٹ صاحب کی دکان سے اُٹھے، وہ بھی اس روز اپنے فرائض منصبی سے جلد فارغ ہو چکے تھے۔ ہم اکٹھے مصطفیٰ آباد گھر کے لیے روانہ ہوئے، بس اسٹاپ پر رش تھا۔ کہنے لگے: چشتی صاحب چلو پیدل ہی چلتے ہیں، اگرچہ سارے دن کی تھکن سے جسم چور چور تھا لیکن انکار نہ کر

Marfat.com

سکا۔ پھر پیار و محبت کے شیرے میں ڈوبے باتیں کرتے کرتے مصطفیٰ آباد پہنچ گئے اور اتنے سفر کے اثرات کی تلخی اس شیرے میں ڈوب کے رہ گئی۔

راستے میں باتوں باتوں میں انہوں نے بتایا کہ میں جب پیپسی کولا فیکٹری گلبرگ میں مینجر تھا، ان دنوں مجھے لو بلڈ پریشر کی شکایت ہوگئی، یہ تکلیف اتنی زیادہ ہوئی کہ مجھے دن رات میں بعض اوقات دو دو مرتبہ یو سی ایچ اسپتال گلبرگ لے جایا جاتا، پنڈلیوں میں سے جان نکل جاتی، جسم کمزور پڑ جاتا، دل گھبرانے لگتا اور ڈاکٹر حضرات انجکشن پر انجکشن لگاتے۔ اس مرض نے مجھے نڈھال کر دیا۔ کسی صورت نجات ملتی نظر نہ آتی تھی بلکہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

کہنے لگے: ایک دن ذہن میں آئی کہ جاوید بھائی! اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی راہنمائی کے لیے اپنا مقدس کلام پاک نازل فرمایا ہے۔ اس کلام پاک میں پوری انسانیت کے لیے دینی و دنیوی بھلائیوں کا بے پناہ سامان موجود ہے۔ کیا اس میں میرے درد کا مداوا نہ ہوگا۔ کیا اس میں میرے مرض کا علاج نہیں ہوگا۔ اس میں بار بار غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے، مجھ میں اتنا علم تو نہیں کہ اس میں تدبر و تفکر کر سکوں اور اس میں سے علم و فضل کے موتی تلاش کر سکوں لیکن اس کی تلاوت تو کر سکتا ہوں۔

یہ ذہن میں آنا تھا کہ میں نے قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا۔ میں نے روز تین تین ساڑھے تین پارے پڑھنے شروع کر دیئے۔ پھر سات آٹھ روز میں قرآن پاک ختم کرنا شروع کر دیا اور اس کے اثرات مرتب ہونے لگے۔ ایک دو ماہ میں تکلیف آہستہ آہستہ خود بخود ہی ختم ہوتے ہوتے ایسے عنقاء ہوئی

Marfat.com

کہ جیسے مجھے یہ مرض کبھی تھا ہی نہیں۔

کچھ عرصہ بعد یہ معمول ختم ہوگیا تو ایک اور تکلیف نے سر اٹھا لیا۔ میں نے بھولا ہوا سبق پھر یاد کیا اور پہلے کی طرح پھر تلاوت کلام پاک شروع کردی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بار بھی مجھے اس تکلیف سے نجات بخشی۔ اس کے علاوہ میں نے محسوس کیا کہ واقعی کلام پاک کی تاثیرات میں جسمانی امراض ہی نہیں، روحانی دنیا کے سامان کی بھی فراوانی موجود ہے اور یہ نعمت ایک خاص قسم کی روحانی طاقت اور سکون فراہم کرتی ہے۔

مولوی جاوید صاحب کے اس آخری جملہ سے مجھے اپنی والدہ ماجدہ محترمہ کرم بی بی صاحبہ رحمتہ اللہ علیہا کی بات یاد آگئی۔ آپ کی عمر مبارک کوئی سو سال سے اوپر تھی۔ ان دنوں میرے والدین کریمین رحمتہ اللہ علیہا جامع مسجد حنفیہ نفیریہ، نفیر آباد شالامار ٹاؤن لاہور میں مقیم تھے۔ راقم الحروف وہاں مسجد کی خدمت پر مامور تھا۔ اس علاقہ میں ایک ڈاکٹر شیخ محمد یونس صاحب ہیں جو اپنے تقویٰ پرہیز گاری کی وجہ سے بڑے معروف ترین اور مقبول ترین معالج ہیں۔

ایک روز والدہ صاحبہ علیل ہوگئیں اور میں ڈاکٹر محمد یونس صاحب کو بلا لایا۔ ڈاکٹر صاحب نے والدہ صاحبہ کا چیک اپ کیا، مائیکروسکوپ لگایا، بلڈ پریشر چیک کیا تو اچانک حیرت سے میری طرف دیکھا۔ بعد از فراغت کہنے لگے: چشتی صاحب! اماں جی میں اس عمر میں بھی بہت طاقت و ہمت اور قوت ہے۔ تو میں نے عرض کیا: ڈاکٹر صاحب! یہ وہ طاقت نہیں جسے ہم مادی طاقت کہتے ہیں۔ دراصل والد صاحب اور والدہ صاحبہ کا سارا وقت تلاوت کلام پاک اوراد و وظائف اور تعلیم و تدریس میں گزرتا ہے۔ یہ سب اس روحانی قوت کا

Marfat.com

مظہر ہے جو آپ اس وقت محسوس کر رہے ہیں۔

مولوی جاوید صاحب اور حاجی محمد سلیم صاحب راحت آئس کریم والوں کے درمیاں اکثر کوئی نہ کوئی بحث چھڑی رہتی ہے جس سے پوری بزم کشت زعفران بنی رہتی ہے اور ارباب محبت اس باہمی نوک جھونک سے بھرپور لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری رحمتہ اللہ علیہ 16-11-1993 کو وصال فرما ہوئے، جو صحاح ستہ کے مترجم تھے اور اہل سنت کے مایہ ناز قلمکار و محسن تھے۔ راقم الحروف نے ان کی خدمات کا تذکرہ کیا، پھر اُن کے وصال پر ارباب محبت کے پیغامات کا ذکر کیا کہ محترم حاجی محمد سلیم صاحب نے کہا کہ اُن کے وصال پر بڑا افسوس ہوا ہے۔

مولوی صاحب فوراً بول اٹھے: افسوس کیسا؟ ان کو وصالِ الٰہی ہوا، صبر تو اسی کا نام ہے کہ مالک کی طرف سے جو آئے اُسے آمنا و صدقنا کہا جائے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح اپنی گردن چھری کے نیچے رکھ دینا، اُن کے لیے دستِ دعا دراز کریں کہ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے۔ کسی تکلیف پر بھی افسوس ہائے وائے کے الفاظ و جذبات بے صبری کی علامت ہے جو مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

صبر و استقلال کی بات آئی، تو معظم بٹ صاحب کو اپنے ایک پیر بھائی کی بات یاد آگئی۔ حاجی محمد نواز صاحب لاہور شہر کے اندرن میں رہنے والے تھے اور اپنے دور کے اچھے خاصے کن ٹوٹے لوگوں میں شمار ہوتے ہیں ٹھاٹھ باٹھ کی امیرانہ زندگی کے رسیہ تھے۔ نہ جانے کیسے حضرت قبلہ صوفی محمد صدیق صاحب مرولہ شریف والوں سے شناسائی ہوگئی، ان کی طویل و خوبصورت کہانی پھر کسی

Marfat.com

وقت بیان کی جائے گی۔ بٹ صاحب کو ان کے صبر و استقلال کا جو واقعہ یاد آیا، وہ دور حاضر کا ایک عظیم واقعہ ہے۔

بٹ صاحب کے ایک دوست نے کوٹ عبدالمالک شیخوپورہ روڈ پر ایک ماچس فیکٹری لگوائی اور حاجی محمد نواز صاحب کو وہاں مینجر لگا دیا، فیکٹری چل نکلی، اردگرد اور قرب و جوار کے لوگوں کو روزگار ملنا شروع ہو گیا۔ فیکٹری میں چالیس کے قریب چھوٹے بڑے بچے بھی کام کرتے تھے، ایک دن اچانک کہیں سے آگ بھڑک اٹھی۔ مین گیٹ کے ساتھ ہی پڑے سامان سے شعلے اٹھنے لگے، باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ چیخ و پکار پڑ گئی، بچے کبھی چھت پر کبھی نیچے اوپر آتے، لیکن بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ حاجی صاحب نے نو انچ کی دیوار کسی طریقے سے توڑی اور جلتے بھنتے بچوں کو پیچھے سے کھینچ کھینچ کر باہر نکالنے لگے۔ اس حادثے میں خود حاجی صاحب کے تمام کپڑے، تمام جسم، تمام بال بلکہ جسم کی تمام کھال جل کر پگھل گئی۔ صرف ایک آزار بند جو زور سے کمر کے ساتھ بندھا ہوا تھا، وہی رہ گیا۔ پاؤں کے بوٹ بھی پگھل گئے۔ حاجی صاحب تمام بچوں کو باہر نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ حاجی صاحب اُسی طرح باہوش و حواس پیدل چل کر قریب ہی گھر تھا، وہاں گئے۔ حاجی صاحب کی بیوی نے ننگ دھڑنگ چلتی پھرتی لاش دیکھی تو خوف سے اُس کی چیخ نکل گئی۔ حاجی صاحب نے کہا: سکینہ! ڈرو نہیں، میں تمہارا خاوند حاجی نواز ہوں۔ چارپائی بچھاؤ اور میرے اوپر چادر ڈال دو۔ اتنے میں لوگوں نے تمام زخمیوں کے لیے فوراً ایک ٹرالی کا انتظام کیا۔ حاجی صاحب کو بھی ٹرالی میں ڈال لیا اور میو ہسپتال کی طرف لے کر چل دیئے۔ جب ٹرالی داتا صاحب کے قریب پہنچی

Marfat.com

تو حاجی صاحب کو پتہ چل گیا کہ داتا صاحب کا دربار آ گیا۔ آپ نے فرمایا: ٹرالی روکو یار، داتا صاحب کو سلام تو کرلیں، ٹرالی روکی گئی۔ آپ نے فاتحہ پڑھی، دعا کی، داتا صاحب کو سلام کیا اور ٹرالی میو ہسپتال کی طرف چل پڑی، لیکن ہسپتال پہنچتے پہنچتے حاجی صاحب اپنی مالک حقیقی سے جا واصل ہوئے۔
انا للّٰہ وانا الیہ راجعون O

بٹ صاحب نے بتایا: وہ لاش آج بھی میرے سامنے آتی ہے تو خوف سے کپکپی طاری ہوجاتی ہے۔ جب اس کی خبر حضرت قبلہ صوفی محمد صدیق صاحب کو ملی تو وہ جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف لائے تو آپ نے ٹرالی والے سے، لوگوں سے، گھر والوں سے، بار بار پوچھا: اس حالت میں حاجی صاحب نے کہیں ہائے وائے، واویلا یا درد و کرب میں چیخ و پکار تو نہیں کی۔ سب نے بیک آواز بار بار یہی کہا کہ اس سارے واقعہ میں حاجی صاحب نے ایک بار بھی ہائے نہیں کیا، کہیں بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا، اپنے ہوش و حواس برقرار رکھے تو حضرت قبلہ نے فرمایا: اگر تمہاری بات سچی ہے تو حاجی نواز واقعی جنتی ہے، جنتی ہے، جنتی ہے۔

بٹ صاحب نے یہ واقعہ سنایا، تو ہم سب حیرت میں ڈوب گئے۔ اے مالک! کیا اس دور میں بھی تیرے صابر بندے ایسے موجود ہیں۔ شاید ایسے ہی صابر لوگ ہوتے ہوں گے جن کے بارے میں تو فرماتا ہے: ان اللّٰہ مع الصبرین کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

زباں پر شکوۂ رنج و الم لایا نہیں کرتے
محمد مصطفیٰ کے باغ کے سب پھول ایسے ہیں

Marfat.com

جو بن پانی بھی تر رہتے ہیں مرجھایا نہیں کرتے

اے دورِ جدید کی جدید روشنی کے دلدادگان! تم نے ترقی کی راہ پر قدم رکھ دیا ہے۔ اکیسویں صدی نے معاشی و سائنسی میدان میں حیرت انگیز معجزے دکھا دیئے ہیں۔ زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں چھپے خزانوں سے اپنی جھولیاں بھر لی ہیں۔ سمندروں کی پنہائیوں سے ہیرے جواہرات اور لعل و گہر تلاش کر لیے ہیں، سمندروں کے سینوں پر لاکھوں من لوہے کے جہاز سے سفر کرنا سیکھ لیا ہے۔ فضاؤں کی بلندیوں پر اڑنا اور پرواز کرنا سیکھ لیا ہے لیکن کتنی بدنصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صابر و شاکر بندوں کی طرح زمین پر چلنا نہ سیکھا۔

بات کہاں سے چلی تھی، کہاں جا پہنچی۔ مولوی جاوید صاحب نے مزید بتایا کہ میں مدنی روڈ مصطفیٰ آباد لاہور کے جس مکان میں کرایہ پر رہائش پذیر تھا، لوگوں نے بتایا کہ اس مکان پر جنوں بھوتوں کا سایہ ہے۔ میں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور مکان کرایہ پر لے لیا، لیکن گاہے گاہے کوئی ایسا واقعہ ہو جاتا جس سے گھر والے اور بچے گھبرا جاتے۔ ان کے ذکر کرنے پر میں ان کو جھڑک دیتا کہ یہ سب تمہارا وہم ہے اور کچھ نہیں۔

ایک دن ایسا ہوا کہ مکان کی چھت جو بہت اونچی تھی اور جہاں چھت والا پنکھا لٹکا ہوا تھا۔ اس کے راڈ کے ساتھ والی چھت کی جگہ پر ایک چھوٹے سے بچے کا پاؤں لگا ہوا ہے۔ میرے گھر والوں نے مجھے دکھایا، میں حیرت زدہ رہ گیا کہ اتنی اونچی چھت پر اتنے چھوٹے بچے کا پاؤں اتنی صفائی کے ساتھ لگانا کوئی معمولی بات نہیں، میں حیران تو ہوا لیکن بچوں پر اس کا اظہار نہ ہونے دیا۔

میرے ایک دوست ہیں ملک صاحب، میں نے اُن سے ذکر کیا اور ان کو

Marfat.com

گھر میں لا کر بچے کا پاؤں بھی دکھایا۔ تو وہ مجھے مدینہ کالونی والٹن روڈ لاہور کینٹ میں ایک مولانا صاحب کے پاس لے گئے۔ وہ دیوبندی مکتب فکر کے ایک معروف عالم دین تھے، رات کافی بھیگ چکی تھی، انہوں نے ایک کتاب نکالی، اس میں ایک قینچی رکھی، اس کو مضبوطی سے باندھا اور مجھے مضبوطی سے تھام کر رکھنے کو کہا اور کہا: کہ کتاب پھرنے نہ پائے لیکن اُن کے پڑھتے پڑھتے ہزار کوشش کے باوجود کتاب میرے ہاتھ سے پھر گئی اور یہ واقعہ دو تین دفعہ دہرایا گیا اور ہر بار میں کتاب کو ہزار کوشش کے باوجود محفوظ نہ رکھ سکا۔

آخر مولوی صاحب نے کہا: آپ کل یہ یہ چیزیں لے آئیں، میں عمل بھی کروں گا اور دم بھی کروں گا۔ اس کے بعد یہ سایہ وغیرہ دوبارہ اس گھر میں کبھی نہیں آئے گا اور نہ بچوں کو خوفزدہ کرے گا۔

مولوی صاحب کی باتیں حیران کن تھیں اور ناقابل یقین بھی۔ میرے نہاں خانۂ دل میں سوئے ہوئے جاوید نے کہا: جاوید تو کن جھنجھٹوں میں پڑ گیا ہے۔ یہ علاج ملاج بجا سہی لیکن ذرا قرآن پاک کی طرف رجوع کر کے دیکھو۔ آیا اس تکلیف کا علاج بھی اس میں موجود ہے یا نہیں۔

دوسرے روز میں نے پرانا نسخہ استعمال کرنا شروع کر دیا، میں نے حسب معمول قرآن پاک ہاتھ میں لیا اور سابقہ دستور کے مطابق تلاوت کلام پاک شروع کر دی۔ اس کے اثرات فوراً مرتب ہوئے، وہ چھت والا بچے کے قدم کا نشان بھی مٹ گیا اور اس کے بعد کبھی کسی ڈراؤنی شکل نے بھی اہل خانہ اور بچوں کو ڈرانے کی کوشش نہیں کی۔ الحمدللہ!

جاوید بڑا گہرا آدمی ہے۔ اپنے دل کا راز نہیں بتاتا لیکن مجھے یقین کامل

Marfat.com

ہے کہ اس کی باطن کی آنکھ جو کھلی ہوئی ہے وہ اُس کے مرکز دل و نگاہ حضرت حافظ قمر الدین چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ جاوید کے پیر خانے کے آداب بجالانے کے انداز بھی انوکھے ہیں۔ پتہ نہیں یہ آداب فرزندگی اس میں کس نے ودیعت کئے ہیں۔ جاوید نے ایک عرصہ اپنے پیر خانہ میں گزارا ہے۔ لیکن اُس پورے عرصہ میں پیرخانہ کا باتھ روم کبھی استعمال نہیں کیا۔ کہتے ہیں: مجھے حیاء آتی ہے۔

جب پیر خانے میں حاضری کا وقت ہوتا ہے اگر ساری دنیا مل کر بھی اُس کے راستے مسدود کردے، پھر بھی وہ ہر قیمت پر پہنچ جانے میں کامیاب ہوجاتا ہے اور کہتا ہے: یہ سب ون وے ٹریفک کے اثرات ہیں۔

وہ تشریف لائیں یہ اُن کا کرم ہے
یہ گھر ہے کہاں اُن کے آنے کے قابل
کرم نے رکھی لاج سجدوں کی میرے
یہ سر ہے کہاں آستانے کے قابل

✽ ✽ ✽

قال را بگذار مردِ حال شو
زیرِ پائے کاملاں پامال شو

Marfat.com

بابا جی!

بابا جی محمد اسماعیل سائیکل اسٹینڈ آئی ای آر کیمپس یونیورسٹی لاہور

وقت کا تیز دھارا بہتے بہتے اتنی دور چلا جاتا ہے کہ لہروں کا اتار چڑھاؤ بھی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ جب کبھی کوئی شخص چاہت و محبت کی دور بین لے کر اسے دیکھنے کی کوشش کرتا ہے تو نہ صرف لہروں کا خوبصورت زیر و بم نظر آنے لگتا ہے بلکہ اس کی گہرائی میں سے کئی قیمتی موتی بھی نکال لاتا ہے۔ البتہ اکثر و بیشتر دیکھنے والے لوگ دریاؤں اور سمندروں کے دھانے ہی ماپتے ہیں، اُنہی میں غواصی کرتے ہیں، غوطہ زنیاں کرتے ہیں، لیکن ہم نے چاہا، کسی ندی یا آبِ جو کی سیر کریں۔ یقین جانیے: آب جُو کی ٹیڑھی میڑھی اور بل کھاتی ادا بڑی دلفریب ہوتی ہے۔ وہ یادوں کی سپنی کی طرح آگے اور آگے بڑھتی ہی چلی جاتی ہے اور جستجو کے دھنی کا سفر بھی لامتناہی ہوتا چلا جاتا ہے۔

وہ شخص جس کو تو نے فراموش کر دیا
حد درجہ محترم تھا ترے نام کی طرح

نیو کیمپس لاہور کے علم و فضل کے وسیع سمندر میں غرق دنیا کو کیا معلوم کہ یہیں کہیں انتہائی خاموشی سے ایک چھوٹی سی بوڑھی ندی بھی بہہ رہی ہے جس طرح ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی، اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ گرد و غبار سے اٹی ہوئی چیز سونا نہ ہو، سائیکلوں، موٹر سائیکلوں کی حفاظت و نگرانی، بوکھلا

Marfat.com

دینے والا اور چڑچڑے پن کا عطیہ دینے والا کام ہے۔ ہر ایک سے جھک جھک، ہر ایک سے بک بک، کوئی سائیکل کا نمبر ساتھ ملے گیا تو کوئی من چلا پیسے ہی دے کر نہ گیا۔ کوئی جلدی میں اپنی سائیکل یا گاڑی بے ترتیبی سے کھڑی کر گیا۔ کسی نے شرارت سے ذرا دھکا دیا اور تمام سائیکل گرا، یہ جا وہ جا۔ اگر ایسے میں سائیکل سٹینڈ کی نگرانی کرنے والا چڑچڑا نہیں ہوتا، غصے کا پر کالا نہیں بنتا، بلکہ متانت، سنجیدگی، فرض شناسی، نیکی، خوش خلقی اور ہر دلعزیزی سے لوگوں کو اپنے لیے بابا جی، بابا جی کے لفظ کہلوانے پر مجبور کر دیتا ہے تو یہ وہ شخص ہے جو آئی!ای! آر سائیکل سٹینڈ کا رکھوالا محمد اسماعیل ہے۔ محمد اسماعیل ۸۰ کے پیٹے میں ہیں اور لوگ انہیں بابا جی! بابا جی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

بیٹے آؤ! آؤ آپ کی گاڑی وہ کھڑی ہے۔ کوئی بات نہیں، بیٹوں سے پیسے نہ بھی لیں تو کیا فرق پڑتا ہے۔ بابا جی! محبت کے زمزمے بہا رہے تھے، گویا وہ کہہ رہے تھے۔

دشمن بھی جو آئے تو مرے سائے میں بیٹھے
میں ایک گھنا پیڑ سرِ راہ گزر ہوں

میں نے عرض کیا: بابا جی! میں گاڑی نہیں لینے آیا بلکہ آج آپ کا انٹرویو لینے آیا ہوں۔ بیٹے! ہم چھوٹوں کے انٹرویو میں تمہیں کون سی بڑی بات ملے گی۔ ڈاکٹر چغتائی صاحب ہیں، ڈاکٹر رشید صاحب ہیں اور بہت لوگ ہیں پڑھے لکھے، دنیا تو ان کا انٹرویو لیتی ہے۔ غریب کی جھونپڑیوں کے گلاب بھی مزاروں کے لیے کھلتے ہیں۔ بیٹے! دولہا کے لیے نہیں ...... لیکن میرے اصرار پر فرمایا۔ ۱۹۰۵ء کی ایک صبح ضلع گورداسپور (بھارت) کے ایک گاؤں دھاریوال میں ایک عورت

Marfat.com

سلطانہ بی بی کی گود میں ایک بچہ اللہ بخش کی پدری شفقت کا سہارا لیے پیدا ہوا۔ اللہ بخش صاحب تو ایک سال ہی میں بے سایہ کر کے چھوڑ گئے۔ پھر

سارے جہاں کی دھوپ مرے گھر میں آ گئی
سایہ تھا جس شجر کا مرے سر سے کٹ گیا

ذرا بڑا ہوا، زمیندارا تھا۔ وہی کرنے لگے۔ مویشی چرائے، پڑھائی؟ بیٹے ایک بار ماں سکول لے کر گئی تھی۔ ایک استاد صاحب ایک بچے کو بُری طرح پیٹ رہے تھے۔ دوسروں کے حالات سے عبرت حاصل کی اور دوبارہ سکول کی طرف منہ نہیں کیا۔ بڑے ہوئے تو دھر لیے گئے۔ ایک ہیڈ ماسٹر صاحب تھے، نام بشیر احمد تھا۔ شاید ...... ہاں ہاں یہی نام تھا۔ ۱۹۴۲ء کی بات ہے۔ کاغذ، پنسل، تختی، دوات ہر چیز دی، پڑھایا اور تعلیم بالغاں کا سرٹیفکیٹ بھی عطا کیا۔

تصور میں کسی کے کھو گیا ہوں
کوئی قلب و نظر پہ چھا گیا ہے

ماں؟ جس کی تربیت سے میں انجم کا ہم قسمت ہوا۔ خدا بخشے بہت نیک تھیں۔ تلاوتِ قرآن پاک، نماز، روزہ کی پابندی، یہ تھوڑی بہت نیکی جو میرے حصے میں آئی، یہ انہی کا عطیہ ہے۔ ایک بار پانی میں چھ ماہ تک ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر وظیفہ بھی کیا۔ اچھوں کی صحبت ملی، نصیب جاگے، اولاد اچھی اور فرمانبردار ہے، عزت دیتی ہے اور پیار بھی۔ کام نہیں کرنے دیتی۔ لیکن سوچتا ہوں: ایک دفعہ بیٹھ گیا تو دوبارہ اُٹھ نہیں سکوں گا۔ دال چاول پسندیدہ غذا ہے اور کریلے بھی، لیکن نیم چڑھے نہیں۔ کہیں طبیعت میں کڑواہٹ پیدا نہ ہو۔

تحریک پاکستان .... سہانا خواب بھی ہے، خوفناک کہانی اور حقیقت کا

Marfat.com

روپ بھی۔ مَیں اس تحریک کا ایک ادنیٰ مجاہد اور مسلم لیگ کا ایک چھوٹا سا سپاہی تھا۔ مسلم برادری پر ہندوؤں کی زیادتی کے زخم، معاشی و تمدنی کمر توڑ پالیسی مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی، بُری رسوم اور کھوکھلی انا کا عفریت، اسلامی معاشرے کی تباہی کے لیے کافی تھے۔ سیاسی مفلوک الحالی، اپنوں کی میر جعفریاں، غیروں کے شاطرانہ حربے، اذانوں اور قربانیوں پر پابندیاں، مسلمانوں کے خلاف غیر مسلموں کے شودری اذہان تحریک پاکستان کے محرک تھے۔

ظفرؔ چشتی کی آنکھوں کے کٹورے پھر چھلک اٹھے
کسی نے تو یقیناً وہ کہانی پھر کہی ہوگی

میرا قائد، قائد ہی نہیں قائداعظم تھا۔ قسمت کا دھنی، مقدر کا سکندر، جسم کا لاغر لیکن ہمت کا کوہِ گراں، قول و فعل میں یکسانیت کی حسین تصویر، جسمِ لطیف کے مالک قائد نے قوم کا درد محسوس کیا۔ ایک آزاد قوم کے لیے آزاد وطن پاکستان بنا کر دم لیا۔ اس کے لیے ہزاروں جانوں کے نذرانے، لاکھوں عصمتیں، سینکڑوں معصوم بچوں کی بھینٹ، خون کے دریا، چیخ و پکار، آہ و بکا میرے پاک وطن کی تلخ یادیں ہیں۔ مَیں، میری اہلیہ اور بچے قوم کے ساتھ اس سفر میں ہمسفر تھے۔

ہم نے خیرات میں یہ پھول نہیں پائے ہیں
خونِ دل صرف کیا ہے تو بہار آئی ہے

پاکستان میں ایک پرائیویٹ بنک میں ۲۲ سال دربان کی حیثیت سے بسر کیے۔ سر چھپانے کے لیے مختلف مقامات پر جھونپڑیوں نے پناہ دی۔ ایل ڈی اے نے تین مرلہ پلاٹ اقبال ٹاؤن میں دے دیا ہے۔ اقساط کا بوجھ کمر دوہری کرنے کو کافی ہے۔ دس ہزار روپے کی خطیر رقم ہے، نہ جانے کب تک ادا ہو۔

Marfat.com

اِس دنیا میں اچھوں کی کمی نہیں، اگر اس جہاں میں جتا جتا کے محبت اور دکھا دکھا کے خلوص بہت قریب سے مجھے لوٹنے والے بھی ملے، وہاں اپنے جیب خرچ سے کچھ نہ کچھ بچا کر ایک چھوٹی سی دکان ڈال کر دینے والے بھی ہیں جس سے آج تک دال روٹی چل رہی ہے۔ کسی صاحبِ درد نے سائیکل سٹینڈ کا ٹھیکہ لے دیا ہے، کام بھی مل گیا ہے، دل بھی بہل گیا اور عزت بھی مل گئی۔

وہ دن میرے لیے آج کی طرح بہت خوبصورت تھا۔ ۱۹۵۳ء کی بات ہے۔ جب اس یونیورسٹی کے بچوں نے مجھے ایک تقریب میں چیف گیسٹ کا اعزاز بخشا۔ مَیں ایک بہت بڑی کرسی پر بیٹھا۔ جلسے کی ساری کارروائی دیکھتا رہا۔ مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے اسناد پر دستخط کیے اور بچوں میں انعامات تقسیم کیے۔ اسی طرح آج کا دن بھی بڑا فرحت افزا ہے کہ ایک جاہل، غیر معروف، سائیکل سٹینڈ پر کام کرنے والا بوڑھا بابا پاکستان کے بہت بڑے تعلیمی ادارے کے ایک رسالہ ''آ گہی'' کے لیے انٹرویو دے رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے، قوم جاگ رہی ہے۔ اسے احساس ہو رہا ہے کہ غربت و افلاس کے غبار سے اٹی ہوئی شخصیات بھی قابلِ قدر ہو سکتی ہیں۔

میری طرف سے ایک پیغام مستقبل کے معماروں کے نام:

''تعلیم پر خصوصی توجہ، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، عظمت کا زینہ ہیں۔ ہر وہ قدم جس سے ملک و ملّت کے ایک ذرّہ کے نقصان کا بھی اندیشہ ہو، وہ قدم اٹھنے سے پہلے کٹ جانا بہتر ہے۔ تحمل، بُردباری شہ زور نوجوانوں کے ماتھے کا جھومر ہے۔''

✲ ✲

Marfat.com

کوزے میں سمندر

معروف شاعر عزیز کامل کا خاکہ

ایک شخص رستے کی تلاش میں تھا، راستہ بھی ان لوگوں کا جو انعام یافتہ ہیں، تلاش تو مجھے بھی اُس راہ کی تھی لیکن میں عشق میں ناکام لوگوں کی طرح، اچانک یوں ہوا، اس کے مفلر میں ادھ کھلے چہرے پر نظر پڑی، بس وہ ایک لمحہ آنکھوں میں بس گیا، یا وہ شخص ایک لمحہ میں ڈھل کر، نظروں کی سیڑھیوں کے راستے دل کے مکان میں اتر گیا، وہ راستہ میرے لیے اجنبی نہ تھا لیکن اسے دیکھ کر راستہ بھول گیا۔ ''ایک لمحہ زندگی کی اک کہانی دے گیا''

اِس سے پوچھ، اُس سے پوچھ، کبھی اس کوچہ میں اور کبھی گلی کی اس نکڑ پر، کچھ لوگ راستہ بتانے سے گریزاں بھی تھے۔ شاید اس لیے کہ یہ شخص وہاں نہ جائے، ہمارے پاس رہے۔

کوئی جادو تھا اس کی شخصیت میں
نظر پڑتے ہی پتھر ہو گیا ہوں
مجھے کامل یہ کس نے چھو لیا ہے
میں خوشبو سے معطر ہوگیا ہوں

طلب سچی ہو تو منزل مل ہی جاتی ہے، اشک سچے ہوں تو ضائع نہیں

Marfat.com

جاتے، پلکوں سے گرتے ہیں اور قدم تک جا پہنچتے ہیں اس کی آنکھ کی پتلی میں، مطلوب کی تصویر، تحریر ہو چکی تھی اس لیے کوئی موڑ، کوئی راہ کی تاریکی، اور کوئی نکڑ، سدِ راہ نہ بنی اور وہ منزل پر پہنچ گیا۔ ''اس شگفتہ چہرے کی رنگینیوں کی لَو'' میری رہبر تھی۔ چونکہ میری منزل بھی وہی تھی لہٰذا میں بھی ٹک وہاں جا پہنچا۔

''چھاؤں برس برس کی تو کچھ بھی نہ کرسکی
گویا ہم بھی کسی کی چاہ میں مجذوب ہوگئے''

وہاں اہل نظر کا اک جہاں آباد تھا، وہ لوگ لفظوں کو تولتے تھے، لفظ زبان سے نکلا، اہل نظر نے پل بھر میں تولا، ناپا، پرکھا، کھال تک اتاری، جب ہر انداز نکھرا پایا، بھایا، تو داد کا مینہ برسا دیا، سنتے ہیں ایسے بھی ہوتا ہے لوگ لفظ چباتے ہیں، پوٹوں میں، مسلتے ہیں، تیوڑی چڑھاتے ہیں، منہ سکیڑتے ہیں اور ''داد کی جگہ پتھر برساتے ہیں'' لیکن وہاں تو مجھ سا بے برگ وثمر شخص بھی تحسین وآفریں کے گلابوں میں دب گیا۔ آپ خود سوچیں، کامل کا کیا حال ہوا ہوگا۔

ان میں ایک اور شخص عمیق نظر، بلند نظر، بلند نظروں میں ایسے جیسے شاہ زاد ہو، اُس نے میرے ممدوح کو دیکھا، معاً اُس کی زبان سے نکلا اوہ پیر کامل آپ، یہ شخص جو عزیز کامل کو پیر کامل کی شکل میں دیکھ رہا تھا، وہ تھا شہزاد احمد، حرفوں لفظوں، نقطوں، نکتوں، تخیل، فکر، سوچ کے سارے شہروں کا حکمران شہزاد احمد یہ تحسین کا انداز کیا خوب انداز تھا۔

لوگ محفل سے بے بہا نکلے
تم مگر سب سے خوش نما نکلے

سٹیج پر آیا اور شاہِ خوبانِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور اپنی فکر کا

Marfat.com

نذرانہ پیش کیا۔

جسم تا روح ٹھکانے اُن کے
ذہن، دل، آنکھ، گھرانے ان کے
آج بھی، کل بھی، انہی کے چرچے
وقت ان کا ہے زمانے اُن کے
قافیہ، بحر، ردیفیں اُن کی
اُن کی نظمیں ہیں ترانے اُن کے
اک سہارا ہے ابد تک مجھ کو
میں تو زندہ ہوں بہانے ان کے

بظاہر وہ اس بزم مین اجنبی تھا شاید ہی کوئی آنکھ ایسی ہو جس نے اسے پہلے کبھی جی بھر کے دیکھا ہو، اگر کسی نے دیکھا ہوا تھا تو پھر بھی اجنبی تھا کہ کسی کی پہچان میں نہ آیا، لیکن جب شہنشاہ عالی وقار، عربی ناقہ سوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سہارے جینے اور انہی کے بہانے زندہ رہنے کی حقیقت بیان کرنے لگا۔ تو وہ سب کو یوں لگا کہ یہ تو سب کے لیے سب سے عزیز تر ہے اور بے جان حسرتوں اور لفظوں کو جان بخشنے لگا تو محسوس ہوا: کامل ترین بھی ہے یعنی ترکیب یوں ہوئی: عزیز ترا اور کامل ترین۔

* * *

Marfat.com

ایک تھا بہروپیہ

کون ہے وہ؟ جو مختلف اوقات میں اپنے بہروپ نہیں بدلتا، کبھی راہبر بن جاتا ہے اور کبھی راہزن، کبھی ظالم اور کبھی مظلوم، گھر کی اونچی دیوار کی اوٹ میں کچھ اور معاشرے کی گلیوں میں پھیلے ہوئے انسانوں کے جھرمٹ میں کچھ، اربابِ محبت کی محفل میں ایک چہرہ اور اغیار و نادان لوگوں کے ہجوم بے کراں میں دوسرا چہرا، کہیں جبہ و دستار زیب تن کئے باوقار پھرتا ہے اور کہیں خلوتوں کی عمیق گہرائیوں بلکہ کھائیوں میں دین و ایمان سے پھرتا ہے۔

چونکہ اس بہروپ کا لبادہ ہر شخص نے اوڑھ رکھا ہے، اِلّا ماشاء اللہ! اس لیے کس کس بہروپئے کی کہانی بیان کی جائے اور المیہ یہ ہے کہ میں اپنے سمیت ان جملہ حقائق کے باوجود کسی کو بہروپیہ کہہ بھی نہیں سکتا، اگر کہہ دوں تو کانٹوں سے چھِدوا دیا جاؤں یا انگاروں پر لٹا دیا جاؤں۔

میں تو اس بہروپئے کی بات کرتا ہوں جو خود اپنے آپ کو بہروپیہ کہتا تھا اور برملا کہتا تھا حالانکہ وہ بہروپیہ نہیں تھا۔ بہروپ بدلنا اس کا پیشہ تھا، ذریعہ روزگار تھا۔

ہاتھ میں اینٹ یا پتھر، پیشانی پر مصنوعی خون کے بہتے ہوئے دھارے، چیتھڑے خون آلود، اچانک کسی اوٹ سے نمودار ہوتا اور کسی ایک راہ گیر پر یوں حملہ آور ہوتا جیسے اُس کا جانی دشمن ہو وہ راہ گیر اِس اچانک آفت سے خوفزدہ

Marfat.com

ہو کر بھاگ کھڑا ہوتا وہ آگے آگے اور یہ اُس کے پیچھے پیچھے اور دُنیا ہے کہ تماشا دیکھ دیکھ کر لوٹ پوٹ ہو رہی ہے، قہقہے پھوٹ رہے ہیں، تھوڑی دیر میں راہ گیر کو احساس ہوتا، کہ وہ ایک بہروپئے کے بہروپ کی زد میں ہے۔

مغربی آقاؤں کے اتارے ہوئے لبادے اب تو ہر بازار میں مل جاتے ہیں، اور سستے بھی مل جاتے ہیں۔ پہلے ان لبادوں کا صرف ایک ہی بازار تھا۔ ''لنڈا بازار'' کسی لمبے سے انگریز کی اتاری ہوئی پتلون، کوٹ اور ہیٹ زیب تن کیے، آنکھوں پہ چشمہ ذرا نزاکت سے اوپر اٹھائے، ماتھے پر رکھا ہوا جیسے بے وفا اپنی آنکھیں ماتھے پہ رکھ لیتے ہیں۔ ہاتھ میں قلم اور چند باترتیب کاغذ لیے آ دھمکے اور گویا ہوئے: چالان کروائیں۔ آپ نے یہاں گاڑی کیوں کھڑی کی ہے۔ اجنبی گھبرا جاتا اور آئیں بائیں شائیں کرنے لگتا آخر اُسے کچھ دے دلا کر جان چھڑانی پڑتی اور قریب کھڑے لوگوں کی ہنسی کے پھوارے پھوٹ پڑتے۔

یوں وہ اپنے پیٹ کا جہنم بھرنے کے لیے شہر کے مختلف حصوں میں کبھی کبھی کسی نہ کسی روپ میں نظر آجاتا۔ لوگوں کو محظوظ کرتا اور بہروپ بدلنے کا حق ادا کر دیتا۔

یونہی ایک بہروپیہ ایک بہروپ دھارے سلطان الہند حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے دربار تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس کی عادت تھی وہ بادشاہوں کے دربار میں کوئی بہروپ بنا کر پیش ہوتا، بادشاہ اور درباریوں کو خوش کرتا اور انعام و اکرام سے جھولی بھر کر گھر لوٹ آتا۔

Marfat.com

آج وہ اس بادشاہ کے دربار میں پہلی بار حاضر ہوا تھا۔ ایک نئے روپ میں اور ایک نئے رنگ میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا، حاضرین کو محظوظ کیا اور داد و انعام کا طالب ہوا تو شہنشاہ نے کہا: بیت المال کا خزانہ ایسے مفت خوروں کے لیے نہیں۔ جاؤ کوئی کام کرو، محنت مزدوری کرو اور کھاؤ عیش کرو کہ مزدوری کھا چوری، بہروپئے نے عرض کیا: آقا مجھے تو یہی کام آتا ہے اور کوئی کام نہیں آتا۔ بادشاہ نے کہا: اچھا پھر کوئی ایسا روپ دھار کے آؤ کہ ہم تمہیں پہچان نہ سکیں۔

بہروپیہ اس کے بعد دو تین بار حاضر ہوا اور ہر بار پہچان لیا گیا اور پہلے کی طرح ہر بار انعام سے محروم رہا۔ اس کے بعد اُس نے دربار میں آنا چھوڑ دیا اور پھر ایک عرصہ بیت گیا اور بات آئی گئی ہوگئی۔

ایک دن بادشاہ سلامت اپنے کسی مشن پر سفر پر تھے۔ دورانِ سفر ایک جگہ قیام کیا، اللہ والے تھے۔ اللہ والوں سے محبت کرتے تھے کہ اُن کی محفل تاریک دلوں کو روشنی، غافلوں کو یادوں کی دولت بخشتی ہے۔ حضور وسرور کی لذت کی متاع بے بہا، اُن کے سوا اور کہاں سے مل سکتی ہے۔ آنکھوں کو نمی، جسموں کو کپکپی کی بھیک لینے کے لیے بادشاہ کے دل میں تڑپ زندہ تھی۔ اہل علاقہ سے پوچھا: اس علاقہ میں کوئی اللہ والا ہے۔ جس کی محفل میں چند لمحات گزار کر صد سالہ طاعتِ بے ریا سے زیادہ لطف اندوز ہوسکیں۔

لوگوں نے بتایا: جی ہاں ایک اللہ والا، بڑی کرنی والا ایک عرصہ سے اللہ سے لو لگائے، پہاڑ کے دامن میں ایک جھونپڑی میں مصروفِ عبادت رہتا ہے اور جو شخص بھی جاتا ہے دامن مراد بھر کر لاتا ہے۔ شہنشاہ کو حاضری کا شوق ہوا، کشاں کشاں کٹیا نما جھونپڑی میں داخلے کی اجازت مانگی اور نہ ملی، بڑی منت

Marfat.com

سماجت کے بعد حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

سنا ہے ایک بار جہانگیر بادشاہ بھی حضرت میاں میر بالا پیر قادری رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا لیکن دربان نے راستہ روک لیا اور اندر جانے کی اجازت نہ دی کہ وہ وقت حضرت میاں میر صاحب کی عبادت و ریاضت کا تھا۔ جہانگیر نے لاکھ تعارف کرایا لیکن بے سود، آخر مایوس ہوکر واپس لوٹتے ہوئے دربان سے کہتا گیا: ''بر در درویشاں درباں نہ باید'' یعنی فقیروں اور درویشوں کے دروازوں پر چوکیدار اور دربان نہیں ہونے چاہیے۔ جب حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ اوراد و وظائف سے فارغ ہوئے تو دربان نے شہنشاہ جہانگیر کا فقرہ عرض کیا تو آپ نے فوراً جواب دیا: ''باید تا سگ دُنیا نہ آید'' ہونا چاہیے تا کہ کوئی دنیا کا کتا ایسے ہی منہ اٹھائے اندر نہ داخل ہو۔

اسی طرح شہنشاہِ اورنگ زیب عالمگیر کو بھی تھوڑی سی ردوکد کے بعد اجازت مل ہی گئی۔ شہنشاہ ہندوستان ایک فقیر کے آستانے پر حاضر ہے۔ وہ خود بھی درویش ہی تھے اور صاحب علم و بصیرت اور صاحب تقویٰ و پرہیز گاری بھی۔ بادشاہ نے درویش سے مختلف روحانی معاملات، مسائل، کیفیات پر گفتگو کی۔ فقیر نے ہر بات کے جواب میں ایسے خوبصورت جملے اور نکتے بیان کئے کہ بادشاہ وقت نقدِ دل کا نذرانہ دے بیٹھا۔ بادشاہ کی طبیعت سیر ہوئی، دامن مراد بھر گیا تو اجازت طلب کرتے ہوئے دست بوسی اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور زرد جواہر سے بھری ایک تھیلی نذر کرنے کے لیے پیش کی۔ فقیر نے پائے حقارت سے ٹھکراتے ہوئے جھڑک دیا کہ ہم جو زنجیریں توڑ چکے تم لا کے وہی پہناتے ہو۔

حضرت عالمگیر نے بچشم نم معذرت کی اور بادلِ نخواستہ تھیلی اٹھائی اور

Marfat.com

اپنے خیمے کی طرف روانہ ہوگیا۔ دل کی دُنیا شکست و ریخت کا شکار تھا۔ ابھی بادشاہ اسی جھونپڑی سے تھوڑی دور گیا ہوگا اور بادشاہ اس فقیر کی حکیمانہ گفتگو، شانِ بے نیازی کے سحر میں ڈوبے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ پیچھے سے وہی فقیر بہروپیانہ انداز میں صدا دیتا سنائی دیا۔ ''اللہ کی امان، گھر آباد رہے'' شہنشاہ عالم کی خیر کچھ راہِ خدا۔

بادشاہ نے پیچھے مڑ کر اُسے دیکھا تو فرطِ حیرت سے اُسے دیکھتے ہی رہ گئے۔انہیں اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی شخص ہے جو تھوڑی دیر پہلے ایک فقیر اور درویش کے روپ میں میرے سامنے بیٹھا حکمت و دانائی کے موتی بکھیر رہا تھا اور اب ایک بھکاری کی شکل میں مجسمہ سوال بنا ہوا ہے۔

بادشاہ نے تعجب و حیرت میں ڈوبے ہوئے پوچھا: بہروپئے! واقعی تم وہی ہو جو تھوڑی دیر پہلے ایک فقیر کی شکل میں اُس جھونپڑی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے انہیں وعدہ یاد دلایا کہ جب وہ کسی ایسے روپ میں سامنے آئے کہ وہ پہچان نہ سکیں تو بہت انعام و اکرام سے نوازا جائیگا۔

بادشاہ ابھی بابِ حیرت سے باہر نہیں نکلے تھے البتہ گویا ہوئے: ارے بے وقوف تو نے وقت کھو دیا۔ اُس وقت تمہیں لعل و جواہرات سے بھری تھیلی پیش کر رہا تھا۔ وہ تم نے قبول نہیں کی۔ اب اگر تمہیں کچھ دوں گا بھی تو وہ نہ تو پہلے جتنا ہوگا اور نہ ہی وہ اندازِ عطا ہوگا۔ کم بخت اس رقم کا انکار کر کے تم نے بہت بڑی حماقت کی ہے۔

بہروپئے نے کہا: نہیں بادشاہ سلامت! نہیں ہرگز نہیں، اگر میں وہ تحائف قبول کر لیتا تو جن عظیم ہستیوں کا بہروپ دھار رکھا تھا ان کے کردار وعظمت کی

Marfat.com

توہین ہو جاتی۔

بادشاہ بہروپیئے کی اس بات سے بھی بہت متاثر ہوئے اور خوش ہو کر کہا: اب مانگ کیا مانگتا ہے۔ اب تمہاری خواہش و ضرورت کے مطابق منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔

بہروپیہ بادشاہ وقت کے اس انداز عطا کو دیکھ کر تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گیا، وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ کچھ توقف کے بعد بولا: بادشاہ سلامت! خدا آپ کو خوش رکھے۔ اب تو میں آپ سے کچھ بھی نہ لوں گا۔ کیونکہ میرے دل میں آئی ہے کہ اگر اس بہروپ کا یہ عالم ہے کہ بادشاہ وقت میرے قدموں میں آ گرا ہے اور اگر اس راستہ کو صحیح معنوں میں اختیار کر لیا جائے تو نہ جانے کیا عالم ہوگا۔

✼ ✼ ✼

متقی لوگوں کا اعزاز

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ O یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ O اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِیْنَ O اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ O (سورۃ الزخرف: آیت ۶۷ تا ۷۰)

آج کے روز تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے، سوائے پرہیزگاروں کے (اُن سے کہا جائے گا) اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی تمہیں کوئی غم ہوگا۔ وہ متقی لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور وہ مسلمان رہے، چلو! تم جنت میں داخل ہو جاؤ، اور تمہاری بیویوں کی عزت و توقیر کی جائے گی۔

Marfat.com

کالی عینکیں

ابھی کل کی بات ہے۔ ایک صاحب نے پوچھا: چشتی یار! جن فقراء کی باتیں ہم کرتے کرتے اپنی محفل جان کو مسحور کرتے رہتے ہیں، اُن کے ذکر کی لذت سے سرشار ہوتے رہتے ہیں، دیدے انہیں دیکھنے کو ترستے ہیں، پھر ہم پر مایوسیاں چھا جاتی ہیں، کیا ایسوں میں کوئی ایسا دیکھا بھی ہے؟ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ زندہ بھی ہو۔

ابھی یہ سوال و جواب کی محفل جاری تھی کہ خبر آگئی۔ ''لو اک چراغ اور بجھا۔'' ہم دونوں کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ بے ساختہ پکار اٹھے، خدا بخشے، بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

وہ چراغ جب تک جلتا رہا، وہ چراغ نہیں تھا، زہر سے بھرا اَیاغ (پیالا) تھا۔ یا پھر کائیں کر کے کان کھا جانے والا، زاغ (کوا) تھا۔ اس کے مرنے کی خبر سن کر اچانک یہ کیسے پتہ چل گیا کہ وہ تو ہماری دنیا اندھیر کر گیا ہے۔ وہ تو روشن تھا، قمقمہ تھا، چاند تھا، سورج تھا، آنکھوں کا نور تھا، دل کا سرور تھا۔

دیکھنے والے کا دیکھنا اگر صحیح رخ کا ہو تو اس کو نفع اور فائدہ دے جاتا ہے۔ اندھا بن جانے والے کو اُن کا اندھا پن، خسارے میں مبتلا کر جاتا ہے۔ جب تجسس کی آنکھ میں شکوک و ریب کے جالے پڑ جاتے ہیں تو پھر محرومیوں کا ایسا گھن لگتا ہے جو پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں دیتا۔

Marfat.com

میں نے کہا: بابا! اگر وہ نہیں رہے جنہیں دیکھنے کو اکھیاں ترستی ہیں تو جو آج ہیں، جیسے ہیں، انہیں ہی دیکھ لو، کل کلاں کو ان سے بھی محروم ہو جاؤ گے، ان کو بھی دیکھنے کو ترسو گے۔

دیکھنے کا خود ہی ایک معیار، ایک پیمانہ، ایک تھرما میٹر تیار کر لینا اور پھر ہر چیز کو اپنے اُس ایک زاویے سے دیکھنا اور پھر ضد کرنا کہ وہ ایسا ہی نظر آئے، جیسا میں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں اور دیدار کی بھوک، ہوس، چاہت پوری کرنے پر ضد کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ خواہش کرنے والوں نے تو دیدارِ الٰہی کی بھی کرڈالی، لیکن محبوب کو دیدار دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ دیدار اُس کی اپنی مرضی پر منحصر ہے، کس کو کرانا ہے اور کسے نہیں کرانا ہے اور کب کرانا ہے۔

ہم نے سنا ہے کچھ اچھے لوگ ملامتی کا چولا بھی پہن لیتے ہیں۔ خواہ مخواہ ایسی حرکتیں کرتے رہتے ہیں جنہیں دیکھ کر اپنی آنکھوں کی بینائی پر خود اعتمادی کی عینک لگانے والے بھی ان پر لعنتیں بھیجنے لگتے ہیں۔ لو ایسے ہوتے ہیں۔ یہ تو آپ ہی ایسا ویسا ہے، یہی ان کا مطلوب تھا جو اُنہیں مل گیا۔

کہتے ہیں سُنّار چوروں سے بچانے کے لیے بعض اوقات سونے کو بھی کالا کر لیتے ہیں لیکن جو ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھ لینے کے عادی ہوں، وہ کیا جانیں کہ یہ سامنے جو کالی بھجنگ چیز پڑی ہے یہ کیا ہے، کوئی آنکھ والا اگر کہہ بھی دے، کہ بھائی دیکھو! یہ بھی سونا ہے تو کون اعتبار کرتا ہے۔ تلاوت الوجود کی آگاہی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

کسی کی عظمت کا اعتراف پاکیزگی کی علامت ہے۔ یہ بات بارہا تجربہ میں آچکی ہے کہ جب ظاہری پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ غسل وضو، تیمم سے فارغ ہوتا ہے تو جسم ہلکا ہو جاتا ہے، سکون مل جاتا ہے، چین آجاتا ہے، کچھ

Marfat.com

راحت ملتی ہے، اس لیے یہ تجربہ بھی کر لینے میں کیا حرج ہے کہ ذہنی، فکری، کچھ دیر کے لیے پاکیزگی حاصل کر کے دیکھ لیا جائے، اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

میرا دل کہتا ہے کہ اب ہر کوئی دیا جلائے اور تاریکی کو کوسنا چھوڑ دے۔ میرا تیرا دیا جلایا ہوا دیا کسی اور کو نہ سہی، خود مجھے اور تجھے تو ٹھوکروں سے بچا لے گا، چھوڑو یار! کس کی بات کرتے ہو۔ منہ پہ اتنی بڑی داڑھی ہے، ہاتھ میں تسبیح ہے، ماتھے پر محراب ہے لیکن تجھے کیا خبر! وہ کیا شئے ہے، منہ میں رام رام ہے بغل میں چھری ہے۔

اجی چھوڑئے! اس کا تو میرے سامنے ذکر ہی نہ کیجئے۔ ہم اس کے چہرے کی خوبصورتی کو کیا کریں، جب اندر ہی کالا ہے۔

بھلے آدمی! تجھے تو اس کے ظاہر سے واسطہ ہے، باطن سے کیا واسطہ! باطن وہ جانے جس کا نام باطن ہے، تیرا نام تو باطن نہیں تیرا نام تو ظاہر ہے، تو ظاہر پر نظر رکھ۔ اور دنیا میں فیصلے بھی ظاہر پر ہوتے ہیں، باطن پر نہیں۔ اگر تیری باطن کی آنکھ کھلی ہوئی ہے تو سبحان اللہ! پھر اُس کو باطن ہی رکھ، ظاہر کرے گا تو باطن نہ رہے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام شاہ خوباں حسینوں کے سردار، ماہ تاباں، کئیوں کو تو وہ بھی اچھے نہ لگے، اُنہیں اغواء کیا، تھپڑ مارے، گھر سے نکالا، کنوئیں میں پھینکا پھر ثمنا قلیلا اور بخس دارھم معدودہ چند کھوٹے سکوں بیچ بھی ڈالا۔ پھر زندگی بھر کے دکھ بھی انہی کے حصے میں آئے۔ وہ شخصیت جس کا دنیا کلمہ پڑھتی تھی، اس کے قریب تر ہوتے ہوئے، اُس کے گھر میں ہوتے ہوئے اس کی نظروں سے گر گئے۔

تاریخ گواہ ہے، مشاہدہ گواہ ہے، تجربہ گواہ ہے، قرآن گواہ ہے، حدیث گواہ

Marfat.com

ہے، چرخِ نیل فام گواہ ہے، آؤ! میں اور تم بھی اس پر گواہی ثبت کر کے شاہدین میں شامل ہو جائیں کہ جو لوگ مالک کے پسندیدہ ہوتے ہیں، ان پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ ان سے بھول ہو جائے تو انہیں بخشش کے ساتھ مزید رحمت کا سایہ عطا ہوتا ہے کیونکہ وہ توبہ کے بعد اصلاح کو قبول کرنے میں دیر نہیں کرتے۔

اگر ہزار خوبی میں سے کوئی ایک عیب تجھ پر ظاہر ہو گیا تو ہزار خوبی کو چھوڑ کر تو ایک عیب کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے؟ شریف آدمی! اگر وہ اتنا ہی ذلیل ہوتا، غلیظ ہوتا، ناپاک ہوتا، باعث حقارت ہوتا تو قدرت اسے کبھی کا غرق کر چکی ہوتی، وہ اپنی پاک زمین پر اس کا وجود کبھی برداشت نہ کرتا۔ اگر مجھے اور تجھے برداشت کئے ہوئے ہے تو تو بھی برداشت کر، سوہنے کے مال کو، سوہنی مخلوق کو اس آنکھ سے دیکھ جس آنکھ سے اُس کا مالک اُسے دیکھ کر اس کے وجود کو سلامت رکھے ہوئے ہے۔

اس بھیانک غبار سے نکلو، بے حسی کے مزار سے نکلو
صاف کر لو نگاہ کے شیشے، اہرمن کے غبار سے نکلو

تھا تو وہ ایک ٹیڈی پیسہ، کہیں زمین پہ پڑا ہوا، لوگوں کی بے قدری کی آگ نے اُسے جھلسا کے رکھ دیا تھا۔ نہ جانے وہ کب سے پڑا تھا، میرا ایک دن وہاں سے گزر ہوا، آوازیں دینے لگا: چشتی صاحب! چشتی صاحب! میں نے پیچھے مُڑ کر دیکھا اور کوئی قابل قدر شخص نظر نہ آیا۔ سوچا! میرا وہم ہے۔ میں پھر چل پڑا، پھر آوازیں آنے لگیں۔ چشتی صاحب، چشتی صاحب، میں نے آواز پر غور کیا: توجہ دی تو آوازیں دینے والا وہ ایک چھوٹا سا ٹیڈی پیسہ تھا۔ میں نے اُسے حقارت کی نظر سے دیکھ کر کہا: ارے! تو کس کام کا، ذلیل اور کمینے تیری کیا حیثیت کہ میری منزل کھوٹی کرے۔

Marfat.com

کہنے لگا: آپ کی منزل تو اس دن ہی کھوٹی ہوگئی تھی جس دن آپ نے مجھے حقیر جان کر پھینک دیا تھا اور خود فرزانہ بن کر محفل میں تن کر بیٹھ گئے تھے۔ سنو مسٹر! مانا کہ بظاہر میری کوئی حیثیت نہیں، نہ کوئی چیز خریدی جاسکتی ہے، نہ بیچی جاسکتی ہے۔ اس کے باوصف میری ایک حیثیت ہے کہ وہ ننانوے پیسے سارے کے سارے مل کر بھی میرے بغیر روپیہ نہیں بن سکتے۔

اپنے اعمال کے حسن میں ڈوبنے کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ دوسروں کے اعمال ناقص نظر آنے لگیں گے۔ سب آنکھوں کو بنانے والا ایسا ہے کہ ہر آنکھ اُس کے سامنے ہے، اُس سے کوئی آنکھ اوجھل نہیں، دیکھنے والے کے اندر کی کیفیت اور اس کا زاویہ نگاہ بھی جس کے سامنے ہے۔ وہ اتنا لطیف ہے کہ دیکھنے والے کا دیکھنا بھی اُس کے سامنے ہے اور دیکھنے والے کی نیت بھی اُس کے سامنے ہے۔ تیری ذات کا حسن، تیری صفات کا حسن، تیرے کمالات میں حسن تیرا نہیں، یہ سارا حسن اُس کا ہے جو خود جمیل ہے۔ اور اپنی ہر مخلوق میں اُسی جمال کو پسند کرتا ہے جو اُس نے اُسے پیدا کرتے ہوئے عطا کیا تھا۔ جو لوگ اللہ کے فضل کو اپنی منصوبہ بندی کا کمال سمجھتے ہیں اور تکبر کرنے لگتے ہیں وہ دراصل اندھے ہیں، اندھے کو سارا بازار سجا سجایا بھی دکھا دیا جائے تو کہتا ہے: مجھے تو کوئی شئے نظر نہیں آئی، اُسے کون بتائے کہ نظر نہ آنا نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتی۔

ناصح سے محبت ہو تو وہ محبت محب کو محبوب کا حسن دیکھنے سے اندھا نہیں کرتی بلکہ اُس کے عیب دیکھنے سے اندھا کردیتی ہے۔ اندھا ہونا ہے تو ایسا ہو کہ تجھے مالک کی بنائی ہوئی کوئی چیز بھی بری نہ لگے۔ اس میں کوئی عیب نظر نہ آئے۔

دراصل ہم اندھے نہیں، ہم نے اپنی آنکھوں پر کالی عینکیں چڑھا رکھی ہیں، ہمیں ان سے ہر چیز کالی نظر آتی ہے۔ اب ہم عمر کے ایسے حصے تک پہنچ گئے

Marfat.com

ہیں کہ ہمیں یہ کالی عینکیں توڑ دینی چاہئیں۔ اگر یہ عینکیں ہم سے چھین کر لوگوں نے پہن لیں یا ہمارے ہی گھر والوں نے پہن لیں تو انہیں ہمارا وجود، اتنا خوبصورت وجود جس کو ساری زندگی بنا بنا کر، سنوار سنوار کر، رکھتا رہا، کالا نظر آنے لگے گا اور بابا! کالا بابا، کالے کرتوت والا بابا نظر آنے لگے گا۔

توبہ کا دروازہ سب سے پہلے ہمارے بابا جی نے، ابا جی نے کھلوایا تھا اور ابھی تک کھلا ہوا ہے۔ سنا ہے جنت کے آٹھ دروازے ہیں جو کبھی کھلتے ہیں اور کبھی بند ہوتے ہیں لیکن توبہ کا دروازہ جب سے کھلا ہے، کھلا ہے اور کھلا ہی رہے گا۔ اگر خدانخواستہ اس کے بند ہونے کا وقت آ گیا تو پھر کبھی نہیں کھلے گا۔

میری جان! بری نظر سے تو شاید کسی برے شخص کو بھی دیکھنے کی اجازت نہیں یعنی کسی کو اپنے سے حقیر جان کر، نظر انداز کر دینے کی اجازت نہیں۔

اگر دیکھنا ہی ہے تو اپنی کالک دیکھ! اگر اپنے اندر کی، اعمال کی، کرتوت کی، غفلتوں کی، ناشکری کی اور ساری زندگی کی نافرمانیوں کی ساری کالکیں نظر آنے لگیں تو تجھے دنیا میں اپنے سے بڑھ کر کوئی کالا نظر نہ آئے۔

اے اللہ! تو ہمارے دیکھنے میں ایسی نیت داخل کر دے جو تجھے دیکھنے میں بھی صرف تجھے دیکھے، کسی اور کو دیکھنے کی حسرت اور طلب نہ رہے اور کسی اور کو دیکھیں بھی تو اس میں بھی تیرا ہی جلوہ نظر آئے۔

میں نے سنا ہے: دروغ برگردن راوی، جھوٹ بولنے کا بوجھ بولنے والے کے سر۔ بہت پرانی بات ہے کہ فطری نجاست کا حامل ایک حرام جانور کتا لوگوں سے کہنے لگا: مجھے تو کوئی اللہ والا نظر نہیں آتا۔ سولہ لاکھ کی آبادی میں ایک بھی اللہ والا نہیں، انہوں نے کہا: بھونکنا چھوڑ دے، تیرے سامنے جو کھڑے ہیں

Marfat.com

شاید یہی اللہ والے ہوں۔ بات معقول تھی، سمجھ گیا اس نے کہا: آج کے بعد میری توبہ، میں کسی پر نہیں بھونکوں گا۔ وہ اللہ والے تو اللہ اللہ کے جرم میں ہی گرفتار ہونے کے ڈر سے فرار ہو رہے تھے۔ انہوں نے کہا: ہمارے ساتھ آ لیکن عہد کی پابندی لازمی ہے۔

اُس نے کہا: حضور مجھ میں ہزار عیب سہی، میں اور میری قوم یہ صفت رکھتی ہے کہ ہم بے وفا نہیں ہوتے جس کا کھاتے ہیں پھر کسی اور کے گیت نہیں گاتے، شرک ہماری قوم میں نہیں پایا جاتا اور جو ہم میں ایک در کے نہیں ہوتے، پھر وہ دربدر کی ٹھوکریں بھی کھاتے رہتے ہیں۔

وہ اللہ والے ایک غار میں جا لیٹے اور وہ غار کے دھانے پر جا لیٹا، نہ جانے کتنے سو سال لیٹا رہا، پھر بھونکنے کی فطرت سے توبہ کر کے امر ہو گیا۔

انسان، انسان ہو کر بھونکتا، ہر ایک پر نکتہ چینی کرتا، ہر ایک کی عیب جوئی کرتا، اچھا نہیں لگتا، اگر یہ کام بہت ضروری ہو تو خود یہ کام کرنے کی بجائے دروازے پر ایک کتا ہی باندھ لیا جائے تاکہ کوئی غیر اندر نہ آسکے۔

یہ مشورہ بھی غلط نہیں ہے، کوئی غیر ہے ہی نہیں، ہر جگہ وہ جلوہ گر ہے۔ ہر رنگ میں وہی بستا ہے۔ حروف میں جو سیاہی بھری ہوتی ہے، یہ سیاہی ہی حروف ہیں اور حروف ہی سیاہی ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں، اگر ہے تو کر کے دکھا۔

غیریت کی، اجنبیت کی، نکتہ چینی کی، عیب جوئی کی، کالی عینک اتار کر پھینک دے، توڑ موڑ کر ریزہ ریزہ کر دے۔ پھر دیکھ! کوئی نظر آتا ہے یا نہیں، آنکھوں میں خود پسندی کے پڑ دال نکلوا کر دیکھ، تو یقینا محو ہے

Marfat.com

گا۔ یہ بھی اُسی کا ہے، وہ بھی اُسی کا ہے۔ یہ بھی اس کا شاہکار ہے، وہ بھی اسی کا شاہکار ہے۔

میں جب دیکھوں، جدھر دیکھوں، جسے دیکھوں، تجھے دیکھوں
تو میرے آنکھ کی پُتلی میں یوں تحریر ہو جائے

شکوۂ ظلمت شب سے تو بہتر ہے۔ اپنے حصہ کی کوئی شمع جلا دی جائے، خوبصورتی کی تلاش میں، چاہے ساری دنیا کے ساتھ چکر بھی لگا لو، اگر حسن تیری اپنی آنکھ میں نہیں تو آپ کو کہیں نہیں ملے گا۔

ادب کے لبادے میں گزرے یہاں سے
فرشتوں سے کہہ دو! یہ شہر بشر ہے

نیلے شیشوں والی عینک سے ہر چیز نیلی نظر آئے گی، سبز شیشوں سے سبز نظر آئے گی، معلوم ہوا! ساری چیزیں نیلی، پیلی، سبز نہیں ہوتیں، اُن کے اپنے اپنے رنگ ہیں لیکن اُن سب کو ایک ہی رنگ میں جس کا پردہ اپنی آنکھوں میں چڑھایا ہوا ہے۔ دیکھنا! تیرا اپنا فعل ہے، کالی عینکوں سے ہر طرف کالک ہی کالک نظر آئے گی۔ جس میں اس کے خالق نے اسے پیدا ہی نہیں کیا ہے۔

کالی عینک توڑ کر دیکھ، پھر شکوہ نہ رہے گا کہ کوئی نظر نہیں آتا۔

غنچوں کی چٹک، شبنم کی ضیاء، پھولوں کی مہک، بلبل کی نوا
قائم ہے تجھی سے حسن چمن، سبحان اللہ! سبحان اللہ!
ہر نقش تیری قدرت کا نشاں، ہر نقش کے لب پہ تیرا بیاں
ہر بزم میں تو موضوع سخن، سبحان اللہ! سبحان اللہ!

Marfat.com

خالقِ حکمت و دانش کا بندہ علامہ عبد الحکیم شرف قادری رح

رات کا وقت تھا۔ میں کسی کام سے باہر نکلا۔ دیکھا۔ سٹریٹ لائٹ روشن ہے۔ درمیان میں ایک کھمبا تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس کی روشنی بھی ختم ہو چکی تھی۔ میں قریب پہنچا۔ غور سے دیکھا۔ اُس کا سارا ظاہری نظام درست تھا۔ اس کی لائٹ بجھی ہوئی ہونے کی وجہ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ قریب سے گزرنے والے ایک دانشور سے پوچھا۔ تو اُس نے کہا۔ چشتی صاحب! اس کی اندر سے تار ٹوٹ گئی ہے۔ اب یہ کبھی روشن نہیں ہو سکتا۔

ہاں یہ رابطہ اور نسبت ہی خیر و شر میں تمیز کی صلاحیت سے نوازتی ہے۔ اگر ہوا کی جان کا مالک سے رابطہ نہ ہوتا۔ تو وہ قوم ثمود و عاد کے نیک و بد میں امتیاز نہ کر سکتی۔ دریائے نیل فرعونیوں اور موسویوں میں فرق نہ کر سکتی۔ اُسے خبر تھی۔ کہ موسویوں میں سے کسی ایک کا پاؤں بھی گیلا ہو گیا۔ اور فرعونیوں میں سے کوئی ایک بھی بچ کر نکل گیا۔ تو مالک کے ایک عظیم نمائندے موسیٰ علیہ السلام کا ڈنڈا مجھے سمجھانے کے لئے پھر تیار ہے۔ نمرودی آگ کے انگاروں کو پہچان ہو گئی تھی۔ کہ یہ شخص وہی ابراہیم ہے۔ جس کے لئے ہمیں گلزار ہونے کو کہا گیا ہے۔ یہ اندر سے تار جڑی ہونے کی دلیل ہے۔

اے کاش! اس بھری دنیا میں لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنة میں امتیاز کی صلاحیت مجھ میں بھی پیدا ہو جاتی اور میں اصحاب الجنة هم الفائزون کے ساتھ ہو کر فائزین میں شامل ہو جاتا۔

میرے سامنے میری گلیوں اور بازاوں میں خالق حکمت و دانش کا ایک

Marfat.com

بندہ۔صرف اُسی کا بندہ ہونے کا شرف رکھنے والا۔ پھرتا پھراتا رہا۔ ہمارے ساتھ ہی اُٹھتا بیٹھتا رہا۔ کھاتا پیتا رہا۔ سوتا جاگتا رہا۔ لیکن کیا خبر تھی۔ کہ جس کو گاہے گاہے بے قدری میں، ہم مذاق بھی کرلیا کرتے تھے۔ بے تکلفی سے ہنستے کھیلتے رہتے تھے۔ یہ شخص کوئی عام سا انسان نہیں۔ یہ تو وہ شخص ہے۔ جس کے وصال پر سمندروں اور دریاؤں کی مچھلیاں، تیندوے اور دیگر آبی جانور بھی آٹھ آٹھ آنسو بہاتے ہیں۔ جس کے اس دنیا سے آنکھیں بند کر لینے پر پوری کائنات پر موت طاری ہوجاتی ہے۔ شائد ہم بے قدروں کی صفت بے قدری ہی کی وجہ سے ہی مالک نے اُسے جلد ہمارے ہاں سے اُٹھالیا۔ اور اپنی خصوصی آغوش محبت میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتوں کا نزول ہو۔ اس کی تربت ہو۔ اُس کی جُڑی ہوئی تار نے اُسے روشن کردیا۔

کیا آپ کو حیرت نہیں ہوتی۔ کہ اُس نے جب بھی قلم اُٹھایا۔ اس کے قلم کی نوک نے ہر لحہ یا قرآن کا کوئی حرف لکھا۔ یا فرمان رسول ﷺ کا کوئی خوبصورت اور مہکتا ہوا جملہ لکھا۔ اندر جو کچھ ہوتا ہے۔ باہر بھی تو وہی کچھ نکلے گا۔ اُس سینہ بے کینہ پر ہزاروں سلام ہوں۔ جس کے ہر داغ سینہ سے محبت رسول کی روشنی ٹپکتی تھی۔ وہ خالق حکمت و دانش کا بندہ یعنی عبدالحکیم اُسی چراغ کی روشنی، اندھیری قبر کی رات میں لے کر اُتر گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

لحد میں عشقِ رخ شاہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

وصال شریف سے تین دن پہلے فون فرمایا۔ چشتی صاحب! محمد نواز رضا قادری صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ بندہ پرور! میں خود انہیں لے کر حاضر

Marfat.com

ہو جاؤں گا۔ ان شاء اللہ۔ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ اب وہ کہیں آنے جانے اور سفر کے متحمل نہیں۔ چند روز بیشتر حضرت العلام شیخ الحدیث والتفسیر محترم حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب کے ساتھ عیادت کے لئے حاضر ہو چکا تھا۔ میرے دل نے کئی بار چاہا تھا۔ کہ محمد نواز رضا صاحب کو بتاؤں۔ کہ حضرت شرف صاحب کی طبیعت زیادہ علیل ہے۔ لیکن کوتاہیوں کی کتاب کا سرورق انسان' راقم الحروف یہاں بھی کوتاہی کا شکار رہا۔ جب آپ نے فون کیا۔ تو نواز رضا صاحب سے پوچھے بغیر اُن کو ساتھ لے کر حاضر ہونے کا وعدہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کی وفا کی توفیق ملی اور میں اُن کو ساتھ لے کر حاضر ہو گیا۔ تقریباً دو (۲) گھنٹہ گفتگو پیار و محبت اور الفت کی باتیں ہوتی رہیں۔ نواز رضا صاحب نے آپ کے بڑے صاحبزادے جناب ڈاکٹر ممتاز احمد سعیدی کو مشورہ دیا کہ حضرت صاحب نے سرہانے قصیدہ بردہ شریف کی کیسٹ لا کر رکھیں۔ کہ ذکر و فکر محبوب میں درد اور تکلیف کا احساس کم ہو جاتا ہے۔ اور اگر یادوں کی اگنی کے سلگھنے کے دوران محبوب خود آ جائے۔ تو انگلیوں کے کٹ جانے تک کا بھی احساس نہیں رہتا۔ حتی کہ جان کی نذر پیش کرنے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

بدکار انسان۔ جبہ و دستار پہن بھی لے تو ایک دن پہچان ہو ہی جاتی ہے۔ اور نیک انسان گدڑی میں بھی پہچان لئے جاتے ہیں یہ گدڑی پوش انسان۔ سادگی کا لباس پہنے شخص۔ میرے مصطفیٰ آباد لاہور کی ایک چھوٹی سی مسجد۔ جامع مسجد اولیاء میں خطیب و امام بھی رہا۔ یہ بہت پرانی بات ہے۔ غالباً ابھی بھرپور ریش مبارک بھی نہیں اتری تھی۔ کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ ایک دن خطبۂ جمعہ سے پہلے آپ کے ہاں جانا ہوا تو دیکھا۔ منبر پر کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ حیرت سے پوچھا۔ یہ کیا۔ تو

Marfat.com

دوستوں نے بتایا۔تقریر کے دوران۔خطبہ جمعہ کے دوران۔حوالہ جات دکھانے کے لئے رکھی گئی ہیں ۔ہم جیسے لوگ۔ جو رٹی رٹائی اور فرسودہ موضوعات پر تقاریر کرنے والے ہیں۔یہ انداز خطابت کیا جانیں۔لیکن احساس ضرور ہوا۔کہ یہ شخص یقیناً تحقیق و تدقیق میں کوئی نام پیدا کرے گا۔خدا کی شان دیکھئے وہی ہوا۔جس کا خدشہ تھا۔

ان کی تحقیق و تدقیق، تصنیف و تالیف کا مرکزی نقطہ۔صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ترین رسول ﷺ کی ذات بابرکات تھی۔انکی تصانیف چھان کر دیکھ لیں۔کوئی ناول۔کوئی افسانہ۔کوئی ڈرامہ وغیرہ لکھا ہوا نہیں ملے گا۔کہ انکی سوچ فکر سمجھ اور تدبر کی آنکھ کا مرکز ذکر و فکر میں ڈوبنا یا دوسروں کو ڈوبتے دیکھنا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک کے ترجمے کے ساتھ ساتھ دیگر سینکڑوں کتابیں لکھیں۔یا اُن کے دیباچے لکھے۔یا شذرات تحریر فرمائے۔میری کتاب ''جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے'' دیکھی۔تو فرمایا۔حضرت! لوگ توحید سے پہلے ہی دور ہو رہے ہیں۔اس سے لوگوں کی توجہ دوسری جانب ہو جائے گی۔اور شائد مالک کی چوکھٹ سے دور نہ ہو جائیں۔میرے دل میں احساس پیدا ہوا۔کہ اگر چہ یہ کتاب اپنے موضوع کی سب سے پہلی کتاب ہے۔اور انتہائی مقبول ترین اور زندہ کتاب ہے اور ارباب محبت نے اس سلسلہ کو مزید آگے بڑھانے کے مشورے بھی دیئے۔لیکن شائد ان کی زبان سے نکلے جملے اپنے اثر کے اعتبار سے اتنے اثر پذیر ہوئے کہ میں اس مضمون کو آگے بڑھانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں ان کی تدریس کا زمانہ۔انکی زندگی کا ایک حصہ ہے۔جب بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔تصنیف و

Marfat.com

تالیف کے حوالہ سے ہی ہوئے۔کوئی نہ کوئی پمفلٹ یا کتاب نئی شائع ہو کر آتی ۔تو خود پیش فرماتے۔

نام احمد ﷺ جس کا یار ہو جاتا ہے۔وہ شخص ایک مضبوط قلعے کے حصار میں آجاتا ہے۔اگرچہ زندگی میں ان کے بھی بڑے نشیب وفراز دیکھے ہیں۔دکھوں بھری کہانیاں۔راتوں کے گھمبیر سناٹوں کو اور بھی گھمبیر بناتی رہتی ہیں۔لیکن زبان پر حرف شکایت کبھی نہیں سنا۔مسائل کا مداوا کرنا تو فرائض میں شامل ہے۔لیکن شکوہ حرام ہے۔میرے محسنوں میں ایک بزرگ صوفی اقبال احمد دیوانہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔اللہ تعالیٰ اُن پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ان کا تذکرہ روحانی شفاخانے میں پڑھ کر اُن سے ملنے کو بے چین رہنے لگے۔میری کوتاہیاں درمیان میں رکاوٹ بنتی رہیں۔لیکن آخر ایک دن ہم دونوں ان کے ہاں جانے میں کامیاب ہو گئے میں نے تعارف کرایا۔آپ نے اپنے اور اپنی ایک بیٹی کے حوالہ سے کچھ مسائل پیش کر کے دعا کے لئے درخواست کی۔تو دیوانہ صاحب کی آنکھوں کی جھیل آبشار سے بھر گئی۔صاف ظاہر ہے۔یقیناً کرم ہوا ہو گا۔

داستانِ حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کے رہ گئی

طویل زندگی کی داستان۔کہانیوں سے بھری پڑی ہے۔آخر سمندر کا پانی سمندر ہی میں جا کر گرتا ہے۔یہ علم کا سمندر۔حسنِ عمل کا سمندر۔حسنِ کردار کا سمندر۔ہم چاہنے والوں کو کنارے پر سوگوار چھوڑ کر سمندر ہی میں اتر گیا۔

اس بار جو ایندھن کے لئے کٹ کے گرا ہے
چڑیوں کو بہت پیار تھا اس بوڑھے شجر سے

Marfat.com

ماہنامہ کاروانِ نعت لاہور (پاکستان) ......؟

فروغِ عشقِ رسول ﷺ واتباعِ قرآن وسنت سے مزین تحریریں شائع کرنا۔
نعت گوئی ونعت خوانی کی تاریخ کو مستند مواد کے ساتھ لوگوں تک پہنچانا۔
فنی وعلمی مضامین کے ذریعے فنِ نعت کی ضرورت واہمیت سے شناسائی دینا۔
ایسے مضامین کی اشاعت جس کا مقصد نعت کا تقدس قائم کرنا ہو۔
دنیائے نعت میں ہونے والے امور کا تنقیدی انداز میں جائزلینا۔
علماء ذی وقار، نعت گوشعراء، ثناءخواں، نقباء قراء، منتظمین محافل کے انٹرویوز شائع کرنا
حمدیہ ونعتیہ کتب، سی ڈیز، کیسٹس اور نعتیہ محافل کی تشہیر اور کاروائی شائع کرنا۔

وابستگانِ نعت و عشاقانِ رسول ﷺ! سے بڑے ادب سے گزارش ہے کہ:

☆ اگر آپ ایک ''شاعر'' ہیں تو اپنی نعت کے ذریعہ اس **کاروان نعت** کا حصہ بنیں۔
☆ اگر آپ ایک لکھاری ہیں تو محبتِ رسول ﷺ سے مزین تحریروں کے ذریعہ سے **کاروان نعت** کا حصہ بنیں۔
☆ اگر آپ نعت خواں، نقیب، قاری ہیں تو محافلِ نعت کے ہونے والے پروگرامز کی اطلاع اور ہو چکے پروگرامز کی کاروائی ارسال کر کے **کاروان نعت** کا حصہ بنیں۔
☆ اگر آپ کتب ورسائل کی فروخت کا کام کرتے ہیں تو **کاوران نعت** کو لوگوں تک پہنچا کر **کاوران نعت** کا حصہ بنیں۔
☆ اگر آپ کوئی بھی اچھی رائے یا تعمیری تنقید کر سکتے ہیں تو آپ کی ہر طرح کی رائے یا تنقید آپ کو **کاوران نعت** میں شریک کر سکتی ہے۔
☆ اگر آپ علاقائی سطح پر نعتیہ سرگرمیوں سے ہمیں باخبر رکھ سکتے ہیں تو **کاوران نعت** کی نمائندگی لے کر آپ **کاوران نعت** کا حصہ بن سکتے ہیں۔

الغرض: آپ جہاں بھی ہوں بات کریں ''عشقِ رسول ﷺ کے فروغ کے لیے کوشاں کاروانِ نعت کی کیونکہ

عشقِ سرکار ﷺ کی اِک شمع جلا لو دل میں
بعد مرنے کے لحد میں بھی اُجالا ہوگا

دفتر: متصل المدینہ پبلی کیشنز۔ **کاوران نعت** یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
38 اُردو بازار لاہور (پاکستان) Tel:092-42-7320682-7312801,300-4313913

Marfat.com

Marfat.com

ادارے کی دیگر مطبوعات
رنگِ نعت
والضحیٰ
دعوت کا انقلابی طریقِ کار
پروفیسر محمد رفیق
قصر سے تابوت
سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی
مضمون نویسی
صفحات 200 قیمت 200
صفحات 496 قیمت 200
صفحات 336 قیمت 300
صفحات 272 قیمت 110
صفحات 160 قیمت 60
صفحات 256 قیمت 110
صفحات 192 قیمت 00
صفحات 128 قیمت 75
المدینہ دارالاشاعت
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ 38 اُردو بازار لاہور

Marfat.com